فضائل اہل بیت

اکابرین تبلیغ کی کتب میں

(۱) شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا رحمہ اللہ

(۲) مولانا محمد یوسف کاندھلوی رحمہ اللہ

(۳) حضرت جی مولانا محمد انعام الحسن کاندھلوی رحمہ اللہ

مرتب

خسرو قاسم

نام کتاب : فضائل اہل بیت
اکابرین تبلیغ کی کتب میں

مرتب : خسرو قاسم

صفحات : ۱۷۰

سن اشاعت : ۲۰۲۴ء

پرنٹنگ : مشکوٰۃ پرنٹرس، علی گڑھ، 9897674550

ملنے کا پتہ
Khusro Qasim
Ali Academy
3, Raipura Lodge,
Dodhpur, Aligarh - 202002 (INDIA)
Mob. 08755878084

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

عرض مرتب

اہل بیت علیہم السلام کے فضائل ومناقب قرآن وحدیث میں تفصیل سے بیان کیے گئے ہیں، آثار صحابہ اور اقوال تابعین بھی اس موضوع پر وافر مقدار میں ہماری اسلامی تراث میں موجود ہیں۔ اہل بیت علیہم السلام کی دینی تربیت اور ان کی ذہنی ساخت میں سرکار دوعالم ﷺ کا جو موثر کردار ہے، اس کا اعتراف ہر مسلمان کو ہے۔ وہ ہماری اسلامی تاریخ کا ایک معتبر حصہ ہی نہیں بلکہ ہماری دینی اساس بھی ہیں۔ ہماری دین داری میں کس قدر اخلاص اور صداقت ہے، اس کو جانچنے اور پرکھنے کا پیمانہ اہل بیت سے محبت اور والہانہ وابستگی ہے۔

ملت اسلامیہ کی بدقسمتی ہے کہ خلافت راشدہ کے آخری سالوں میں ایسے شرپسند عناصر مختلف ناموں سے سامنے آگئے جنھوں نے نہ صرف ملت کے اتحاد کو پارہ پارہ کیا بلکہ ملت کی دینی روح کو بھی گہرے زخم دیے اور اسلام کی وہ خوبصورت تصویر جو نبی اکرم ﷺ نے بنائی تھی، اسے بری طرح مسخ کرنے کی کوشش کی۔ ان نازک حالات میں اہل بیت علیہم السلام کے مختلف ممتاز شخصیات نے اپنی جانوں کا نذرانہ پیش کر کے اسلام کی روح اور اس کی آبرو کو بچانے کی مکمل کوشش کی۔ ہماری اسلامی تاریخ اس کے متنوع کارناموں سے بھری پڑی ہے۔

سب سے زیادہ حیرت کی بات یہ ہے کہ دشمنان اہل بیت کے پروپیگنڈے سے اب بھی بہت سے مسلمان متاثر ہیں۔ انھیں یہ بھی ادراک نہیں ہے کہ اہل بیت کے اولین ہراول دستے نے براہ راست شمع نبوت سے کسب فیض کیا ہے، اس سے بے اعتنائی بڑے خسارے کا سودا ہے۔ قرآن میں اللہ نے جن حضرات قدسیہ کو اعلی مقام دیا اور نبی اکرم ﷺ نے جن کو اپنی زندگی کے ہر موڑ پر مقتدی اور رہنما کی حیثیت سے پیش کیا، ان کی شخصیت اور تعلیمات سے آج ہماری نسلیں واقف نہیں ہیں۔ بلکہ اہل بیت کے ذکر خیر کو بہت سے حضرات اپنی کم علمی کی بنیاد پر کچھ دوسرا ہی معنی پہناتے ہیں۔

ایسے پرفتن دور میں ہماری ذمہ داری ہے کہ ہم ملت کے اکابرین کی ایسی تمام تحریریں دنیا کی مختلف زبانوں میں پیش کریں جن میں انھوں نے اہل بیت علیہم السلام کی عظمت اور فضیلت کو نمایاں کیا ہے۔

(۱) شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا رحمہ اللہ (۲) مولانا محمد یوسف کاندھلوی رحمہ اللہ (۳) حضرت جی مولانا محمد انعام الحسن کاندھلوی رحمہ اللہ، دور حاضر کی وہ عظیم شخصیات ہیں جن کی مساعی جمیلہ سے الحمدللہ آج پوری دنیا میں اسلام کی دعوت پہنچ رہی ہے اور خلق خدا کی ایک بڑی تعداد راہ ہدایت اختیار کر رہی ہے۔ یہ شخصیات علم وعمل کا پہاڑ ہیں اور ان کے فیوض و برکات کا سلسلہ چاروں طرف پھیلا ہوا ہے۔ اسلامی عقیدہ اور فکر کو یہ حضرات اسلامی تراث کی معتبر کتابوں سے سمجھتے ہیں اور اسلام کی شرح وتوضیح میں انتہائی متوازن نقطۂ نظر رکھتے ہیں۔

راقم نے ان تینوں حضرات کی مختلف کتابوں سے اہل بیت کے فضائل ومناقب کا انتخاب کیا ہے اور آخر میں ضمیمہ کے طور پر مشہور داعی اسلام مولانا طارق جمیل حفظہ اللہ کی ایک تحریر شامل کردی ہے، ان کے مطالعے سے اندازہ ہوجائے گا کہ ہمارے دور کے اکابرین تبلیغ اہل بیت علیہم السلام سے کیسی سچی عقیدت اور محبت رکھتے ہیں، ان حضرات کی نظر میں ان نفوس قدسیہ کا مقام کتنا بلند ہے۔

مجھے امید ہے کہ اس کتاب کے مطالعے سے بہت سے لوگوں کی غلط فہمیاں دور ہوجائیں گی اور وہ ذکر اہل بیت علیہم السلام کو کوئی دوسرا نام دینے کے بجائے ایک دینی فریضہ سمجھیں گے۔ اپنے دور کے یہ معتبر اور مستند علمائے کرام ہیں، مجھے یہ بھی امید ہے کہ ان حضرات سے عقیدت رکھنے والے حضرات بھی اپنے اکابرین کے نقش قدم کی پیروی کریں گے۔

طالبِ شفاعتِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

خسرو قاسم

Assistant Professor
Mechanical Engineering Department,
A.M.U. Aligarh

Phone No.: 08755878084

انتخاب از کتاب

فضایل اعمال

حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب

مہاجر مدنی قدس سرہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا مہاجر مدنی قدس سرہ ہمارے اس آخری دور میں شریعت وطریقت کے امام، علماء ومشایخ کے مرجع ومقتدا تھے۔اللہ نے ان کے وجود میں اوصاف وکمالات کی ایسی جامعیت کبری ودیعت فرمائی تھی جس سے ہر صدی میں خاص خاص افراد ہی مشرف ہوتے ہیں۔آپ کی تصنیف فضایل اعمال بلا شک وشبہ قرآن پاک کے بعد سب سے زیادہ پڑھی جانے والی کتاب ہے۔ چوبیس گھنٹے دنیا کے کسی نہ کسی حصہ میں اس مبارک کتاب کا درس ہورہا ہوتا ہے۔اس کتاب سے کچھ اقتباسات جو اہل بیت سے متعلق ہیں، ہدیۂ ناظرین ہیں۔

احد کی لڑائی میں حضرت علیؓ کی بہادری

غزوۂ احد میں مسلمانوں کو کچھ شکست ہوئی تھی۔جس کی بڑی وجہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک ارشاد پر عمل نہ کرنا تھی جس کا ذکر باب۱ قصہ۲ میں گذر چکا ہے۔اس وقت مسلمان چاروں طرف سے کفار کے بیچ میں آ گئے جس کی وجہ سے بہت سے لوگ شہید بھی ہوئے اور کچھ بھاگے بھی۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بھی کفار کے ایک جتھے کے بیچ میں آ گئے اور کفار نے یہ مشہور کر دیا تھا کہ حضور شہید ہو گئے۔صحابہؓ اس خبر سے بہت پریشان حال تھے اور اسی وجہ سے بہت سے بھاگے بھی اور ادھر ادھر متفرق ہو گئے۔حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں کہ جب کفار نے مسلمانوں کو گھیر لیا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم میری نظروں سے اوجھل ہو گئے تو میں نے حضورؐ کو اول زندوں میں تلاش کیا نہ پایا۔ پھر شہداء میں جا کر تلاش کیا وہاں بھی نہ پایا تو میں نے اپنے دل میں کہا کہ ایسا تو ہو نہیں سکتا کہ حضور لڑائی سے بھاگ جائیں۔ بظاہر حق تعالی شانہ، ہمارے اعمال کی وجہ سے ہم پر ناراض ہوئے اس لئے اپنے پاک رسولؐ کو آسمان پر اٹھالیا اس لئے اب اس سے بہتر کوئی صورت نہیں کہ میں بھی تلوار لے کر کافروں کے جتھے میں گھس جاؤں یہاں تک کہ مارا جاؤں۔ میں نے تلوار لے کر حملہ کیا یہاں تک کہ کفار بیچ میں سے ہٹتے گئے اور میری نگاہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر پڑ گئی تو بیحد مسرت ہوئی اور میں نے سمجھا کہ اللہ جل شانہ نے ملائکہ کے ذریعہ سے اپنے محبوبؐ کی حفاظت کی۔ میں حضورؐ کے پاس جا کر کھڑا ہوا کہ ایک جماعت کفار کی حضور کے پاس حملہ کے لئے آئی۔حضورؐ نے فرمایا کہ علیؓ ان کو روکو۔ میں نے اس جماعت کا مقابلہ کیا اور ان کے منہ پھیر دیئے اور بعضوں کو قتل کر دیا۔اس کے بعد پھر ایک اور

جماعت حضورؐ پر حملہ کی نیت سے بڑھی۔ پھر آپ ؐ نے حضرت علیؓ کی طرف اشارہ فرمایا۔ انھوں نے پھر تنہا اس جماعت کا مقابلہ کیا اس کے بعد حضرت جبرئیلؑ نے آ کر حضرعلیؓ کو اس جوانمردی اور مدد کی تعریف کی تو حضورؐ نے فرمایا انہ منی وانا منہ بیشک علی مجھ سے ہے اور میں علی سے ہوں یعنی کمال اتحاد کی طرف اشارہ فرمایا تو حضرت جبرئیل نے عرض کیا وانا منکما میں تم دونوں سے ہوں۔ ایک تنہا آدمی کا جماعت سے بھڑ جانا اور نبی کریم صلی علی اللہ علیہ وسلم کی مقدس ذات کو نہ پا کر مر جانے کی نیت سے کفار کے جمگھٹے میں گھس جانا۔ جہاں ایک طرف حضور کے ساتھ سچی محبت اور عشق کا پتا دیتا ہے وہاں دوسری جانب کمال بہادری اور دلیری جرأت کا بھی نقشہ ہے۔ (حکایات صحابہ)

حضرت علی کی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے محبت

حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے، کسی نے پوچھا کہ آپ کو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے کتنی محبت تھی۔ آپ نے ارشاد فرمایا خدائے پاک کی قسم حضورؐ ہم لوگوں کے نزدیک اپنے مالوں سے اور اپنی اولادوں سے اور اپنی ماؤں سے اور سخت پیاس کی حالت میں ٹھنڈے پانی سے زیادہ محبوب تھے۔ (حکایات صحابہ)

تسبیحات حضرت فاطمہؓ

حضرت علیؓ نے اپنے ایک شاگرد سے فرمایا کہ میں تمہیں اپنا اور فاطمہؓ کا جو حضورؐ کی سب سے زیادہ لاڈلی بیٹی تھیں قصہ سناؤں۔ شاگرد نے کہا ضرور۔ فرمایا کہ وہ اپنے ہاتھ سے چکی پیستی تھیں جس کی وجہ سے ہاتھ میں نشان پڑ گئے تھے اور خود پانی کی مشک بھر کر لاتی تھیں جس کی وجہ سے سینہ پر مشک کی رسی کے نشان پڑ گئے تھے اور گھر کی جھاڑو وغیرہ بھی خود ہی دیتی تھیں جس کی وجہ سے تمام کپڑے میلے کچیلے رہتے تھے۔ ایک مرتبہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کچھ غلام باندیاں آئیں۔ میں نے فاطمہؓ سے کہا کہ تم بھی جا کر حضورؐ سے ایک خدمت گار مانگ لوتا کہ تم کو کچھ مدد مل جاوے۔ وہ حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوئیں وہاں مجمع تھا اور شرم مزاج میں بہت زیادہ تھی اس لئے شرم کی وجہ سے سب کے سامنے باپ سے بھی مانگتے ہوئے شرم آئی۔ واپس آ گئیں۔ دوسرے دن حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم خود تشریف لائے ارشاد فرمایا کہ فاطمہ کل تم کس کام کے لئے گئیں تھیں۔ وہ شرم کی وجہ سے چپ ہو گئیں۔ میں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہؐ ان کی یہ حالت ہے کہ چکی کی وجہ سے ہاتھوں میں گٹے پڑ گئے اور مشک کی وجہ سے سینہ پر رسّی کے نشان ہو گئے۔ ہر وقت کے کاروبار کی وجہ سے کپڑے میلے رہتے ہیں۔ میں نے ان سے کل کہا تھا کہ آپؐ کے پاس خادم آئے ہوئے ہیں ایک یہ بھی مانگ لیں اس لئے گئیں تھیں۔ بعض روایات میں آیا ہے کہ

حضرت فاطمہؓ نے عرض کیا کہ یارسول اللہ ؐمیرے اور علیؓ کے پاس ایک ہی بستر ہے اور وہ بھی مینڈھے کی ایک کھال ہے رات کو اس کو بچھا کر سو جاتے ہیں۔صبح کو اسی پر گھاس دانہ ڈال کر اونٹ کو کھلاتے ہیں۔حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ بیٹی صبر کرو۔حضرت موسیٰ اور ان کی بیوی کے پاس دس برس تک ایک ہی بچھونا (بستر) تھا وہ بھی حضرت موسیٰ کا چوغہ تھا۔رات کو اسی کو بچھا کر سو جاتے تھے۔تقوی حاصل کرو اور اللہ سے ڈرو اور اپنے پروردگار کا فریضہ ادا کرتی رہو اور گھر کے کاروبار کو انجام دیتی رہو اور جب سونے کے واسطے لیٹا کرو تو سبحان اللہ ۳۳ مرتبہ الحمدللہ ۳۳ مرتبہ اور اللہ اکبر ۳۴ مرتبہ پڑھ لیا کرو۔ یہ خادم سے زیادہ اچھی چیز ہے۔حضرت فاطمہؓ نے عرض کیا میں اللہ سے اور اس کے رسولؐ سے راضی ہوں۔یعنی جو اللہ کی اور اس کے رسولؐ کی رضا میرے بارے میں ہو مجھے بخوشی منظور ہے۔ یہ تھی زندگی دو جہاں کے بادشاہ کی بیٹی کی۔(حکایات صحابہ)

حضرت امام حسنؓ کا بچپن میں علمی مشغلہ

سید السادات حضرت حسنؓ اللہ عنہ کی پیدائش جمہور کے قول کے موافق رمضان ۳ھ میں ہے۔اس اعتبار سے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے وقت ان کی عمر سات برس اور کچھ مہینوں کی ہوئی۔سات برس کی عمر ہی کیا ہوتی ہے جس میں کوئی علمی کمال حاصل کیا جاسکتا ہو لیکن اس کے باوجود حدیث کی کئی روایتیں ان سے نقل کی جاتی ہیں۔ابوالحوراءؒ ایک شخص ہیں انھوں نے حضرت حسنؓ سے پوچھا کہ تمھیں حضورؐ کی کوئی بات یاد ہے۔انھوں نے فرمایا ہاں میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جارہا تھا۔راستہ میں صدقہ کی کھجوروں کا ایک ڈھیر لگ رہا تھا۔میں نے اس میں سے ایک کھجور اٹھا کر منہ میں رکھ لی۔حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے کخ کخ (ہاہا) فرمایا اور میرے منہ سے نکال دی اور یہ ارشاد فرمایا کہ ہم صدقہ کا مال نہیں کھاتے اور میں نے پانچوں نماز حضورؐ سے سمجھی ہیں۔
حضرت حسنؓ فرماتے ہیں کہ مجھے وتر پڑھنے کے لئے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ دعا بتائی:

اللهم اهد نی فیمن هدیت وعا فنی فیمن عافیت وتولنی فیمن تولیت وبارك لی فیما اعطیت وقنی شر ما قضیت فانك تقضی ولا یقضی علیك انه لایذل من والیت تبارکت ربنا وتعالیت۔

ترجمہ: اے اللہ مجھے ہدایت فرما منجملہ ان کے جن کو تو نے ہدایت فرمائی اور مجھے عافیت عطا فرما ان لوگوں کے ذیل میں جن کو تو نے عافیت بخشی اور تو میرے کاموں کا متولی بن جا جہاں اور بہت سے لوگوں کا متولی ہے اور جو کچھ تو نے مجھے عطا فرمایا اس میں برکت عطا فرما اور جو کچھ تو نے مقدر فرمایا ہے اس کی برائی سے مجھے بچا کہ تو جو چاہے طے

فرماسکتا ہے۔ تیرے خلاف کوئی شخص کچھ بھی فیصلہ نہیں کرسکتا اور جس کا تو والی ہے وہ کبھی ذلیل نہیں ہوسکتا۔ تیری ذات بابرکت ہےاورسب سے بلند ہے۔

امام حسنؓ فرماتے ہیں کہ میں نے حضورؐ سے سنا کہ جوشخص صبح کی نماز کے بعدطلوع آفتاب تک اسی جگہ بیٹھا رہے وہ جہنم کی آگ سے نجات پائے گا۔

حضرت حسنؓ نے کئی حج پیدل کئے اورارشادفرماتے تھے کہ مجھےاس سےشرم آتی ہے کہ مرنے کے بعداللہ سے ملوں اوراس کے گھرپاؤں چل کرنہ گیاہوں۔نہایت حلیم مزاج اور پرہیزگار۔مسنداحمد میں متعددروایات ان سے نقل کی گئی ہیں اور صاحب تلقیح نے ان صحابہؓ میں ان کوذکرکیا ہےجس سے تیرہ حدیثیں روایات کی جاتی ہیں۔سات برس کی عمرکیا ہوتی ہےاس وقت اتنی احادیث کا یادرکھنا اورنقل کرنا حافظہ کا کمال ہےاورشوق کی انتہا۔افسوس ہے کہ ہم لوگ اپنے بچوں کوسات برس تک دین کی معمولی سی باتیں بھی نہیں بتاتے۔

حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کا مشغلہ

سیدالسادات حضرت حسینؓ اپنے بھائی حسنؓ سے بھی ایک سال چھوٹے تھےاس لئے ان کی عمرحضوراقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے وقت اور بھی کم تھی۔یعنی چھ برس اور چندمہینے کی تھی۔ چھ برس کا بچہ کیا دین کی باتوں کو محفوظ کرسکتا ہے۔لیکن امام حسینؓ کی روایتیں حدیث کی کتابوں میں نقل کی جاتی ہیں۔اورمحدثین نے اس جماعت میں ان کا شمارکیا ہےجن سے آٹھ حدیثیں منقول ہیں۔

امام حسینؓ فرماتے ہیں کہ میں نے حضوراقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا کہ کوئی مسلمان مردہویاعورت اس کوکوئی مصیبت پہنچی ہوپھروہ عرصہ کے بعدیادآئے اوریادآنے پربھی انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھےتواس کواس وقت بھی اتنا ہی ثواب پہنچے گا جتنا کہ مصیبت کے وقت پہنچا تھا۔

یہ بھی حضورؐ کاارشادہے کہ میری امت جب دریاپرسوارہواورسوارہوتے وقت بسم اللہ مجریھا ومرساھا ان ربی لغفور الرحیم پڑھےتو یہ ڈوبنے سےامن کاذریعہ ہے۔

حضرت حسینؓ نے پچیس حج پیدل کئے ہیں۔نمازاورروزہ کی بھی بہت کثرت فرماتے تھےاورصدقہ اور دین کے ہرکام میں کثرت کااہتمام تھا۔

ربیعہؓ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت حسینؓ سے پوچھا کہ حضورؐ کی کوئی بات آپ کو یاد ہے۔انھوں نے فرمایاہاں میں ایک کھڑکی پرچڑھاجس میں کھجوریں رکھی تھیں اس میں سے ایک کھجور میں نے منہ میں رکھ لی۔حضورؐ نے فرمایا

اس کو پھینک دو، ہم پر صدقہ جائز نہیں۔

حضرت حسینؓ سے حضورؐ کا یہ ارشاد بھی منقول ہے کہ آدمی کے اسلام کی خوبی یہ ہے کہ بے کار کاموں میں مشغول نہ ہو۔ ان کے علاوہ اور بھی متعدد روایات آپؓ سے منقول ہیں۔ (حکایات صحابہ)

حضرت جعفرؓ کا قصہ

حضرت جعفرؓ طیار حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا زاد بھائی اور حضرت علی کے حقیقی بھائی ہیں۔ اوّل تو یہ سارا ہی گھرانہ اور خاندان بلکہ آل اولاد سخاوت، کرم، شجاعت، بہادری میں ممتاز رہے اور ہیں لیکن حضرت جعفر مساکین کے ساتھ خاص تعلق رکھتے تھے اور زیادہ اٹھنا بیٹھنا غربا ہی کے ساتھ ہوتا تھا۔ کفار کی تکالیف سے تنگ ہوکر اول حبشہ کی ہجرت کی اور کفار نے وہاں بھی پیچھا کیا تو نجاشی کے یہاں اپنی صفائی پیش کرنا پڑی وہاں سے واپسی پر مدینہ طیبہ کی ہجرت کی اور غزوۂ موتہ میں شہید ہوئے۔ ان کے انتقال کی خبر پر حضورؐ ان کے گھر تعزیت کے طور پر تشریف لے گئے اور ان کے صاحبزادوں عبداللہ اور عون اور محمد کو بلایا وہ سب کم عمر تھے، ان کے سر پر ہاتھ پھیرا اور برکت کی دعا فرمائی۔ ساری ہی اولاد میں باپ کا رنگ تھا۔ مگر عبداللہ میں سخاوت کا مضمون بہت زیادہ تھا۔ اسی وجہ سے ان کا لقب قطب السخا، سخاوت کا قطب تھا۔ سات برس کی عمر میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت ہوئی۔ انہی عبداللہ بن جعفر سے کسی شخص نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے یہاں سفارش کرائی۔ ان کی سفارش پر اس کا کام ہوگیا تو اس نے نذرانہ کے طور پر چالیس ہزار درہم بھیجے انہوں نے واپس کردیئے کہ ہم لوگ اپنی نیکی کو فروخت نہیں کیا کرتے۔ ایک مرتبہ کہیں سے دو ہزار درہم نذرانہ میں آئے اسی مجلس میں تقسیم فرمادئے۔ ایک تاجر بہت سی شکر لے کر آیا بازار میں فروخت نہ ہوئی۔ اس کو فکر و رنج ہوا۔ عبداللہ بن جعفر نے اپنے کارندوں سے کہا کہ ساری شکر اس سے خرید لو اور لوگوں میں مفت لٹا دو۔ رات کو قبیلہ میں جو مہمان آجاتا تھا وہ ان کے یہاں سے کھانا پینا ہر قسم کی ضروریات پوری کرتا۔ حضرت زبیرؓ ایک لڑائی میں شریک تھے۔ ایک دن اپنے بیٹے عبداللہ کو وصیت فرمائی کہ میرا خیال یہ ہے کہ آج میں شہید ہوجاؤں گا۔ تم میرا قرضہ ادا کردینا اور فلاں فلاں کام کرنا۔ یہ وصیتیں کر کے اسی دن شہید ہوگئے۔ صاحبزادے نے جب قرضہ کو جوڑا تو بائیس لاکھ درہم تھے اور یہ قرضہ بھی اس طرح ہوا تھا کہ امانت دار بہت مشہور تھے۔ لوگ اپنی اپنی امانتیں کثرت سے رکھتے تھے۔ یہ فرمادیتے کہ رکھنے کی جگہ تو میرے پاس نہیں یہ رقم قرض ہے۔ جب تمہیں ضرورت ہو لے لینا۔ یہ کہہ کر اس کو صدقہ کردیتے اور یہ بھی وصیت کی کہ جب کوئی مشکل پیش آئے تو میرے مولیٰ سے کہہ دینا۔ عبداللہؓ کہتے ہیں کہ میں مولی کو نہ سمجھا میں نے پوچھا کہ آپ کے

مولیٰ کون؟ فرمایا کہ اللہ تعالی چنانچہ حضرت عبداللہؓ نے تمام قرضہ ادا کیا۔ کہتے ہیں کہ جب کوئی دقت پیش آتی میں کہتا کہ اے زبیر کے مولیٰ فلاں کام نہیں ہوتا وہ فوراً ہو جاتا۔ یہ عبداللہ بن زبیرؓ کہتے ہیں کہ میں نے ایک مرتبہ عبداللہ بن جعفرؓ سے کہا کہ میرے والد کے قرضہ کی فہرست میں تمہارے ذمہ دس لاکھ درہم لکھے ہیں۔ کہنے لگے کہ جب چاہو لے لواس کے بعد معلوم ہوا کہ مجھ سے غلطی ہوئی میں دوبارہ گیا۔ میں نے کہا وہ تمہارے ان کے ذمہ ہیں۔ کہنے لگے میں نے معاف کر دئے۔ میں نے کہا کہ میں معاف نہیں کراتا انہوں نے کہا جب تمہیں سہولت ہو دے دینا۔ میں نے کہا اس کے بدلے میں زمین لے لو۔ غنیمت کے مال میں زمین بہت سی آئی ہوئی تھی۔ عبداللہؓ بن جعفر نے کہا اچھا۔ میں نے ایک زمین ان کو دیدی جو معمولی حیثیت کی تھی۔ پانی وغیرہ بھی اس میں نہیں تھا۔ انہوں نے فوراً قبول کر لی اور غلام سے کہا کہ اس زمین میں مصلی بچھا دے۔ دو رکعت نماز وہاں پڑھی اور بہت دیر تک سجدے میں پڑے رہے اور نماز سے فارغ ہو کر غلام سے کہا کہ اس جگہ کو کھودو۔ اس نے کھودنا شروع کیا۔ ایک پانی کا چشمہ وہاں سے ابلنے لگا۔ ان حضرات صحابہؓ کے یہاں یہ اور اس قسم کی چیزیں جو اس باب میں دیکھی گئیں کوئی بڑی بات نہ تھی۔ ان حضرات کی عام عادتیں ایسی ہی تھیں۔ (حکایات صحابہ)

حضرت علیؓ کی نماز

حضرت علیؓ کی عادت شریفہ یہ تھی کہ جب نماز کا وقت آجاتا تو بدن میں کپکپی طاری ہو جاتی اور چہرہ زرد ہو جاتا۔ کسی نے پوچھا کہ کیا بات ہے؟ فرمایا: اس امانت کا وقت ہے جس کو اللہ جل شانہ نے آسمانوں اور زمین اور پہاڑوں پر اتارا تو وہ اس کے تحمل سے عاجز ہو گئے اور میں نے اس کا تحمل کیا ہے۔ (حکایات صحابہ)

انتخاب کتاب فضائل صدقات

(۱) حضرت امام حسنؓ کی خدمت میں ایک شخص حاضر ہوئے اور اپنی حاجت پیش کر کے کچھ مدد چاہی اور سوال کیا آپ نے فرمایا تیرے سوال کی وجہ سے جو مجھ پر حق قائم ہو گیا ہے وہ میری نگاہ میں بہت اونچا ہے اور تیری جو مدد مجھے کرنا چاہئے وہ میرے نزدیک بہت زیادہ مقدار ہے اور میری مالی حالت اس مقدار کے پیش کرنے سے عاجز ہے جو تیری شان کے مناسب ہو اور اللہ کے راستہ میں جو آدمی جتنا بھی زیادہ سے زیادہ خرچ کرے وہ کم ہے۔ لیکن میں کیا کروں میرے پاس اتنی مقدار نہیں جو تیرے سوال کے شکر میں مناسب ہو اگر تو اس کے لئے تیار ہو کہ جو میرے پاس موجود ہے اس کو تو خوشی سے قبول کرے اور مجھے اس پر مجبور نہ کرے کہ میں اس مقدار کو کہیں سے حاصل

کروں جو تیرے مرتبہ کے مناسب ہو اور تیرا جو حق مجھ پر واجب ہو گیا ہے اس کو پورا کر سکے تو میں بخوشی حاضر ہوں۔ اس سائل نے کہا، اے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بیٹے! میں جو کچھ آپ دیں گے اسی کو قبول کرلوں گا اور اس پر شکر گذار ہوں گا اور اس سے زیادہ نہ کرنے میں آپ کو معذور سمجھوں گا۔ اس پر حضرت حسنؓ نے اپنے خزانچی سے فرمایا کہ ان تین لاکھ درہموں میں سے جو تمہارے پاس رکھوائے تھے، جو بچے ہوں لے آؤ۔ وہ پچاس ہزار درہم لائے (کہ اس کے علاوہ سب خرچ ہو چکے تھے) حضرت حسنؓ نے فرمایا کہ پانچ سو دینار (اشرفیاں) اور بھی تو کہیں تھے؟ خزانچی نے عرض کیا کہ وہ بھی موجود ہیں۔ آپ نے فرمایا وہ بھی لے آؤ۔ جب یہ سب کچھ آ گیا تو اس سائل سے کہا کہ کوئی مزدور لے آؤ جو ان کو تمہارے گھر تک پہنچا دے۔ وہ دو مزدور لے کر آئے۔ حضرت حسنؓ نے وہ سب کچھ ان کے حوالہ کر دیا اور اپنے بدن مبارک سے چادر اتار کر مرحمت فرمائی کہ ان مزدوروں کی مزدوری بھی تمہارے گھر تک پہنچانے میں میری ہی ذمہ داری ہے۔ لہذا یہ چادر فروخت کر کے ان کی مزدوری میں دیدینا۔ حضرت حسنؓ کے غلاموں نے عرض کیا کہ ہمارے پاس تو کھانے کے لئے ایک درہم بھی باقی نہیں رہا۔ آپ نے سب کا سب ہی دیدیا۔ حضرت حسنؓ نے فرمایا کہ مجھے اللہ تعالی کی ذات سے اس کی قوی امید ہے کہ وہ اپنے فضل سے مجھے اس کا بہت ثواب دے گا۔ یہ سب کچھ دیدینے کے بعد جب کہ آپ کے پاس کچھ بھی نہ رہا اور مقدار بھی اتنی زیادہ تھی پھر بھی اس کا قلق اور اس کی ندامت تھی کہ سائل کا حق ادا نہ ہو سکا۔

(۲) حضرت ابن عباسؓ سے نقل کیا گیا کہ حضرت حسنؓ، حضرت حسینؓ ایک مرتبہ بہت بیمار ہو گئے، تو حضرت علیؓ اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے نذر (منت) مانی کہ اگر یہ تندرست ہو جائیں تو شکرانہ کے طور پر تین روزے دونوں حضرات رکھیں گے۔ اللہ تعالیٰ جلّ شانہ کے فضل سے صاحبزادوں کو صحت ہو گئی ان حضرت نیروزے رکھنے شروع فرمادیے مگر گھر میں نہ سحری کے لئے کچھ تھا نہ افطار کے لئے، فاقہ پر روزہ شروع کر دیا۔ صبح کو حضرت علی کرم اللہ وجہہ ایک یہودی کے پاس تشریف لے گئے جس کا نام شمعون تھا کہ اگر تو کچھ اون دھاگہ بنانے کے لئے اجرت پر دیدے تو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹی اس کام کو کر دے گی، اس نے اون کا ایک گٹھر تین صاع جو کی اجرت طے کر کے دیدیا۔ حضرت فاطمہ نے اس میں سے ایک تہائی کاتا اور ایک صاع جو اجرت کے لے کر ان کو پیسا اور پانچ نان (روٹی) اس کے تیار کئے ایک ایک اپنے لئے دو دونوں صاحبزادوں کے لئے اور ایک باندی کے لئے، جس کا نام فضہ تھا۔ روزہ میں دن بھر کی مزدوری اور محنت کے بعد جب حضرت علی کرم اللہ وجہہ حضورؐ کی ساتھ مغرب کی نماز پڑھ کر لوٹے اور کھانا کھانے کے لئے دسترخوان بچھایا گیا۔ حضرت علیؓ نے ٹکڑا توڑا ہی تھا کہ ایک فقیر نے دروازہ سے

آواز دی کہ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر والو میں ایک فقیر مسکین ہوں مجھے کھانا دو۔ اللہ جل شانہ تمہیں جنت کے دسترخوان پر کھانا کھلائے۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے ہاتھ روک لیا۔ حضرت فاطمہؓ سے مشورہ کیا، انہوں نے فرمایا ضرور دیدیجئے۔ وہ سب روٹیاں اس کو دیدیں اور گھر والے سب فاقہ سے رہے اسی حال میں دوسرے دن کا روزہ شروع کر دیا۔ دوسرے دن میں پھر حضرت فاطمہؓ نے دوسری تہائی اون کاتی اور ایک صاع جو کا اجرت لے کر اس کو پیسا، روٹیاں پکائیں۔ اور جب حضرت علی کرم اللہ وجہہ حضورؐ کے ساتھ مغرب کی نماز پڑھ کر تشریف لائے اور سب کے سب کھانے کے لئے بیٹھے تو ایک یتیم نے دروازے سے سوال کیا اور اپنی تنہائی اور فقر کا اظہار کیا۔ ان حضرات نے اس دن کی روٹیاں اس کے حوالہ کر دیں، اور خود پانی پی کر تیسرے دن کا روزہ شروع کر دیا۔ اور صبح کو حضرت فاطمہؓ نے اون کا باقی حصہ کاتا اور ایک صاع جو کا جورہ گیا تھا وہ لے کر پیسا، روٹیاں پکائیں اور مغرب کی نماز کے بعد جب کھانے بیٹھے تو ایک قیدی نے آکر آواز دی اور اپنی سخت حاجت اور پریشانی کا اظہار کیا۔ ان حضرات نے اس دن کی روٹیاں اس کو دے دیں اور خود فاقہ سے رہے۔ چوتھے دن صبح کا روزہ تو تھا نہیں لیکن کھانے کو بھی کچھ نہیں تھا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ دونوں صاحبزادوں کو لے کر حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے، بھوک اور ضعف کی وجہ سے چلنا بھی مشکل ہو رہا تھا۔ حضورؐ نے حضرت علیؓ سے فرمایا کہ تمہاری تکلیف اور تنگی دیکھ کر مجھے بہت ہی تکلیف ہوتی ہے۔ چلو فاطمہ کے پاس چلیں۔ حضورؐ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے پاس تشریف لائے وہ نماز پڑھ رہی تھیں۔ بھوک کی شدت سے آنکھیں گڑ گئیں تھیں، پیٹ کمر سے لگ رہا تھا، حضورؐ نے ان کو اپنے سینے سے لگایا اور حق تعالیٰ شانہ سے فریاد کی اس پر حضرت جبرئیل علیہ السلام سورہ دہر کی آیت ویطعمون الطعام علی حبه مسکیناً ویتیماً واسیرا لے کر آئے اور اس پروانۂ خوشنودی کی مبارکباد دی۔ علامہ سیوطیؒ نے درمنثور میں بروایت ابن مردویہ حضرت ابن عباسؓ سے مختصراً یہ مضمون نقل کیا ہے کہ یہ آیتیں حضرت علیؓ اور حضرت فاطمہؓ کی شان میں نازل ہوئی ہیں۔

(۳) کہتے ہیں کہ ہشام بن عبد الملک جبکہ وہ شاہزادہ تھا اور خود اس وقت تک بادشاہ نہیں بنا تھا حج کو گیا اور طواف کرتے ہوئے اس نے حجر اسود کو بوسہ دینے کا ارادہ کیا اور انتہائی کوشش کے باوجود ہجوم کی کثرت سے اس پر قدرت نہ ہوئی اتنے میں حضرت زین العابدین علی بن الامام حسینؓ طواف کرتے ہوئے حجر اسود پر پہونچے تو ایک دم سارا مجمع ٹھہر گیا اور ان کے راستہ سے ادہر ادہر ہو گیا وہ اطمینان سے بوسہ دے کر چل دیئے کسی نے ہشام سے پوچھا یہ کون شخص ہیں (جس کا اعزاز شاہزادہ سے بھی زیادہ ہے) ہشام نے کہہ دیا کہ میں نہیں جانتا علماء نے لکھا ہے کہ وہ جان بوجھ کر انجان بن کر انکار کرتا تھا تاکہ اس کے مصاحبین وغیرہ جو شام سے اس کے ساتھ آئے ہوئے تھے ان کے دل

میں حضرت زین العابدین کی وقعت زیادہ پیدا نہ ہو اور یہ بنو امیہ اہل بیت کی وقعت کو گوارا نہ کرتے تھے، فرزدق جو عرب کا مشہور شاعر ہے وہ بھی وہاں کھڑا تھا اس نے کہا میں ان کو جانتا ہوں پھر اس نے چند شعر پڑھے۔

هذا ابن خير عباد الله كلهم
هذا التقى النقى الطاهر العلم

''یہ اللہ کے بندوں میں سے بہترین کی اولاد ہے یہ متقی پاک صاف اور سردار ہے''۔

هذا الذى تعرف البطحاء وطأته
والبيت يعرفه الحل و الحرام

''یہ وہ شخص ہے جسکے قدم کو سارا مکہ جانتا ہے، یہ وہ شخص ہے جس کو بیت اللہ جانتا ہے۔ اس کو حل و حرم پہچانتے ہیں''۔

يكاد يمسكه عرفان راحته
ركن الحطيم اذا ماجاء يستلم

''یہ وہ شخص ہے کہ جب حجر اسود کا بوسہ دینے کے لئے اس کے قریب جائے تو اس کے ہاتھوں کو پہچان کر قریب ہے کہ حجر اسود کا کونہ اس کے ہاتھوں کو پکڑ لے''۔

(اس صورت میں ہاتھوں کی خصوصیت اس وجہ سے کی ہے کہ حجر اسود کے بوسہ کے وقت دونوں ہاتھ اس کونے پر رکھے جاتے ہیں۔ اس مطلب کے موافق رکن الحطیم سے مجازا رکن کعبہ مراد ہوگا اور ہوسکتا ہے کہ یہ ترجمہ کیا جائے کہ جب یہ شخص طواف کرتے ہوئے حطیم کی طرف پہونچتا ہے تو قریب ہے کہ حطیم والا کونہ اس کے ہاتھوں کو پہچان کر ان کو پکڑ لے اس مطلب کے موافق رکن الحطیم اپنے ظاہر پر ہوگا اور ہاتھوں کے پہچاننے کی خصوصیت عطا اور جود کی کثرت کی طرف اشارہ ہوگا)۔

ما قال لاقط الا فى تشهده
لو لا التشهد كانت لاء ه نعم

''یہ وہ شخص ہے جس نے کبھی لا نہیں کہا لا کے معنی نہیں کے ہیں یعنی کبھی کسی مانگنے والے کو انکار نہیں کیا اور بجز کلمہ طیبہ کے کہ اس میں لا الہٰ میں لا کہنا پڑتا ہے اس کی مجبوری ہے اور یہ ہر التحیات میں پڑھا جاتا ہے اگر یہ مجبوری نہ ہوتی تو اس کی زبان سے لا کبھی نہ نکلتا''۔

اذا رأته قريش قال قائلها

الی مكارم هذا ينتهی الكرم

''جب قبیلہ قریش جو کرم میں مشہور قبیلہ ہے اس کو دیکھتا ہے تو کہنے والا بیساختہ کہہ دیتا ہے کہ اس کے اخلاق پر کرم کا منتہا ہے یعنی اس سے زیادہ کریم کوئی نہیں''۔

ان عدا اهل التقى كانو ائمتهم

او قيل من خير اهل الارض قيلهم

''جب کہیں اہل تقویٰ کا شمار ہونے لگے تو یہی لوگ اس میں بھی مقتدا ہوں گے اور جب یہ پوچھا جائے کہ دنیا کی بہترین ہستیاں کون ہیں تو انھیں لوگوں کی انگلیاں اٹھیں گی''۔

هذا ابن فاطمة ان كنت جاهله

بجده انبياء الله قد ختموا

'' اوہشام اگر تو اس سے جاہل ہے تو سن کہ یہ فاطمہؑ کی اولاد ہیں اور اسی کے دادا (صلی اللہ علیہ وسلم) پر نبوت ختم کر دی گئی''۔

وليس قولك من هذا بضائره

العرب تعرف من انكرت والعجم

''تیرا یہ کہنا کہ یہ کون ہے اس کو عیب نہیں لگاتا جس کے پہچاننے سے تو نے انکار کر دیا اس کو عرب جانتا ہے عجم جانتا ہے''۔

يغضى حياء ويغضى من مهابته

فلا يكلم الا حين يبتسم

''یہ وہ شخص ہے جو شرم کی وجہ سے اپنی آنکھ نیچے رکھتا ہے اور ساری دنیا اس کی عظمت اور ہیبت سے آنکھ نیچے رکھتی ہے کوئی شخص اس کے سامنے اس وقت تک رعب کی وجہ سے بات نہیں کر سکتا جب تک کہ خندہ پیشانی سے پیش نہ آئے''۔

اشعار کا ترجمہ ختم ہوگیا۔ صاحب روض نے اتنے ہی اشعار نقل کئے ہیں یہ قصیدہ بڑا ہے اور بہت سے اشعار شاعر نے ان کی اور اس خاندان کی فضیلت میں برجستہ کہے ہیں، وفیات الاعیان، مرآۃ الجنان حیوۃ الحیوان وغیرہ

میں اس قصیدہ کو ذکر کیا ہے درر نضید اس قصیدہ کی مستقل شرح ہے اس میں نقل کیا ہے کہ ہشام نے اس قصیدہ کو سن کر غصہ میں آ کر فرزدق کو قید کرا دیا۔

درحقیقت حضرت زین العابدینؒ کی عبادت اور جود و کرم اتنے بڑھے ہوئے تھے کہ ان کے واقعات کا اختصار بھی دشوار ہے رات دن میں ایک ہزار رکعت نفل پڑھا کرتے تھے۔ اور جب وضو کرتے تو چہرہ کا رنگ زرد ہو جاتا تھا اور جب نماز کو کھڑے ہوتے تو بدن پر کپکپی آ جاتی کسی نے اس کی وجہ پوچھی تو فرمایا کہ تمہیں خبر نہیں کہ کس پاک ذات کے سامنے کھڑا ہوتا ہوں ایک مرتبہ سجدے میں تھے کہ گھر میں آگ لگ گئی لوگوں نے شور مچایا اے رسول اللہ کے بیٹے آگ لگ گئی آگ آگ، مگر یہ اطمینان سے نماز پڑھتے رہے جب فارغ ہوئے تو آگ بجھ بجھا چکی تھی کسی نے ان سے پوچھا تو فرمایا کہ اس سے زیادہ سخت آگ (یعنی جہنم کی آگ) کے خوف نے اس کی طرف متوجہ نہ ہونے دیا آپ کا معمول تھا کہ رات کو اندھیرے میں پوشیدہ لوگوں کے گھروں پر جا کر ان کی اعانت فرمایا کرتے تھے اور بہت سے گھرانے ایسے تھے جن کا گذارا آپ کی امداد پر تھا اور ان کو یہ بھی پتا نہ چلتا تھا کہ یہ کون شخص ہے جب آپ کا انتقال ہوا تو معلوم ہوا کہ سو گھر مدینہ میں ایسے تھے جن پر آپ خرچ فرمایا کرتے تھے (روض) ایسی حالت میں فرزدق جو کہے وہ صحیح ہے۔ حضرت امام مالکؒ کا ارشاد ہے کہ خاندان نبوت میں حضرت زین العابدین جیسا شخص کوئی بھی نہ تھا (یعنی اپنے زمانہ میں) یحییٰ بن سعید کہتے ہیں کہ ہاشمی خاندان میں جتنے حضرات کا زمانہ میں نے پایا ہے ان میں آپ افضل ترین شخص تھے۔ سعید بن المسیبؒ کہتے ہیں کہ آپ سے زیادہ متقی میں نے نہیں دیکھا۔ ان حالات پر بھی جب آپ حج کو تشریف لے گئے اور احرام باندھنے کا وقت آیا تو آپ کا چہرہ زرد ہو گیا اور لبیک نہ کہہ سکے۔ لوگوں نے پوچھا کہ آپ لبیک نہیں پڑھتے تو آپ نے فرمایا مجھے یہ خوف ہے، کہیں جواب میں لا لبیک نہ کہہ دیا جائے مگر جب لوگوں نے اصرار کیا کہ احرام کے وقت لبیک کہنا ضروری ہے تو آپ نے لبیک پڑھا اور بیہوش ہو کر سواری پر سے گر پڑے اور حج کے ختم تک یہی صورت رہی کہ جب لبیک کہتے یہی حالت ہوتی۔ حضرت امام مالکؒ سے نقل کیا گیا ہے کہ جب حضرت زین العابدین نے احرام باندھا اور لبیک کہنے کا ارادہ کیا تو بیہوش ہو کر اونٹنی پہ سے گر گئے اور ہڈی ٹوٹ گئی (تہذیب التہذیب) حضرت زین العابدین سے بڑی حکمت کے ارشادات کتابوں میں نقل کئے گئے آپ کا ارشاد ہے کہ اللہ جل شانہ کی عبادت بعض لوگ اس کے خوف سے کرتے ہیں یہ غلاموں کی عبادت ہے کہ ڈنڈے کے زور سے کام کریں) اور بعض لوگ اس کے انعامات کے واسطے کرتے ہیں یہ تاجروں کی عبادت ہے (کہ ہر کام میں کمائی کی فکر ہے)۔

احرار کی عبادت یہ ہے کہ اس کے شکر میں عبادت کریں۔ آپ کے صاحبزادہ حضرت باقرؒ فرماتے ہیں کہ مجھے میرے والد حضرت زین العابدینؒ نے وصیت فرمائی ہے کہ پانچ قسم کے آدمیوں کے پاس مت لگنا حتی کہ راستے چلتے بھی ان کا رفیق سفر نہ بننا ایک فاسق شخص کہ وہ ایک لقمے کے بدلے میں تجھے بیچ دے گا بلکہ ایک لقمہ سے کم میں بھی بیچ دے گا میں نے عرض کیا کہ ایک لقمے سے کم کا کیا مطلب، فرمایا کہ محض اس امید پر کہ لقمہ کسی سے مل جائے پھر اس کی امید پوری بھی نہ ہو۔ دوسرے بخیل کے پاس نہ لگنا کہ وہ تیری سخت حاجت کے وقت بھی تجھ سے کنارہ کشی کرے گا۔ تیسرے جھوٹ بولنے والا شخص کہ وہ بمنزلہ اس بالو کے ہے جو دور سے پانی معلوم ہوتا ہو وہ قریب آنے والوں کو دور بتائے گا دور ہونے والی چیزوں کو قریب کر کے بتائے گا۔ چوتھے بے وقوف احمق سے دور رہنا کہ وہ نفع پہنچانے کا ارادہ کرے گا اور نقصان پہنچادے گا اسی وجہ سے کہا گیا ہے کہ سمجھدار دشمن نادان دوست سے بہتر ہے۔ پانچویں اس سے دور رہنا جو اپنے رشتے داروں سے قطع رحمی کرتا ہو اسلئے کہ میں نے ایسے شخص کو قرآن پاک میں تین جگہ ملعون پایا ہے۔ (روض)

(۴) حضرت امام زین العابدین کے صاحبزادہ حضرت امام باقر محمد بن علیؒ جب حج کو تشریف لے گئے اور بیت اللہ شریف پر نظر پڑی تو اتنے زور سے روئے کہ چیخیں نکل گئیں لوگوں نے کہا کہ سب لوگوں کی نظریں ادھر ہی لگ گئیں آپ چیخیں نہ ماریں فرمایا کہ شاید اللہ جل شانہ میرے رونے کی وجہ سے رحمت کی نظر فرمادے جس کی وجہ سے کل قیامت کے دن کامیاب ہوجاؤں اس کے بعد طواف کیا اور طواف کے بعد مقام ابراہیم پر جا کر نفلیں پڑھیں تو سجدہ کی جگہ آنسوؤں کی وجہ سے بھیگ گئی تھی آپ نے اپنے ایک ساتھی سے فرمایا کہ مجھے سخت رنج ہے اور میرا دل سخت فکر میں مشغول ہے کسی نے پوچھا کہ آپ کو کس چیز کا رنج ہے فرمایا کہ جس کے دل میں اللہ کا خالص دین داخل ہوجائے اسکو اللہ کے ماسوا سے خالی کر دیتا ہے اور دنیا ان چیزوں کے علاوہ اور کیا چیز ہے یہی سواری ہے جس پر سوار ہو کر آئے ہو یہی کپڑا ہے جس کو پہن رکھا ہے یہی بیوی ہے جو مل گئی ہے یہی کھانا ہے جو کھایا ہے (روض)

(۵) حضرت لیث بن سعدؒ کہتے ہیں کہ میں ایک سو تیرہ ہجری (۱۱۳ھ) میں پیدل حج کو گیا جب میں مکہ مکرمہ پہنچ گیا تو عصر کی نماز کے وقت جبل ابوقبیس پر چڑھ گیا وہاں میں نے ایک صاحب کو بیٹھے دیکھا وہ دعا مانگ رہے ہیں اور یا رب یارب اتنی مرتبہ کہا کہ دم گھٹنے لگا پھر انہوں نے یارباہ یارباہ اسی طرح کہا کہ دم نکلنے لگا پھر اسی طرح یا اللہ یااللہ کہتے رہے کہ دم گھٹنے لگا پھر اسی طرح یاحی یاحی لگاتار کہتے رہے پھر اسی طرح یارحمن یا رحمن پھر یا رحیم یارحیم اسی طرح کہا کہ دم گھٹنے لگا پھر یا ارحم الرحمین بھی اسی طرح کہا

کہ سات مرتبہ دم گھٹنے لگا۔ اس کے بعد وہ کہنے لگے یــا اللــہ میرا انگور کو جی چاہ رہا ہے وہ عطا فرما اور میری چادریں پرانی ہوگئیں۔لیثؒ کہتے ہیں کہ خدا کی قسم ان کی زبان سے یہ لفظ پورے نکلے بھی نہیں تھے کہ میں نے ایک ٹوکری انگوروں سے بھری ہوئی رکھی دیکھی حالانکہ اس وقت روئے زمین پر کہیں انگور کا نشان بھی نہ تھا اور دو چادریں رکھی ہوئی دیکھیں انھوں نے انگور کھانے کا ارادہ کیا تو میں نے کہا میں بھی ان میں آپ کا شریک ہوں فرمایا کیسے میں نے کہا جب آپ دعا کر رہے تھے تو میں آمین آمین کہہ رہا تھا فرمانے لگے آؤ کھاؤ لیکن اس میں سے کچھ ساتھ نہ لے جانا میں آگے بڑھا اور ان کی ساتھ ایسی عجیب چیز کھائی کہ عمر بھر ایسی چیز نہ کھائی تھی وہ عجیب قسم کے انگور تھے کہ ان میں بیج بھی نہ تھا میں نے خوب پیٹ بھر کے کھائے مگر اس ٹوکری میں کچھ کمی نہ ہوئی پھر انہوں نے فرمایا کہ ان دونوں چادروں میں سے جو تمھیں پسند ہو لے لو میں نے کہا کہ چادر کی مجھے ضرورت نہیں ہے پھر فرمانے لگے ذرا سامنے سے ہٹ جاؤ میں ان کو پہن لوں میں پرے کو ہٹ گیا تو انھوں نے ایک چادر لنگی کی طرح باندھ لی دوسری اوڑھ لی اور جو چادریں پہلے سے پہنے ہوئے تھے ان کو ہاتھ میں لے کر پہاڑی سے نیچے اترے میں پیچھے ہولیا جب صفا مروہ کے درمیان پہنچے تو ایک سائل نے کہا کہ اے رسول اللہ کے بیٹے یہ کپڑا مجھے دے دیجئے اللہ جل شانہ آپ کو جنت کا جوڑا عطا فرمائے وہ دونو چادریں اس کو دے دیں۔ میں نے اس سائل کے قریب جا کر اس سے پوچھا کہ یہ کون ہے اس نے کہا حضرے امام جعفر صادق ہیں پھر ان کے پاس واپس آیا کہ ان سے کچھ سنوں گا مگر کہین پتہ نہ چلا۔(روض)

یہ حضرت امام باقرؒ کے صاحبزادہ ہیں۔حضرت امام مالکؒ فرماتے ہیں کہ میں بار ہا ان کی خدمت میں حاضر ہوا میں نے ہمیشہ تین عبادتوں میں سے کسی نہ کسی میں مشغول پایا نماز یا تلات یا روزہ اور بغیر وضو کے حدیث نقل نہ کرتے تھے (تہذیب التہذیب) سفیان ثوریؒ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت جعفر صادقؒ سے سنا فرماتے تھے کہ اس زمانہ میں سلامتی کم یاب ہوگئی اور اگر وہ کہیں مل سکتی ہے تو گوشۂ گمنامی میں ہے اور اگر اس میں نہیں (یعنی میسر نہ ہو سکے) تو پھر یکسوئی اور تنہائی میں تلاش کی جائے لیکن تنہائی گمنامی کے برابر نہیں ہوسکتی اور اگر وہاں بھی نہ ہو سکے تو چپ رہنے میں اور چپ رہنا تنہائی کی برابری نہیں کرسکتا اور اگر خاموشی میں بھی نہ ہوسکے تو پھر سلف صالح کے کلام میں اور سعید شخص وہ ہے جو اپنے نفس میں خلوت اور یکسوئی پائے حضرت جعفرؒ اپنے باپ دادا کی روایت سے حضورؐ کا ارشاد نقل کرتے ہیں کہ جس شخص پر اللہ جلّ شانہ کا کوئی انعام ہو اس کو ضروری ہے کہ اس کا شکر ادا کرے اور جس پر رزق میں تنگی ہو وہ استغفار کی کثرت کرے اور جسکو کوئی پریشانی لاحق ہو وہ لاحول پڑھا کرے۔(روض)

(۶) حضرت شقیق بلخیؒ فرماتے ہیں کہ میں ۱۴۹ھ میں حج کو جا رہا تھا، راستہ میں قادسیہ (ایک شہر کا نام ہے)

میں اترا میں لوگوں کی زیب زینت اور ان کا ہجوم اور کثرت دیکھ رہا تھا میری نظر ایک نوجوان خوبصورت پر پڑی کہ اس نے کپڑوں کے اوپر ایک بالوں کا کپڑا پہن رکھا تھا پاؤں میں جوتا بھی تھا اور سب سے علیحدہ بیٹھا تھا میں نے خیال کیا کہ یہ لڑکا صوفی قسم کے آدمیوں میں سے معلوم ہوتا ہے کہ راستہ میں دوسروں پر بوجھ ہی بنے گا میں اس کو جا کر فہمائش کروں اس خیال سے میں اس کے قریب گیا جب اس نے مجھے اپنی طرف آتے دیکھا کہنے لگا اے شقیق! اجتنبو اکثیرا من الظن ان بعض الظن اثم (حجرات) بدگمانی سے بچو بعض گمان گناہ ہوتے ہیں اور یہ کہہ کر مجھے چھوڑ کر چل دیا میں نے سوچا کہ یہ تو بڑی مشکل بات ہوگئی میرا نام لے کر (حالانکہ مجھ کو جانتا بھی نہیں) میرے دل کی بات کہہ کر چل دیا یہ تو کوئی واقعی بزرگ آدمی ہے میں اس کے پاس جا کر اپنے گمان کی معافی کراؤں میں جلدی اس کے پیچھے چلا مگر وہ میری نظروں سے غائب ہوگیا پتہ نہ چلا جب ہم واقصہ پہنچے تو دفعۃً اس پر نظر پڑی کہ وہ نماز پڑھ رہا ہے اور اس کا بدن کانپ رہا ہے اور آنسو بہہ رہے ہیں میں نے اس کو پہچان لیا اور اس کی طرف بڑھا تھا کہ اپنے اس گمان کی معافی کراؤں مگر میں نے اس کی نماز سے فراغت کا انتظار کیا اور جب وہ سلام پھیر کر بیٹھا تو میں اس کی طرف بڑھا جب اس نے مجھ کو اپنی طرف بڑھتے ہوئے دیکھا تو کہنے لگا اے شقیق پڑھو وانــی لـغفار لمن تاب وآمن وعمل صالحا ثم اهتدی (طہ ع ۴) ''اور بلاشبہ میں بڑا بخشنے والا ہوں ایسے لوگوں کا جو توبہ کرلیں اور ایمان لے آئیں اور پھر سیدھے راستے پر قائم رہیں۔'' یہ آیت پڑھ کر وہ پھر چل دیا میں نے کہا یہ شخص تو ابدال میں سے معلوم ہوتا ہے دو مرتبہ میرے دل کی بات پر متنبہ کر چکا پھر جب ہم زبالا میں پہنچے تو دفعۃً میری نظر اس جوان پر پڑی وہ ایک کنویں پر کھڑا ہے بڑا سا پیالہ اس کے ہاتھ میں ہے اور کنویں سے پانی لینے کا ارادہ کر رہا تھا کہ وہ پیالہ کنویں میں گر پڑا میں اس کی طرف دیکھ رہا تھا اس نے آسمان کی طرف دیکھا اور ایک شعر پڑھا جس کا ترجمہ ہے کہ تو ہی میرا پرورش کرنے والا ہے پانی سے اور تو ہی میری روزی (کا ذریعہ) ہے جب میں کھانے کا ارادہ کروں، اس کے بعد اس نے کہا اے میرے اللہ تجھے معلوم ہے اے میرے معبود میرے آقا کہ اس پیالہ کے سوا میرے پاس کچھ نہیں ہے پس اس پیالہ سے مجھے محروم نہ فرمایئے۔ شقیق کہتے ہیں خدا کی قسم میں نے دیکھا کہ کنویں کا پانی اوپر کو آگیا اس نے ہاتھ بڑھایا اور پیالہ پانی سے بھر کر نکال لیا اول وضو کیا اور چار رکعت نماز پڑھی اس کے بعد ریت کو اکٹھا کر کے ایک ایک مٹھی بھر کر اس پیالہ میں ڈالتا جاتا تھا اور اس کو ہلا کر پی رہا تھا میں اس کے قریب گیا اور سلام کیا اس نے سلام کا جواب دیا میں نے کہا اللہ نے جو نعمت تمہیں عطا کی ہے اس میں سے کچھ اپنا بچا ہوا مجھے بھی کھلا دیجئے کہنے لگا کہ شقیق اللہ جل شانہ کی ظاہری اور باطنی نعمتیں ہم پر رہی ہیں اپنے رب کے ساتھ نیک

گمان رکھو یہ کہہ کر وہ پیالہ مجھے دیدیا میں نے جو اس کو پیا تو خدا کی قسم اس میں ستو اور شکر گھلی ہوئی تھی اس سے زیادہ خوش ذائقہ اور اس سے زیادہ خوشبودار چیزیں میں نے کبھی نہیں کھائی تھی میں نے خوب پیٹ بھر کر پیا جس کی برکت سے کئی دن تک نہ تو مجھے بھوک لگی نہ پیاس لگی اس کے بعد مکہ مکرمہ داخل ہونے تک میں نے اسکو نہیں دیکھا جب ہمارا قافلہ مکہ مکرمہ پہونچ گیا تو میں نے قبۃ الشراب کے قریب ایک مرتبہ آدھی رات کے قریب نماز پڑھتے دیکھا بڑے خشوع سے نماز پڑھ رہا تھا اور خوب رو رہا تھا صبح تک اسی طرح نماز پڑھتا رہا جب صبح صادق ہوئی تو اسی جگہ بیٹھا تسبیح پڑھتا رہا اس کے بعد صبح کی نماز پڑھی اور پھر بیت اللہ کا طواف کیا پھر وہ باہر جانے لگا تو میں اس کے پیچھے لگ گیا باہر جا کر دیکھا تو راستہ میں جس حالت پر دیکھا تھا اس کے بالکل خلاف بڑے حشم وخدم اور غلام اس کے موجود ہیں چاروں طرف سے اس کو گھیر رکھا ہے سلام کر کے حاضر ہو رہے ہیں میں نے ایک شخص سے جو میرے قریب تھا دریافت کیا یہ بزرگ کون ہیں اس نے بتایا کہ یہ حضرت موسیٰ بن جعفر یعنی حضرت جعفر صادق کے صاحبزادے ہیں مجھے تعجب ہوا اور میں نے خیال کیا یہ عجائب واقعی ایسے ہی سید کے ہونے چاہئیں۔ (روض)

حافظ ابن حجر نے تہذیب میں لکھا ہے کہ حضرت موسیٰ کاظمؒ کے مناقب بہت ہیں ان حضرات کا تو پوچھنا ہی کیا ہے کہ یہ اس خاندان کے چاند سورج اور ستارے ہیں حق تعالیٰ شانہ نے اس خاندان ہی میں وہ خصوصی جوہر اور اخلاق کا کمال رکھا ہے جہاں تک ہم جیسوں کی پرواز بھی نہیں ہے سیّدوں کے خاندان کا معمولی آدمی بھی کوئی عجیب عادت اپنے اندر رکھتا ہی ہے۔

ایں خانہ ہمہ آفتاب است

(۷) ربیع بن سلیمان کہتے ہیں کہ میں حج کے لئے جا رہا تھا میرے ساتھ میرے بھائی تھے اور ایک جماعت تھی جب ہم کوفہ میں پہنچے تو وہاں ضروریات سفر خریدنے کے لئے بازار میں گھوم رہا تھا کہ ایک ویران سی جگہ میں ایک خچر مرا ہوا تھا اور ایک عورت جس کے کپڑے بہت پرانے بوسیدہ تھے چاقو لئے اس کے ٹکڑے گوشت کے کاٹ کاٹ کر ایک زنبیل میں رکھ رہی تھی مجھے یہ خیال ہوا کہ یہ مردار گوشت لے جا رہی ہے اس پر سکوت اختیار کرنا ہرگز نہ چاہئے عجب نہیں یہ کوئی بھٹیاری عورت ہے یہی پکا کر لوگوں کو کھلاوے گی میں چپکے سے اس کے پیچھے ہولیا اس طرح کہ وہ مجھے نہ دیکھے وہ عورت ایک بڑے مکان میں پہنچی جس کا دروازہ بھی اونچا تھا اس نے جا کر دروازہ کھٹکھٹایا اندر سے آواز آئی کون ہے اس نے کہا کھولو میں ہی بد حال ہوں دروازہ کھولا گیا اور اس میں سے چار لڑکیاں آئیں جن کے چہرے سے بدحالی اور مصیبت کے آثار ظاہر ہو رہے تھے وہ عورت اندر گئی اور وہ زنبیل ان لڑکیوں کے سامنے رکھ دی

میں کواڑوں کے درزوں سے جھانک رہا تھا میں نے دیکھا اندر سے گھر بالکل برباد اور خالی تھا اس عورت نے روتے ہوئے لڑکیوں کو آواز دی کہ لو اس کو پکا لو اور اللہ کا شکر ادا کرو اللہ تعالیٰ کا اپنے بندوں پر اختیار ہے اسی کے قبضہ میں لوگوں کے قلوب ہیں وہ لڑکیاں اس کو کاٹ کاٹ کر آگ پر بھوننے لگیں مجھے بہت ضیق ہوئی میں نے باہر سے آواز دی اے اللہ کی بندی اللہ کے واسطے اس کو نہ کھا وہ کہنے لگی تو کون ہے میں نے کہا میں ایک پردیسی آدمی ہوں کہنے لگی اے پردیسی تو ہم سے کیا چاہتا ہے ہم خود ہی مقدر کے قیدی ہیں تین سال سے ہمارا نہ کوئی معین نہ مددگار تو ہم سے کیا چاہتا ہے میں نے کہا مجوسیوں کا ایک فرقہ کے سوا مردار کا کھانا کسی مذہب میں جائز نہیں وہ کہنے لگی ہم خاندان نبوت کے شریف (سید) ہیں ان لڑکیوں کا باپ بڑا شریف تھا وہ اپنے ہی جیسوں سے ان کا نکاح کرانا چاہتا تھا اس کی نوبت ہی نہ آئی اس کا انتقال ہوگیا جو ترکہ اس نے چھوڑا تھا وہ ختم ہوگیا ہمیں معلوم ہے کہ مردار کھانا جائز نہیں لیکن اضطرار میں جائز ہوجاتا ہے ہمارا چار دن کا فاقہ ہے۔ ربیعؒ کہتے ہیں اس کے حالات سن کر مجھے رونا آ گیا اور میں روتا ہوا دل میں بیچین وہاں سے واپس ہوا اور میں نے اپنے بھائی سے آ کر کہا میرا ارادہ تو حج کا نہیں رہا اس نے مجھے بہت سمجھایا حج کے فضائل بتائے کہ حاجی ایسی حالت میں لوٹتا ہے کہ اس پر کوئی گناہ نہیں رہتا وغیرہ وغیرہ میں نے کہا بس لمبی چوڑی باتیں نہ کرو یہ کہہ کر میں نے اپنے کپڑے اور احرام کی چادریں اور جو سامان میرے ساتھ تھا وہ سب لیا اور نقد چھ سو درہم تھے وہ لئے اور ان میں سے سو درہم کا آٹا خریدا اور سو درہم کا کپڑا خریدا اور باقی درہم بچے وہ آٹے میں چھپا کر اس بڑھیا کے گھر پہونچا اور یہ سب سامان اور آٹا وغیرہ اس کو دیدیا اس عورت نے اللہ کا شکر ادا کیا اور کہنے لگی اے ابن سلیمان جا اللہ جل شانہ تیرے اگلے پچھلے سب گناہ معاف کردے اور تجھے حج کا ثواب عطا کرے اور اپنی جنت میں تجھے جگہ عطا فرمائے اور اس کا بدل عطا فرمائے جو تجھے بھی ظاہر ہوجائے سب سے بڑی لڑکی نے کہا اللہ جل شانہ تیرا اجر دوچند کرے اور تیرے گناہ معاف کرے۔ دوسری نے کہا اللہ جل شانہ تجھے اس سے بھی زیادہ عطا فرمائے جتنا تو نے ہمیں دیا، تیسری نے کہا حق تعالیٰ شانہ ہمارے دادے کے ساتھ تیرا حشر کرے چوتھی نے جو سب سے چھوٹی تھی کہا اے اللہ جس نے ہم پر احسان کیا تو اس کا نعم البدل اس کو جلدی عطا کر اور اس کے اگلے پچھلے گناہ معاف کر۔ ربیعؒ کہتے ہیں حجاج کا قافلہ روانہ ہوگیا میں کوفہ ہی میں مجبوراً پڑا رہا کہ وہ سب حج سے فارغ ہوکر لوٹ بھی آئے۔ مجھے خیال ہوا کہ ان حجاج کا استقبال کروں اس سے اپنے لئے دعا کراؤں کسی کی مقبول دعا مجھے بھی لگ جائے جب حجاج کا ایک قافلہ میری آنکھوں کے سامنے آ گیا تو مجھے اپنے حج سے محرومی پر بہت افسوس ہوا اور رنج کی وجہ سے میری آنکھوں سے آنسو نکل آئے جب میں ان سے ملا تو میں نے کہا اللہ جل شانہ تمہارا

حج قبول کرے اور تمہارے اخراجات کا بدل عطا فرمائے ان میں سے ایک نے کہا یہ دعا کیسی میں نے کہا ایسے شخص کی دعا جو دروازہ تک کی حاضری سے محروم رہا ہو وہ کہنے لگے بڑے تعجب کی بات ہے اب تو وہاں جانے سے انکار کرتا ہے تو ہمارے ساتھ عرفات کے میدان میں نہیں تھا تو نے ہمارے ساتھ رمی جمرات نہیں کی تو نے ہمارے ساتھ طواف نہیں کئے میں اپنے دل میں سوچنے لگا کہ یہ اللہ کا لطف ہے اتنے میں خود میرے شہر کے حاجیوں کا قافلہ آ گیا میں نے کہا حق تعالی شانہ تمہاری سعی مشکور فرمائے تمہارا حج قبول فرمائے وہ بھی یہی کہنے لگے کہ تو ہمارے ساتھ عرفات پر نہیں تھا یا رمی جمرات نہیں کی اب انکار کرتا ہے ان میں سے ایک شخص آگے بڑھا اور کہنے لگا بھائی اب انکار کیوں کرتے ہو کیا بات ہے آخر تم ہمارے ساتھ مکہ میں نہیں تھے یا مدینہ میں نہیں تھے جب ہم قبر اطہر کی زیارت کر کے باب جبرئیل سے باہر کو آ رہے تھے اس وقت اژدہام کی کثرت کی وجہ سے تم نے یہ تھیلی میرے پاس امانت رکھوائی تھی جس کی مہر پر لکھا ہوا ہے من عاملنا ربح (جو ہم سے معاملہ کرتا ہے نفع کماتا ہے) یہ تمہاری تھیلی واپس ہے ربیعؒ کہتے ہیں کہ واللہ میں نے اس تھیلی کو کبھی اس سے پہلے دیکھا بھی نہ تھا اس کو لے کر گھر واپس آیا عشا کی نماز پڑھی۔ اپنا وظیفہ پورا کیا اس کے بعد اس سوچ میں جاگتا رہا کہ آخر یہ قصہ کیا ہے اسی میں میری آنکھ لگ گئی تو میں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خواب میں زیارت کی میں نے حضورؐ کو سلام کیا اور ہاتھ چومے حضورؐ نے تبسم فرماتے ہوئے سلام کا جواب دیا اور ارشاد فرمایا اے ربیع آخر ہم کتنے گواہ اس پر قائم کریں کہ تو نے حج کیا تو مانتا ہی نہیں سن بات یہ ہے کہ جب تو نے اس عورت پر جو میری اولاد تھی صدقہ کیا اور اپنا زادراہ ایثار کر کے اپنا حج ملتوی کر دیا تو میں نے اللہ جل شانہ سے دعا کی نعم البدل تجھے عطا فرمائے تو حق تعالی شانہ نے ایک فرشتہ تیری صورت بنا کر اس کو حکم فرمایا کہ وہ قیامت تک ہر سال تیری طرف سے حج کیا کرے اور دنیا میں تجھے یہ عوض دیا کہ چھ سو درہم کے بدلے چھ سو دینار (اشرفیاں) عطا کیں تو اپنی آنکھ کو ٹھنڈی رکھ پھر حضورؐ نے بھی یہی الفاظ ارشاد فرمائے من عاملنا ربح ربیع کہتے ہیں میں جب سو کر اٹھا تو اس تھیلی کو کھولا۔ اس میں چھ سو اشرفیاں تھیں۔

(۸) سید سمہودیؒ نے جواہر میں اسی قسم کا دوسرا قصہ لکھا ہے کہ حضرت عبداللہ بن مبارکؒ کا معمول یہ تھا کہ وہ ایک سال حج کیا کرتے اور ایک سال جہاد کیا کرتے وہ فرماتے ہیں کہ ایک سال جب میرا حج کا سال تھا میں پانچ سو اشرفیاں لے کر حج کے ارادے سے چلا اور کوفہ میں جس جگہ اونٹ فروخت ہوتے ہیں پہنچا تا کہ اونٹ خریدوں وہاں میں نے دیکھا کہ کوڑی پر ایک بط مری ہوئی پڑی ہے اور ایک عورت اس کے پاس بیٹھی ہوئی اس کے پر نوچ رہی ہے میں اس عورت کے قریب گیا اور اس سے پوچھا یہ کیا حرکت کر رہی ہو وہ کہنے لگی جس کام سے تمہیں کوئی واسطہ نہیں

اس کی تحقیق کی کیا ضرورت مجھے اس کے کہنے سے کچھ سوچ سا ہوا تو میں نے پوچھنے پر اصرار کیا وہ کہنے لگی تمہارے اصرار نے مجھے اپنا حال ظاہر کرنے پر مجبور ہی کر دیا میں سیدانی ہوں میرے چار لڑکیاں ہیں ان کے باپ کا ابھی انتقال ہوگیا ہے آج چوتھا دن ہے کہ ہم نے کچھ نہیں چکھا ایسی حالت میں مردار حلال ہے میں بط لے جا کر ان لڑکیوں کو کھلاؤں گی۔ ابن مبارکؒ کہتے ہیں مجھے اپنے دل میں ندامت ہوئی اور میں نے اس عورت سے کہا کہ اپنی گود پھیلائیں میں نے وہ پانسو اشرفیاں اس کی گود میں ڈال دیں وہ سر جھکائے بیٹھی رہی وہ اشرفیاں ڈال کر میں گھر چلا آیا اور حج کا ارادہ ملتوی کر دیا اور اپنے گھر واپس ہوگیا جب حجاج فراغت کے بعد آئے میں اس سے ملا تو جس سے میں ملتا یہ کہتا کہ حق تعالیٰ شانہ تمہارا حج قبول کرے اور وہ یہ کہتا کہ اللہ تعالیٰ تمہارا ابھی حج قبول کرے اور جب میں کوئی بات کرتا تو وہ کہتا ہاں ہاں فلاں جگہ تم سے ملاقات ہوئی تھی میں بڑی حیرت میں تھا یہ کیا معاملہ ہے میں نے رات کو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خواب میں زیارت کی حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ عبداللہ تعجب کی بات نہیں ہے تو نے میری اولاد میں سے ایک مصیبت زدہ کی مدد کی تھی میں نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ تیری طرف سے ایک فرشتہ مقرر کر دے وہ ہر سال تیری طرف سے قیامت تک حج کرتا رہے اب تجھے اختیار ہے چاہے حج کرو چاہے نہ کرو۔

حضرت شیخ الحدیث کا درس بخاری شریف اور ان کے ملفوظات

(ماخوذ از جمال محمدی درس بخاری کے آئینہ میں، مرتبہ: مولانا یوسف متالاؒ)

حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نام آتا ہے تو ایک لطف آجاتا ہے

حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان ہستیوں میں سے ہیں کہ جب ان کا مبارک نام آتا ہے تو دل محبت وعظمت کے جذبات سے لبریز ہو جاتا ہے۔

جیسے ہمارے بزرگوں میں جب کبھی حضرت شیخ الاسلام مدنی رحمۃ اللہ علیہ کا نام آتا ہے، ان کا تذکرہ آتا ہے تو پیار آجاتا ہے، ان کی ساری زندگی سامنے آجاتی ہے، ایسے ہی حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نام نامی کے ساتھ ایک لطف آجاتا ہے۔ حضور پاک ﷺ کے کس قدر لاڈلے نواسے ہیں اور اللہ کی شان کہ بچپن ہی سے مناسبت ہوگی۔

حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا سر تو کٹا، خم نہیں ہوا

حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ میدان کربلا میں ہیں، چھوٹے چھوٹے بچے ساتھ ہیں، نہتے ہیں، مستورات بھی ساتھ ہیں، مگر سر مبارک اونچا ہی رہا خم نہیں ہوا، یہ انہوں نے قیامت تک آنے والی انسانیت کو ایک سبق دیا کہ اگر چہ

سر جھکا دینا کہ بھئی، چلا دو تلوار، یہ بھی ایک طریقہ تھا۔

مگر حضرت حسین رضی اللہ تعالی عنہ نے دیکھا کہ قیامت تک آنے والے انسان، ان میں سے بڑے بڑے ظالم اور جابر حکمران بھی ہوں گے، تو انسانیت ہمیشہ ہی سر جھکاتی رہے گی، مار کھاتی رہے گی؟ سر کٹ تو گیا، مگر خم نہیں ہو سکا، ظالم کے سامنے جھک نہیں سکا، اور یہ حسینی خون جہاں جہاں بھی آپ دیکھیں گے، جہاں جہاں، جب ان ظالموں نے دیکھا، حضرت حسین رضی اللہ تعالی عنہ کے بعد کی تاریخ آپ پڑھیں، تو اور زیادہ تلخ، کہ ان ظالموں کی نیند حرام ہوگئی تھی، یہ سوچتے تھے کہ کہیں حضرت حسین کے خون کے بدلے کے لئے لوگ اکھٹے تو نہیں ہو رہے ہیں، دس آدمی مسجد کے باہر کھڑے ہیں، اچھا یہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی پارٹی کے تو نہیں ہیں، ان کو پکڑ کر اندر ڈال دیتے تھے۔

امام اعظم امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ

اسی لئے ہمارے امام اعظم امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ، ساری زندگی انہوں نے حضرت حسین رضی اللہ تعالی عنہ اور اہلِ بیت کی پارٹی کا ساتھ دیا، اگر چہ وہ جیلوں میں گئے، مار کھاتے رہے، شہید ہوئے، اس کو انہوں نے نہیں دیکھا، انہوں نے ایک اصول دیکھا کہ ظالم کے سامنے کبھی سر مت جھکاؤ، بس ایک اصول بنا لیا، اسی پر عمل پیرا رہے۔

حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ ساری زندگی۔ کوئی ایک درجن حکام آپ کو ملیں گے، امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کو جیل میں ڈالا گیا، زہر دیا گیا، یہ صرف مسئلہ قضا نہیں تھا، کہ یہ قاضی بننا نہیں چاہتے تھے اور عہدہ قضا کیوں قبول نہیں کرتے، حکومت ڈرتی تھی، دراصل انہیں عناد تھا کہ یہ اہلِ بیت کا ساتھ کیوں دیتے ہیں۔

یہی حال امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا، وہاں مدینۃ العلوم میں۔ میں نے بیان کیا تھا کہ طلاقِ مکرہ کو مسئلہ بنا کر ان پر مظالم ڈھائے کہ زبردستی طلاق دلوائی جائے وہ واقع ہوتی ہے یا نہیں، اس مسئلہ میں آپ کو جیل میں نہ صرف ڈالا گیا، آپ کے مونڈھے کے جوڑ الگ کر دئے گئے، پہلوانوں کو بلا کر کے یہ ہاتھ اوپر کرو، ایک نے اوپر سے کھینچا، دوسرے نے پیر رکھا، توڑ دئے گئے کندھے، ساری عمر اسی طرح امام مالک رحمۃ اللہ علیہ (ہاتھ نیچے کر کے اشارہ کرتے رہے)، مگر انہوں نے پھر بھی، جان دے دی ان حضرات نے ظلم کے سامنے کبھی سر نہیں جھکایا، کیوں؟ کہ ان ائمہ کرام نے حضرت حسین رضی اللہ تعالی عنہ کے بعد اہلِ بیت نے یہی انسانیت کو سبق دیا کہ سر مت جھکاؤ۔

شہداء کربلا کے لئے کتنا ایصال ثواب کیا؟

اسی طرح حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ مدینہ طیبہ میں ہیں۔ مدرسہ علوم شرعیہ میں قیام تھا، حضرت جب ڈاک لکھوانے لگے عاشورے کے دن، تو حضرت نے پوچھا کہ شہداء کربلا کے لئے کتنا ایصالِ ثواب کیا؟

اب ہم میں سے ہر ایک اپنے آپ سے پوچھے کہ آج عاشورے کا دن ہے، حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کا دن ہے، حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت۔ جو نانا ہیں، دادا ہیں انہیں اندازہ ہوسکتا ہے کہ اپنی اولاد اور اولاد کی اولاد کتنی پیاری ہوتی ہیں۔ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم جس طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے معمولات ہیں کہ کسی معمول کو پابندی سے ادا کرنا، تو اسی طرح سارے جہان کے سردار، تمام انبیاء کے سردار، دنیا اور آخرت کے سردار اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی دینی دنیوی، انتظامی کتنی مصروفیات سرکار کو رہتی تھیں۔

نواسوں سے محبت: آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت

مگر حدیث میں آتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نہایت پابندی سے، حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ میرے یہاں بچوں کو دیکھنے کے لئے تشریف لاتے تھے۔ ایک مرتبہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم بازار تشریف لے جا رہے تھے، حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے دروازے پر کھڑے ہو کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے آواز دی این لکع ؟ وہ چھوٹا کدھر ہے؟ تو حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے عرض کیا کہ یارسول اللہ! ابھی ذرا اس کو ٹھیک کر لیتی ہوں اور ان کا منہ دھویا، صاف کیا اور گلے میں لونگ کا ہار پہنایا، جو خوشبودار بھی ہوتی ہے اور خوبصورت بھی ہوتی ہے، بچہ کو لے جا کر پیش کیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کندھے پر اٹھالیا، گود میں اٹھالیا تو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہما دونوں ساتھ تھے۔

سب سے زیادہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے مشابہت

یہ تو خیر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے جگر کے ٹکڑے تھے تو مشابہ ہونا تھا مگر وہاں دارالعلوم میں، عشرہ اخیرہ میں ایک روز میں نے بیان کیا تھا کہ جن سے کوئی رشتہ داری نہیں تھی پھر بھی مشابہت کیسے پیدا ہوگئی، تو ان میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے مشابہ کون؟ تو حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے بعد ان کے دونوں بیٹے حضرت حسن اور حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما، دونوں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے شبیہ، تو حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ دیکھ کر عرض کرنے لگے یارسول اللہ یہ اپنے باپ سے مشابہ نہیں ہیں آپ کے مشابہ ہیں۔

پینے کے لئے پانی تک نہیں

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالی عنہا کے گھر سے رونے کی آواز سنی تشریف لائے، پوچھا کیا بات ہے؟ عرض کیا گیا یا رسول! پیاس کی وجہ سے بچے رو رہے ہیں۔ اللہ اکبر! اللہ اکبر! کہیں ہمارے ساتھ اس کی نوبت آئی۔

میں نے عرض کیا کہ کتنی نعمتوں میں ہیں ہم! جو چاہے ہم پی سکتے ہیں، جو چاہے کھا سکتے ہیں، جو چاہے پہن سکتے ہیں، پھر بھی کتنی ناشکری۔ عرض کیا گیا یا رسول اللہ، گھر میں پانی نہیں ہے پیاس کی وجہ سے بچے رو رہے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تلاش کرو۔ تلاش کرتے ہوئے بھی پانی نہیں ملا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بچوں کو گود میں لیا، اپنی زبان مبارک جس طرح بچہ ڈمی لے کر اور بوتل لے کر چوستا ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم زبان مبارک اس کے منہ میں دیتے ہیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پانی کے پچاسوں معجزات، کہ پانی ختم ہوگیا ہزاروں کی فوج ساتھ ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر پانی کسی کے پاس تھوڑا سا ہے، تو وہ لاؤ۔ تھوڑا سا ایک گھونٹ پانی لایا گیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دست مبارک اس میں رکھا، انگلیوں سے پانی پھوٹ پڑا، اسی طرح بچوں کو گود میں لیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے وہ پانی پی رہے ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک کو وہ چوس رہے ہیں۔

سرداد، دست نہ داد در دست یزید

سرداد، دست نہ داد در دست یزید، ان سے مطالبہ کیا جارہا تھا عرصے سے، حضرت حسین رضی اللہ تعالی عنہ سے کہ یزید خلیفہ وقت ہے اس کے ہاتھ پر بیعت کرلو، آپ نے فرمایا: نہیں، یہ نہیں ہوسکتا، تو بالآخر سرداد، دست نہ داد در دست یزید، کہ آپ نے سر تو دیا، بلکہ سر دیا بھی نہیں، کسی کو واہمہ ہو کہ سر نیچے کر دیا، آؤ تلوار چلا دو، مار دو، نہیں، سر بھی نہیں دیا، سر تو اسی طرح رہا کہ تم میری زندگی کا قلع قمع کر سکتے ہو، میرا خاتمہ کر سکتے ہو، میرا سر کٹ سکتا ہے، مگر یہ ظالم کے آگے جھک نہیں سکتا، سرداد، دست نہ داد در دست یزید، تو کیسا عظیم الشان دن؟ کتنا عظیم دن؟ جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کا دم بھرتے ہیں، ان کو یہ تاریخ بھی معلوم نہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ان بچوں سے کتنی محبت تھی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ان سے کتنا پیار تھا، اور جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس دنیا سے تشریف لے گئے تو حضرت حسین رضی اللہ تعالی عنہ کی عمر شریف صرف سات برس کی تھی۔

حضرت حسین رضی اللہ تعالی عنہ کی شہادت کی پیشگی خبر

اس سے پہلے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اسی پیار کی وجہ سے ملا اعلی کی طرف سے ساری تفاصیل، جس طرح روئے زمین کے بسنے والے انسانوں کی، آنے والے انسانوں کی موجود اور غائب، تمام کی تفاصیل آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بتا دی گئی تھی تو ان میں حضرت حسین رضی اللہ تعالی عنہ کے متعلق بھی بتا دیا گیا تھا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان سے پیار فرمارہے ہیں ساتھ ہی گھر والے دیکھتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ایک دم غم زدہ ہو گئے، پوچھا یا رسول اللہ کیا بات ہے؟ ارشاد فرمایا کہ ابھی ابھی جبرئیل امین میرے پاس آئے اور بتایا کہ تمہارا یہ بیٹا راہ حق میں شہید ہوگا اور وہ جہاں شہید ہوگا وہاں کی مٹی میرے پاس لے کر آئے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالی عنہما کا خواب

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالی عنہما فرماتے ہیں کہ دسویں محرم ہے، جمعہ کا دن ہے، عاشورے کے دن میری آنکھ لگی، میں کیا دیکھتا ہوں کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نہایت پریشان، غمگین، خواب دیکھا کہ نہایت پریشان نہایت مغموم، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک میں ایک شیشی ہے، بوتل ہے جس میں خون ہے۔

میری آنکھ کھلی تو پریشان کہ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس حال میں کیوں دیکھا؟ کیا تعبیر ہوگی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس قدر پریشان تھے؟

کہتے ہیں بعد میں جب عراق سے، کربلا سے جب اطلاع آئی کہ حضرت حسین رضی اللہ تعالی عنہ شہید کر دئے گئے، تو میں نے میرا خواب یاد کیا، تو پھر اطلاع اور خبر لے کر جو آیا تھا اس سے میں نے تحقیق کی، پوچھا تو عین اسی وقت جس وقت جب شہادت ہو رہی تھی، تو ایک طرف ابن عباس رضی اللہ تعالی عنہ خواب میں دیکھ رہے تھے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک میں شیشی میں خون ہے اور نہایت پریشان ہیں۔

شہداء کربلا کے ایصال ثواب کے لئے روز ایک قرآن کا ختم

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس پریشانی اور غم میں ہم نے کوئی حصہ ڈالا کہ جو تکلیف آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اتنے بڑے اپنے لاڈلے کے حادثہ پر ہوئی ہوگی ہمارا دل کبھی نہیں رویا، نہ آنکھ کبھی روئی، نہ کبھی افسوس ہوا، کہنے والے نے کہہ دیا ہوگا کہ یہ تو فقط کسی دوسری جماعت، شیعوں کا کام ہے لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم حضرت شیخ نور اللہ

مرقدہ نے عاشورے کے دن مدینہ طیبہ میں ہم سے پوچھا کہ آج عاشورے کا دن ہے، اب تک حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ، اہل بیت کے شہداء کو یاد کر کے ان کے لئے کتنا ایصال ثواب کیا؟ ہم سب چپ، حضرت نے فرمایا کہ جب سے محرم کا چاند ہوا، یکم محرم سے آج تک روز میں ان شہداء کربلا کے ایصال ثواب کے لئے روز ایک ایک قرآن پڑھتا تھا، ہر محرم پر یکم محرم سے اس کا اہتمام رہا ہوگا۔

عاشوراء کے دن ہم نے شہداء کربلا کو کتنا ایصال ثواب کیا؟

میں نے عاشوراء کے موقعہ پر مانچسٹر مسجد نور میں عرض کیا تھا، کہ دسویں محرم عاشورے کے دن، سیدی ومولائی حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب مہاجر مدنی نور اللہ مرقدہ نے ہم خدام سے پوچھا کہ آج عاشوراء ہے، شہداء کربلا کے لئے کس نے کتنا ایصال ثواب کیا؟ سب چپ !اس لئے کہ ہمیں اپنے دھندوں سے فرصت نہیں، ہم اپنے شغل سے فارغ نہیں ہوتے۔ بے شک زبان سے اقرار ضرور کرتے ہیں، لیکن عملی طور پر ہم بہت دور ہیں۔ حق تعالیٰ شانہ کی ذات عالی سے بہت دور، سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے حقوق پہچاننے سے بہت دور، قرآن کی عظمت کو جاننے اور پہچاننے سے بہت دور۔ حضرت نے پھر جب سب خدام کو دیکھا کہ چپ ہیں۔

یکم محرم سے عاشوراء تک حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کا عمل

تب ارشاد فرمایا روتے ہوئے، کہ یکم محرم سے میرا روز ایک قرآن شہداء کربلا کے لئے ختم ہو رہا ہے۔

اب یہ بدعت، یہ بدعت بدعت کے شور اور نفرتوں کے بیانوں کے ذریعہ ہم نے بہت سی چیزیں کھو دیں۔ ان میں سے ایک یہ عاشوراء بھی ہے۔ حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ کی شہادت کا دن عاشورے کا دن، جو پہلے ہی سے بہت متبرک اور مبارک تھا، اور اسی دن حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ کی بھی شہادت ہوئی، مگر اس دن ہمارا انہیں یاد کرنا، ان کے لئے ایصال ثواب کرنا، ان کا تذکرہ، اس کو بھی شاید بدعت سمجھیں گے۔

عاشوراء کے دن حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا خواب

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالی عنہا خواب میں دیکھتی ہیں۔ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے، مگر بال مبارک پر غبار اٹا ہوا، ڈاڑھی مبارک پر مٹی، تو گھبرا کر پوچھا کہ یا رسول اللہ! کیا بات ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ شهدت قتل حسين۔ کہ ابھی ابھی میں حضرت حسین کی شہادت کے وقت وہاں موجود تھا۔ بعد میں حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس اطلاع آتی ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا خواب

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ میں نے ایک خواب دیکھا کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہوئی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک میں ایک بوتل ہے، اوراس میں خون ہے۔ میں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ! یہ کیا ہے؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشادفرمایا کہ یہ حسین اوران کے ساتھیوں کا خون ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ خواب دیکھ کر میں بہت پریشان ہوا۔ میں نے وہ دن اور تاریخ نوٹ کرلئے۔ بعد میں اطلاع آئی کہ حضرت حسین وہاں شہید کردئے گئے۔

حضرت ام فضل، حضرت عباس رضی اللہ تعالی عنہ کی اہلیہ محترمہ عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی والدہ ماجدہ، حضرت ام فضل فرماتی ہیں کہ میں ایک دفعہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی۔ مجھے روتا ہوا دیکھ کرآپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کہ ام فضل! کیا بات ہے؟ کیوں رورہی ہو؟ انہوں نے روتے ہوئے عرض کیا کہ یارسول اللہ! میں نے کوئی خواب دیکھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشادفرمایا کہ بتاؤ۔ تو عرض کیا کہ یا رسول اللہ! بیان نہیں ہوسکتا مجھ سے۔ مجھے بہت تکلیف ہورہی ہے۔ میں بیان نہیں کرسکتی۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب اصرار فرمایا تو انہوں نے اپنا خواب عرض کیا کہ یا رسول اللہ ! میں نے بڑا بھیانک خواب دیکھا۔ میں نے دیکھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم اطہر کا ایک ٹکڑا، گوشت کا ایک ٹکڑا، میری گود میں ڈالا گیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم مسکرائے اورارشادفرمایا کہ یہ تو بڑااچھا خواب ہے۔ تلد فاطمة الا بن کہ اس میں بشارت ہے کہ فاطمہ کے یہاں بیٹا ہوگا اور وہ بیٹاتم نے اپنی گود میں دیکھا، میرے گوشت کے ٹکڑے کی شکل میں، میرا وہ جگر پارہ، تونے ابھی سے دیکھ لیا۔ حضرت ام فضل رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے جب یہ تعبیر سنی تو خوش ہوگئیں! میں کس سوچ میں تھی کہ میں نے کتنا گندا خواب دیکھا اور میں اس سے کتنا ڈر رہی تھی اور رورہی تھی، کتنی اچھی تعبیر، اور کتنی زبردست بشارت۔

تو جب میراغم دور ہوااور میں خوش ہوگئی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے بعد ارشادفرمایا کہ ام فضل! فاطمہ کے یہاں بیٹا تو آئے گا، مگر میری امت ہی اسے قتل کرے گی۔ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اس دنیا میں آمد سے پہلے، آپ کی پیدائش اور ولادت باسعادت سے پہلے آپ کے متعلق پیشین گوئی بیان فرمائی، جس طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے قیامت تک آنے والے سارے واقعات بہت تفصیل سے صحابہ کرام کو بیان فرمادیے۔

صحابہ کرام فرماتے ہیں کہ ایک دن پورا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی پر بیان فرمایا۔ نماز پڑھی، منبر پر تشریف لائے، بیان فرمایا۔ دوسری نماز تک، پھر نماز کا وقت ہوا، نماز پڑھائی، پھر منبر پر۔ پورا دن آپ صلی اللہ علیہ وسلم بیان فرماتے رہے، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے سے لے کر قیامت تک پیش آنے والے سارے واقعات آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمادیے۔

ابھی حضرت حسین رضی اللہ تعالی عنہ اس دنیا میں تشریف نہیں لائے، مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی تشریف آوری کی خبر دی۔ ان کا جو انجام تھا اس کی خبر دی۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب ادھر شہادت ہو رہی ہے کربلا میں، تو اُدھر مدینہ طیبہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم خواب میں صحابہ کرام کو اور حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو خبر دے رہے ہیں، کہ حسین کی شہادت کا یہ خون ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے غم میں ہم بھی شریک ہوں

اور اسی سلسلہ میں میں نے عرض کیا کہ یہ عاشوراء آ کر چلا گیا، مگر عاشورے کے دن ہم اپنی موج مستیوں میں اسی طرح رہے، بھی ہمیں یہ خیال نہیں آیا کہ آج کا دن تھا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا لاڈلا نواسا آج شہید ہوا ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کی شہادت پر کتنی تکلیف ہوئی ہوگی، تو ہم تھوڑا سا حصہ لیتے ہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے غم میں، مگر ہمیں اپنے تنعم اور اپنے تعیش سے فرصت نہیں ہوتی۔ اللہ تبارک و تعالی ہمارے اس جرم کو معاف فرمائے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حقوق کو ادا کرنے کی توفیق عطاء فرمائے۔



حیاۃ الصحابہ میں اہل بیت کا تذکرہ

مؤلف

حضرت جی مولانا محمد یوسف کاندھلویؒ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حضرت علیؓ صحابہ کرام میں بڑا اونچا اور ممتاز مقام رکھتے ہیں۔ اللہ تعالی نے انھیں بے پناہ خصوصیات وکمالات سے نوازا تھا۔ علماء ومحدثین نے ان کے فضائل ومناقب پر بے شمار کتابیں لکھی ہیں؛ بلکہ شاید یہ کہنا مبالغہ نہیں ہوگا کہ صحابہ میں سب سے زیادہ کتابیں حضرت علیؓ کی شخصیت پر ہی ہیں۔

مولانا محمد یوسف کاندھلویؒ تبلیغی جماعت کی عظیم شخصیات میں گزرے ہیں۔ انھوں نے حیاۃ الصحابہ کے نام سے عربی میں ایک بڑی وقیع کتاب تالیف کی تھی، جس میں مختلف اخلاق واوصاف اور عادات وکمالات سے متعلق صحابہ کرام کے واقعات اور اقوال پیش کیے گئے ہیں۔ ہم نے مذکورہ کتاب میں سے حضرت علیؓ سے متعلق چیزوں کو الگ کرکے اپنی ضخیم کتاب ''فتح المطالب فی مناقب علی بن أبی طالب'' میں اسے شامل کیا تھا۔ اس کتاب میں ہم نے حضرت علیؓ کے ان تمام تذکروں کو یکجا کردیا ہے جو مختلف کتابوں میں مذکور ہیں۔

اب اسی کا ترجمہ پیش خدمت ہے۔ اللہ تعالی سے دعا ہے کہ قبول فرمائے اور ہمیں صحابہ کرام اور اہل بیت طاہرین کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق ارزانی فرمائے۔

خسرو قاسم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

افراد اور اشخاص کو دعوت

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنے قریبی رشتہ داروں پر دعوت پیش کرنا

آپ ﷺ کا اپنے گھر والوں اور خاندان والوں کو کھانے کی دعوت دینا؛ تا کہ ان کو اللہ کی دعوت دے سکیں۔

امام احمد نے حضرت علی رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت کیا ہے، فرماتے ہیں کہ جب یہ آیت "و أنذر عشيرتك الأقربين" نازل ہوئی (کہ تم اپنے قریب کے رشتہ داروں کو ڈراؤ) تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے گھر والوں کو جمع کیا، چنانچہ تیس لوگ جمع ہوئے۔ انہوں نے کھایا اور پیا، آپ نے ان سے فرمایا: کون ہے جو میرا قرض اور میرے وعدوں کو پورا کرنے کی مجھے ضمانت دے اور جنت میں میرے ساتھ ہو اور میرے گھر والوں میں میرا جانشین بنے؟ تو ایک شخص نے کہا: اے اللہ کے رسول! آپ تو ایک سمندر تھے، یہ ذمہ داری کون ادا کرے گا؟ کہتے ہیں کہ پھر آپ نے تین مرتبہ دوسرے سے یہ بات کہی۔ فرماتے ہیں کہ پھر یہ بات آپ نے اپنے دیگر گھر والوں پر پیش کی تو حضرت علی نے کہا کہ میں۔

اور امام احمد نے ہی حضرت علی رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت کی ہے، فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بنی عبد المطلب کو دعوت دی یا ان کو کھانے پر بلایا اور وہ ایک بڑی جماعت تھے، وہ سب کے سب ایسے تھے جو ایک پورا جانور کھا سکتے تھے اور ایک بڑا گھڑا پی سکتے تھے۔ آپ علیہ الصلوۃ والسلام نے ایک مد کھانا ان کے لیے بنایا، انہوں نے کھایا حتی کہ وہ شکم سیر ہو گئے، اور کھانا ایسے ہی رہا جیسا کہ تھا، گویا کہ کسی نے کھانے کو ہاتھ ہی نہ لگایا ہو۔ پھر آپ نے ایک برتن میں دودھ منگوایا، انہوں نے اس میں سے پیا حتی کہ وہ سیراب ہو گئے اور دودھ ایسے ہی بچ گیا گویا کہ اس کو ہاتھ نہ لگایا گیا ہو اور اس میں سے کچھ بھی نہ پیا گیا ہو۔ آپ نے فرمایا: اے بنی عبد المطلب! بے شک مجھے خاص طور سے تمہاری طرف اور عام طور پر تمام لوگوں کی طرف بھیجا گیا ہے۔ دیکھو تم نے یہ نشانی دیکھ ہی لی ہے جو ابھی دیکھی تو تم میں سے کون ہے جو اس بات پر مجھ سے بیعت کرے کہ وہ میرا ساتھی اور میرا بھائی

بنے؟ کہتے ہیں کہ کوئی بھی آپ کی طرف نہیں بڑھا۔حضرت علی کہتے ہیں کہ میں آپ کی طرف بڑھا جب کہ میں ان لوگوں میں سب سے چھوٹا تھا،تو آپ نے فرمایا کہ تم بیٹھ جاؤ، پھر آپ نے تین مرتبہ یہ بات کہی اور ہر مرتبہ میں آپ کی طرف بڑھتا تھا اور آپ مجھ سے فرما دیتے تھے: بیٹھ جاؤ،حتی کہ جب تیسری مرتبہ ہوا تو آپ نے اپنے ہاتھ میں میرا ہاتھ لیا۔

ابن کثیر نے اپنی تفسیر میں اسی طرح اس کو روایت کیا ہے اور بزار نے روایت کیا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ تعالی عنہ فرماتے ہیں: جب یہ آیت" وأنذر عشيرتك الأقربين" نازل ہوئی (کہ تم اپنے قریبی رشتہ داروں کو آگاہ کرو) تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے علی! بکری کا ایک پایا بناؤ اور ایک صاع کھانا تیار کرو، اور میرے لیے بنی ہاشم کو جمع کرو۔اس وقت وہ چالیس یا انتالیس لوگ تھے۔ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کھانا منگوایا اور ان کے سامنے رکھ دیا۔انہوں نے کھایا،حتی کہ وہ شکم سیر ہو گئے ،جبکہ ان میں ایسے لوگ بھی تھے جو پورا پورا جانور اس کے شوربے کے ساتھ کھا لیتے تھے۔پھر آپ نے (دودھ کا) پیالہ منگوایا، ان لوگوں نے اس میں سے پیا،حتی کہ وہ سیراب ہو گئے ۔ان میں سے بعض نے کہا: ہم نے آج کی طرح جادو کبھی نہیں دیکھا۔لوگوں کا گمان ہے کہ یہ بات ابولہب نے کہی۔پھر آپ نے دوسری مرتبہ فرمایا: اے علی! بکری کا ایک پایا اور ایک صاع آٹا اور دودھ کا ایک برتن تیار کرو۔ کہتے ہیں کہ میں نے ایسا ہی کیا تو ان لوگوں نے جیسے پہلے دن کھایا تھا اور پہلی مرتبہ پیا تھا ویسے ہی کھایا اور پیا اور جیسے پہلی مرتبہ بچ گیا تھا ویسے ہی اب بھی بچ گیا۔ابولہب نے کہا کہ میں نے آج کی طرح جادو نہیں دیکھا۔آپ نے پھر تیسری مرتبہ فرمایا کہ اے علی! ایک بکری کا پایا، ایک صاع کھانا اور ایک پیالہ دودھ تیار کرو۔ کہتے میں نے ایسا ہی کیا، پھر آپ نے فرمایا کہ اے علی! میرے لیے بنی ہاشم کو جمع کرو میں نے ان کو جمع کیا تو انہوں نے کھایا اور پیا۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فوراً ان سے گفتگو شروع کر دی اور فرمایا: تم میں سے کون ہے جو مجھ سے میرا قرض ادا کرے؟ کہتے ہیں کہ میں بھی خاموش رہا اور لوگ بھی خاموش رہے۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دوبارہ یہ بات کہی تو میں نے کہا: اللہ کے رسول! میں، آپ نے فرمایا: ہاں اے علی! تم،علی! تم۔

ہیثمی کہتے ہیں کہ اس کو بزار نے روایت کیا ہے اور یہ الفاظ انہی کے ہیں، اور امام احمد نے بھی اس کو مختصراً روایت کیا ہے اور طبرانی نے بھی مختصراً اس کو روایت کیا ہے، اور احمد کے راوی صحیح کے راوی ہیں، سوائے شریک کے اور وہ بھی ثقہ ہے۔

اور اس کو ابن ابی حاتم نے بھی اسی مفہوم میں روایت کیا ہے اور ان کی حدیث میں یہ الفاظ بھی ہیں: آپ نے

فرمایا: کون ہے جو مجھ سے میرا قرض ادا کرے اور میرے گھر والوں میں میرا جانشین بنے؟ کہتے ہیں کہ سب لوگ خاموش رہے اور حضرت عباس بھی خاموش رہے اس ڈر سے کہ کہیں وہ قرض ان کے سارے مال کو نہ گھیر لے۔ حضرت علی کہتے ہیں کہ میں بھی خاموش رہا حضرت حضرت عباس کی عمر کا خیال کرتے ہوئے۔ آپ نے پھر دوسری مرتبہ یہ بات کہی تو بھی حضرت عباس خاموش رہے۔ جب میں نے یہ خاموشی دیکھی تو میں نے کہا: اے اللہ کے رسول! میں۔

صحابہ کرام کے اعمال واخلاق کے وہ قصے جو لوگوں کی ہدایت کا سبب بنے:

حضرت علیؓ کی زرہ کا قصہ اور ایک نصرانی کا اسلام قبول کرنا

ترمذی اور حاکم نے شعبی سے روایت کیا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ تعالی عنہ بازار کی طرف نکلے تو انہوں نے ایک نصرانی کو دیکھا جو زرہ بیچ رہا تھا۔ حضرت علی رضی اللہ تعالی عنہ نے وہ زرہ پہچان لی اور کہا کہ یہ تو میری زرہ ہے۔ میرے اور تمہارے درمیان مسلمانوں کا قاضی فیصلہ کرے گا، اور اس وقت مسلمانوں کے قاضی حضرت شریح تھے۔ حضرت علی رضی اللہ تعالی عنہ نے ان سے فیصلہ کرنے کی درخواست کی۔ جب شریح نے امیر المومنین کو دیکھا تو اپنی مجلس قضا سے کھڑے ہو گئے اور حضرت علی کو اپنی مجلس پر بٹھایا اور حضرت شریح ان کے سامنے نصرانی کے بغل میں بیٹھے۔ حضرت علی نے فرمایا: اے شریح! اگر میرا فریق مسلمان ہوتا تو میں اس کے ساتھ بیٹھتا؛ لیکن میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ ان یہودیوں کو سلام میں پہل نہ کرو اور ان سے مصافحہ نہ کرو اور ان کے بیماروں کی عیادت نہ کرو اور ان کی نماز نہ پڑھو اور ان کو تنگ راستوں پر مجبور کردو اور ان کو اس طرح ذلیل کرو جیسے اللہ تعالی نے ان کو ذلیل کیا ہے۔ اے شریح! میرے اور اس کے درمیان فیصلہ کیجیے۔ شریح نے پوچھا: اے امیر المومنین! آپ کیا کہتے ہیں؟ حضرت نے فرمایا کہ یہ میری زرہ ہے جو ایک زمانے سے گم ہے۔ حضرت شریح نے کہا: اے نصرانی! تم کیا کہتے ہو؟ اس نے کہا: امیر المومنین کتنا جھوٹ بولتے ہیں! یہ زرہ تو میری ہے۔ شریح نے کہا: مجھے نہیں لگتا ہے کہ یہ یہ زرہ اس نصرانی کے ہاتھ سے نکلے گی، تو کیا آپ کے پاس کوئی دلیل ہے؟ حضرت علی نے کہا کہ شریح نے سچ بات کہی۔

یہ سن کر اس نصرانی نے کہا: میں گواہی دیتا ہوں کہ یہی نبیوں کے احکام ہیں اور امیر المومنین اپنے قاضی کے پاس آتے ہیں اور قاضی ان کے خلاف فیصلہ دیتا ہے۔ اللہ کی قسم! امیر المومنین! یہ آپ ہی کی زرہ ہے۔ یہ آپ کے

اونٹ سے گر گئی تھی تو میں نے اس کو اٹھا لیا تھا۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں۔

حضرت علی نے فرمایا: جب تم اسلام لا چکے ہو تو یہ تمہارے لیے ہے اور ایک گھوڑے کے بوجھ برابر سامان تمہارے لیے ہے۔

حاکم نے اس کو شعبی سے اس طرح روایت کیا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ تعالی عنہ کی ایک زرہ جمل کے دن گم ہوگئی تو ایک شخص نے اس کو اٹھا لیا اور اس کو بیچ دیا۔ وہ زرہ ایک یہودی کے پاس پہچان لی گئی، تو آپ نے حضرت شریح کے پاس اس کا مقدمہ دائر کیا۔ حضرت علی کے لیے حضرت حسن اور ان کے غلام قنبر نے گواہی دی، شریح نے کہا کہ حضرت حسن کی جگہ ایک گواہ اور پیش کیجیے۔ آپ نے پوچھا: کیا تم حسن کی گواہی رد کرتے ہو؟ انہوں نے کہا کہ نہیں؛ لیکن میں نے آپ سے یہ بات یاد کی ہے کہ اولاد کی گواہی والد کے حق میں ٹھیک نہیں ہوتی ہے، اور حاکم نے الکنی میں اور ابو نعیم نے الحلیہ میں ابراہیم بن یزید تیمی کے واسطے سے ان کے والد سے یہ طویل حدیث نقل کی ہے جس میں ہے کہ شریح نے کہا: جہاں تک آپ کے غلام کی گواہی کی بات ہے تو وہ تو ٹھیک ہے؛ لیکن جہاں تک آپ کے بیٹے کی گواہی کی بات ہے تو ہم اس کی اجازت نہیں دے سکتے۔ حضرت علی نے فرمایا: کیا بات کرتے ہو؟ کیا تم نے حضرت عمر کو فرماتے ہوئے نہیں سنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تھا: ''حسن اور حسین جنتی نوجوانوں کے سردار ہیں''؟۔ پھر آپ نے اس زرہ کو آزاد کر دیا (یعنی اسی شخص کے حوالہ کر دیا)۔

دعوت الی اللہ کی خاطر بھوک برداشت کرنا

حضرت علی اور حضرت فاطمہ کا بھوک برداشت کرنا

طبرانی نے سند حسن سے روایت کی ہے کہ حضرت فاطمہ فرماتی ہیں کہ حضور اقدس ﷺ ایک دن ان کے پاس تشریف لائے اور فرمایا: میرے دونوں بیٹے حسن اور حسین کہاں ہیں؟ حضرت فاطمہ نے کہا کہ صبح کو ہمارے گھر میں چکھنے کے لیے بھی کوئی چیز نہ تھی تو حضرت علی نے کہا: میں ان دونوں کو اپنے ساتھ لے جاتا ہوں؛ کیونکہ مجھے ڈر ہے کہ یہ دونوں تمہارے پاس (بھوک کی وجہ سے) روتے رہیں گے اور تمہارے پاس کوئی چیز ہے نہیں۔ چنانچہ وہ فلاں یہودی کے ہاں (مزدوری کے لیے) گئے ہیں۔ حضور ﷺ ان کے پاس تشریف لے گئے۔ آپ جب وہاں پہنچے تو دیکھا کہ دونوں بچے ایک حوض میں کھیل رہے ہیں اور ان دونوں کے سامنے کھجوریں رکھی ہوئی ہیں۔ آپ نے

فرمایا: اے علی! کیا گرمی تیز ہونے سے پہلے تم میرے دونوں بیٹوں کو گھر نہیں واپس لے جاتے؟ انہوں نے کہا: آج صبح ہمارے گھر میں کوئی چیز نہیں تھی۔ یا رسول اللہ! آپ تھوڑی دیر تشریف رکھیں، میں فاطمہ کے لیے بھی کچھ کھجوریں جمع کرلوں۔ حضورﷺ وہاں بیٹھ گئے۔ تھوڑی دیر میں حضرت فاطمہ کے لیے بھی کچھ کھجوریں جمع ہوگئیں۔ حضرت علی ہی نے ان کھجوروں کو ایک کپڑے میں باندھ لیا۔ پھر وہ حضورﷺ کے پاس آئے۔ پھر حضور نے ایک بچے کو اٹھایا۔ دوسرے کو حضرت علی نے اٹھایا، یہاں تک کہ دونوں کو گھر واپس لے آئے۔ (أخرجه الطبرانی باسناد حسن، کذا فی الترغیب، وقال الہیثمی ۱۰/ ۳۱۶: اسنادہ حسن)۔

حضرت عطاء فرماتے ہیں کہ مجھے یہ خبر پہنچی کہ حضرت علی نے فرمایا کہ کئی دن ایسے گزرے کہ نہ ہمارے پاس کوئی چیز تھی اور نہ حضورﷺ کے پاس۔ میں گھر سے باہر نکلا تو مجھے راستہ میں ایک دینار پڑا ہوا ملا۔ تھوڑی دیر میں سوچتا رہا کہ اسے اٹھاؤں یا نہ اٹھاؤں؛ لیکن بالآخر میں نے اسے اٹھالیا کیونکہ (کئی دن کے فاقہ کی وجہ سے) ہم بڑی مشقت میں تھے۔ میں اسے لے کر ایک دکان پر گیا اور اس کا آٹا خرید کر حضرت فاطمہؓ کے پاس لایا اور میں نے کہا: اسے گوندھ کر روٹی پکاؤ۔ چنانچہ وہ آٹا گوندھنے لگیں، (بھوک کی وجہ سے) ان کی کمزوری کا یہ حال تھا کہ ان کی پیشانی کے بال آٹے کے برتن سے ٹکرا رہے تھے، پھر انہوں نے روٹی پکائی، پھر میں نے حضورﷺ کی خدمت میں حاضر ہوکر سارا قصہ سنایا۔ آپ نے فرمایا: تم اسے کھالو؛ کیونکہ یہ وہ روزی ہے جو اللہ تعالی نے تم کو غیبی خزانہ سے عطا فرمائی ہے۔

حضرت محمد بن کعب قرظی بیان کرتے ہیں کہ حضرت علیؓ نے فرمایا: میں نے اپنے آپ کو حضورﷺ کے ساتھ اس حال میں دیکھا ہے کہ میں بھوک کی وجہ سے اپنے پیٹ پر پتھر باندھے ہوئے تھا اور آج میرا یہ حال ہے کہ میرے مال کی زکوۃ چالیس ہزار دینار تک پہنچ گئی ہے۔

اور ایک روایت میں یہ ہے کہ آج میری زکوۃ چالیس ہزار ہے۔

دعوت الی اللہ کی خاطر کپڑوں کی قلت

حضرت علی اور حضرت فاطمہ کا کپڑوں کی قلت برداشت کرنا

حضرت علی فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت محمدﷺ کی بیٹی حضرت فاطمہ سے شادی کی اور تنگدستی کی وجہ سے یہ حال تھا کہ میرے اوران کے پاس مینڈھے کی کھال کے علاوہ اور کوئی بستر نہیں تھا جس پر رات کو ہم سو جاتے تھے اور دن میں ہم اس پر پانی لادنے والے اونٹ کو چارہ کھلاتے تھے۔ اور حضرت فاطمہ کے علاوہ میرے پاس کوئی خادم بھی نہیں تھا۔

ہجرت

حضرت علی بن ابی طالب کی ہجرت

حضرت علی فرماتے ہیں: جب رسول اللہﷺ ہجرت فرما کر مدینہ تشریف لے جانے لگے تو آپ نے مجھ سے فرمایا کہ میں آپ کے بعد ٹھہر کر لوگوں کی جو امانتیں حضورﷺ کے پاس تھیں، وہ لوگوں کو پہنچا دوں (چونکہ لوگ آپ کے پاس امانت رکھواتے تھے) اس وجہ سے آپ کو الامین کہا جاتا تھا۔ میں آپ کے بعد تین دن وہیں رہا۔ میں گھر سے باہر علی الاعلان لوگوں میں چلتا پھرتا تھا۔ ایک دن بھی چھپ کر نہیں بیٹھا، پھر میں مکہ سے نکل کر حضورﷺ والے راستہ پر چل دیا۔ یہاں تک کہ بنو عمرو بن عوف کے ہاں پہنچا تو حضورﷺ بھی وہاں قیام پذیر تھے۔ میں کلثوم بن ہدم کے ہاں ٹھہرا اور حضورﷺ بھی وہاں ہی ٹھہرے ہوئے تھے۔ أخرجہ ابن سعد۔ (کذا فی کنز العمال)۔

جہاد

حضرت علیؓ کا جہاد کی ترغیب دینا

حضرت زید بن وہب کہتے ہیں کہ حضرت علی نے لوگوں میں کھڑے ہو کر فرمایا: تمام تعریفیں اس ذات کے لیے ہیں کہ وہ جسے توڑے اسے کوئی جوڑ نہیں سکتا اور جسے وہ جوڑے اسے سارے توڑنے والے مل کر توڑ نہیں سکتے ہیں، اور اگر اللہ تعالیٰ چاہتے تو ان کی مخلوق میں سے دو آدمیوں میں بھی اختلاف نہ ہوتا اور نہ ہی پوری امت میں کسی

بات پر جھگڑا ہوتا اور نہ ہی کم درجہ والا زیادہ درجہ والے کی فضیلت کا انکار کرتا۔ تقدیر نے ہی ہمیں اور ان لوگوں کو یہاں کھینچ کر اکٹھا کر دیا ہے۔ اللہ ہماری ہر بات کو دیکھتے اور سنتے ہیں۔ اگر اللہ تعالیٰ چاہتے تو دنیا میں ہی سزا جلد دے دیتے جس سے ایسی تبدیلی آجاتی کہ اللہ تعالیٰ ظلم کے غلط ہونے کو ظاہر فرما دیتے اور یہ واضح کر دیتے کہ حق کہاں ہے؟ لیکن اللہ تعالیٰ نے دنیا کو دارالعمل بنایا ہے اور آخرت کو ہمیشہ اپنے پاس رہنے کی جگہ بنایا ہے۔ چنانچہ اس نے فرمایا ہے: لِيَجْزِيَ الَّذِينَ أَسَائُوا بِمَا عَمِلُوا وَيَجْزِيَ الَّذِينَ أَحْسَنُوا بِالْحُسْنَى، (تاکہ وہ بدلے دے برائی والوں کو ان کے کیے کا اور بدلہ دے بھلائی والوں کو بھلائی)۔

غور سے سنو! کل کو تمہارا ان لوگوں سے مقابلہ ہوگا۔ لہذا رات کو (نماز میں) قیام لمبا کرو، قرآن کی کثرت سے تلاوت کرو، اللہ تعالیٰ سے مدد اور صبر کی توفیق مانگو اور ان لوگوں سے مقابلہ میں پورا زور لگاؤ اور احتیاط سے کام لو اور سچے اور ثابت قدم رہنا۔ اس کے بعد حضرت علیؓ تشریف لے گئے۔ (اخرجہ الطبری ۹/۴)۔

صفین کے دن حضرت علیؓ کا جہاد پر ابھارنا

حضرت ابوعمرہ انصاری وغیرہ حضرات بیان کرتے ہیں کہ جنگ صفین کے دن حضرت علی نے لوگوں کو ترغیب دی تو فرمایا: اللہ عزوجل نے تم لوگوں کو ایسی تجارت بتائی ہے جو تمہیں دردناک عذاب سے نجات دے اور جو تمہیں خیر کے قریب کر دے اور وہ تجارت ہے اللہ اور اس کے رسول ﷺ پر ایمان لانا، اور اللہ تعالیٰ کے راستہ میں جہاد کرنا۔ اللہ تعالیٰ اس کے بدلہ میں گناہوں کو معاف کر دیں گے اور جنت عدن میں عمدہ عمدہ محلات دیں گے۔ پھر میں تمہیں بتانا چاہتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ ان لوگوں سے محبت کرتے ہیں جو اللہ کے راستہ میں صف بنا کر اس طرح لڑتے ہیں گویا کہ وہ سیسہ پلائی ہوئی دیوار ہیں۔ لہذا تم اپنی صفیں سیدھی بنانا جیسے کہ سیسہ پلائی ہوئی دیوار ہوتی ہے اور جن لوگوں نے زرہ پہن رکھی ہے انہیں آگے رکھنا اور جنہوں نے نہیں پہن رکھی ہے انہیں پیچھے رکھنا اور مضبوطی سے جمے رہنا۔ (اخرجہ الطبری ایضاً ۱۱/۴)۔

حضرت علیؓ کا خوارج سے جنگ کرنے پر ابھارنا

حضرت ابووداک ہمدانی کہتے ہیں کہ حضرت علیؓ نے (کوفہ کے قریب) نخیلہ مقام پر پڑاؤ ڈالا اور خوارج سے ناامید ہو گئے تھے تو کھڑے ہو کر انہوں نے اللہ کی حمد و ثنا بیان کی، پھر فرمایا: جس نے اللہ کے راستے کا جہاد چھوڑ دیا اور اللہ کے دین میں مداہنت اختیار کی یعنی دنیاوی اغراض کی وجہ سے دین میں کسی غلط بات پر راضی ہو گیا تو وہ

ہلاکت کے کنارے پر پہنچ گیا۔ اللہ ہی اپنے فضل سے اسے بچائے تو بچ سکتا ہے، لہذا اللہ سے ڈرو، ان لوگوں سے جنگ کرو جو اللہ سے دشمنی کرتے ہیں اور وہ اللہ کے نور کو بجھانا چاہتے ہیں اور وہ خطا کار، گمراہ، ظالم اور مجرم ہیں جو نہ قرآن کو پڑھنے والے ہیں اور نہ دین کی سمجھ رکھتے ہیں اور نہ ہی ان کے پاس تفسیر کا علم ہے اور نہ ہی وہ اسلام میں سبقت رکھنے کی وجہ سے اس امر (خلافت) کے اہل ہیں۔ اللہ کی قسم! اگر ان کو تمہارا والی بنا دیا جائے تو وہ تمہارے ساتھ کسری اور ہرقل والا معاملہ کریں گے، لہذا تم اہل مغرب کے اپنے دشمنوں سے لڑنے کی تیاری کرو۔ ہم نے تمہارے بصرہ والے بھائیوں کے پاس پیغام بھیجا ہے کہ وہ تمہارے پاس آ جائیں، لہذا جب وہ آ جائیں اور تم سب اکٹھے ہو جاؤ تو پھر ہم انشاء اللہ خوارج کے مقابلہ کے لیے نکلیں گے۔ ولاحول ولاقوۃ الا باللہ۔ (أخرجہ ایضاً ۴/۵۷)۔

جب لوگوں نے سستی کا مظاہرہ کیا تو اس موقع پر حضرت علیؓ کا خطبہ

حضرت زید بن وہب بیان کرتے ہیں کہ جنگ نہروان کے بعد حضرت علیؓ نے سب سے پہلے بیان میں فرمایا: اے لوگو! اس دشمن کی طرف جانے کی تیاری کرو جس سے جہاد کرنے میں اللہ کا قرب حاصل ہوگا اور اللہ کے ہاں بڑا درجہ ملے گا اور یہ لوگ حیران و پریشان ہیں؛ کیونکہ حق ان پر واضح نہیں ہے۔ کتاب اللہ سے ہٹے ہوئے ہیں اور دین سے ہٹے ہوئے ہیں اور سرکشی میں سرگرداں ہیں اور گمراہی کے گڑھے میں الٹے پڑے ہوئے ہیں۔ تم قوت کے ذریعہ اور گھوڑوں کے ذریعہ ان کے مقابلہ کی جتنی تیاری کر سکتے ہو ضرور کرو اللہ پر بھروسہ کرو اور اللہ ہی کام بنانے اور مدد کرنے کے لیے کافی ہیں۔

حضرت زید کہتے ہیں کہ لوگوں نے نہ کوئی تیاری کی اور نہ نکلے تو حضرت علی نے ان کو چند دن چھوڑے رکھا، یہاں تک کہ جب وہ ان کے کچھ کرنے سے ناامید ہو گئے تو ان کے سرداروں اور بڑوں کو بلا کر ان کی رائے معلوم کی کہ یہ لوگ دیر کیوں کر رہے ہیں؟ ان میں سے کچھ نے اپنے عذر بیماری وغیرہ کا ذکر کیا اور کچھ نے اپنی مجبوریاں بتائیں۔ تھوڑے ہی لوگ خوش دلی سے جانے کے لیے تیار ہوئے۔ چنانچہ حضرت علیؓ ان میں بیان فرمانے کے لیے کھڑے ہوئے اور فرمایا: اے اللہ کے بندو! تمہیں کیا ہو گیا ہے کہ میں جب تمہیں اللہ کے راستہ میں نکلنے کا حکم دیتا ہوں تو تم بوجھل ہو کر زمین سے لگے جاتے ہو؟ کیا تم آخرت کے مقابلہ میں دنیا کی زندگی پر اور عزت کے مقابلہ میں ذلت اور خواری پر راضی ہو گئے ہو؟ کیا ہوا؟ جب بھی میں تم سے جہاد میں جانے کا مطالبہ کرتا ہوں تو تمہاری آنکھیں ایسے گھومنے لگ جاتی ہیں جیسے کہ تم موت کی بے ہوشی میں ہو اور ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے تمہارے دل ایسے بدحواس ہو گئے ہیں کہ تمہیں کچھ سمجھ نہیں آ رہا ہے اور تمہاری آنکھیں ایسی اندھی ہو گئی ہیں کہ تمہیں کچھ نظر نہیں آ رہا

ہے۔ اللہ کی قسم! جب راحت و آرام کا موقع ہوتا ہے تو تم جنگل کے شیر کی طرح بہادر بن جاتے ہو۔ تم پر سے میرا اعتماد ہمیشہ کے لیے اٹھ گیا اور تم لوگ ایسے شہوار بھی نہیں ہو کہ تمہیں ساتھ لے کر کسی پر حملہ کر دیا جائے اور تم ایسے عزت والے بھی نہیں کہ تمہاری پناہ حاصل کی جائے۔ اللہ کی قسم! تم لڑائی میں بہت کمزور اور بالکل بیکار ہو اور تمہارے خلاف دشمن کی چال کامیاب ہو جاتی ہے اور تم دشمن کے خلاف کوئی چال نہیں چل سکتے ہو۔ تمہارے اعضاء کاٹے جا رہے ہیں اور تم ایک دوسرے کو بچاتے نہیں ہو اور تمہارا دشمن سوتا نہیں ہے اور تم غفلت میں بے خبر پڑے ہوئے ہو۔ جنگجو آدمی تو بیدار اور سمجھدار ہوتا ہے اور جو جھک کر صلح کرتا ہے وہ ذلیل و خوار ہو جاتا ہے۔ آپس میں جھگڑنے والے مغلوب ہو جاتے ہیں اور جو مغلوب ہو جاتا ہے اسے خوب دبایا جاتا ہے اور اس کا سب کچھ چھین لیا جاتا ہے۔

پھر فرمایا: اما بعد! میرا تم پر حق ہے اور تمہارا مجھے پر حق ہے۔ تمہارا حق مجھ پر یہ ہے کہ جب تک میں تمہارے ساتھ رہوں تمہارا بھلا چاہتا رہوں اور تمہارا مال غنیمت بڑھاتا رہوں اور تمہیں سکھاتا رہوں؛ تاکہ تم جاہل نہ رہو اور تمہیں ادب اور اخلاق سکھاتا رہوں؛ تاکہ تم سیکھ جاؤ اور میرا تمہارے اوپر حق یہ ہے کہ تم میری بیعت کو پورا کرو، میرے سامنے اور میرے پیچھے میرے خیر خواہ بن کر رہو اور جب میں تمہیں بلاؤں تو تم میری آواز پر لبیک کہو اور جب میں تمہیں کوئی حکم دوں تو تم اسے پورا کرو اور اگر اللہ تعالیٰ تمہارے ساتھ بھلائی کا ارادہ فرما رہے ہیں تو ان کاموں کو چھوڑ دو جو مجھے پسند نہیں ہیں اور ان کاموں کی طرف لوٹ آؤ جو مجھے پسند ہیں۔ اس طرح تم جو کچھ چاہتے ہو اسے پالو گے اور جن چیزوں کی امید لگائے بیٹھے ہو انہیں حاصل کر لو گے۔ (اخرجہ الطبری ایضاً ۴/ ٦٧)۔

صفین کے دن حوشب حمیری کا حضرت علیؓ کا پکارنا اور حضرت علیؓ کا اس کو جواب دینا

حضرت عبدالواحد دمشقی بیان کرتے ہیں کہ جنگ صفین کے دن حوشب جمیری نے حضرت علی کو پکار کر کہا: اے ابو طالب کے بیٹے! آپ ہمارے ہاں سے واپس چلے جائیں۔ ہم آپ کو اپنے اور آپ کے خون کے بارے میں اللہ کا واسطہ دیتے ہیں (کہ آپ جنگ کا ارادہ ترک کر دیں) ہم آپ کے لیے عراق چھوڑ دیتے ہیں، آپ ہمارے لیے شام چھوڑ دیں اور اس طرح مسلمانوں کے خون کی حفاظت کر لیں۔ حضرت علیؓ نے فرمایا: اے ام ظلیم کے بیٹے! ایسا کہاں ہو سکتا ہے؟ اللہ کی قسم! اگر مجھے معلوم ہوتا کہ اللہ کے دین میں مداہنت کرنے کی گنجائش ہے تو میں ضرور کر لیتا اور اس طرح میری مشکلات آسان ہو جاتیں؛ لیکن اللہ تعالیٰ اس بات پر راضی نہیں ہیں کہ جب اللہ کی نافرمانی ہو رہی ہو اور قرآن والے اس سے روکنے اور غلبہ دین کے لیے جہاد کرنے کی طاقت رکھتے ہوں اور پھر قرآن والے خاموش رہیں اور مداہنت سے کام لیں۔ (أخرجہ ابن عبدالبر فی الاستیعاب ۳/ ۳۹۱، وأخرجہ أبونعیم فی الحلیۃ ۱/ ۸۵ مثلہ)۔

حضرت علی بن ابی طالب علی اللہ کی بہادری

جنگ احد کے بعد حضرت علیؓ کے اشعار

حضرت جابر فرماتے ہیں کہ حضرت علیؓ جنگ احد کے دن حضرت فاطمہؓ کے پاس آئے اور یہ شعر پڑھے:

أَفَاطِمُ هَاكِ السَّيْفَ غَيْرَ ذَمِيم

فَلَستُ بِرِعَدِيدٍ وَلَا بِلَئِيم

''اے فاطمہ! یہ تلوار لے لو جس میں کوئی عیب نہیں اور نہ تو (ڈر کی وجہ سے) مجھ پر کبھی کپکپی طاری ہوتی ہے اور نہ میں کمینہ ہوں''۔

لعَمْرِی لَقَدْ أَبْلَيْتُ فِی نَصْرِ أَحْمَدٍ

و مَرْضَاةِ رَبٍّ بِالْعِبَادِ عَلِيم

''میری عمر کی قسم! حضرت احمد ﷺ کی مدد اور اس رب العزت کی خوشنودی کی خاطر میں نے پوری کوشش کی ہے جو بندوں کو اچھی طرح جانتا ہے''۔

حضرت جبرائیل نے آ کر عرض کیا: اے محمد! آپ کے والد کی قسم! یہ غمخواری کا موقع ہے۔ اس پر حضور ﷺ نے فرمایا: اے جبرائیل! یہ علی تو مجھ سے ہیں۔ حضرت جبرائیل نے عرض کیا: میں آپ دونوں کا ہوں۔ (اخرجہ البزار)۔

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ جنگ احد کے دن حضرت علیؓ، حضرت فاطمہ کے پاس گئے اور ان سے کہا کہ یہ تلوار لے لو۔ اس میں کوئی عیب نہیں ہے۔

حضرت علیؓ کا عمرو بن عبدود کو قتل کرنا

حضرت عبید اللہ بن کعب بن مالک انصاری علیہ فرماتے ہیں کہ غزوہ خندق کے دن عمرو بن عبدود بہادروں کی نشانی لگا کر جنگ میں اپنے موجود ہونے کو بتانے کے لیے نکلا۔ جب وہ اور اس کے گھڑ سوار ساتھی کھڑے ہو گئے تو حضرت علیؓ نے اس سے کہا: اے عمرو! تم نے قریش کے لیے اللہ سے عہد کیا تھا کہ جب بھی تمہیں کوئی آدمی دو باتوں کی دعوت دے تم ان دو میں سے ایک کو ضرور اختیار کر لو گے۔ اس نے کہا: ہاں، میں نے یہ عہد کیا تھا۔ حضرت علی نے کہا: میں تمہیں اللہ اور اس کے رسول کی اور اسلام کی دعوت دیتا ہوں۔ عمرو نے کہا: مجھے اس کی کوئی ضرورت نہیں

ہے۔اس پرحضرت علی نے فرمایا کہ میں مقابلہ کے لیے میدان میں اترنے کی تم کو دعوت دیتا ہوں۔عمرو نے کہا: اے میرے بھتیجے (مجھے) کیوں (میدان میں مقابلے کے لیے اترنے کی دعوت دے رہے ہو کیونکہ) اللہ کی قسم! میں تمہیں قتل کرنا نہیں چاہتا ہوں۔حضرت علی نے فرمایا: میں تو تمہیں قتل کرنا چاہتا ہوں۔ یہ سن کر عمرو آگ بگولہ ہو گیا اور حضرت علی کی طرف بڑھا۔ دونوں اپنی سواریوں سے اترے اور دونوں نے میدان کا کچھ چکر لگایا۔ (پھر لڑائی شروع ہوئی) آخر حضرت علیؓ نے عمرو کو قتل کر دیا۔(ابن جریر)

عمرو بن عبدود کو قتل کے وقت حضرت علیؓ کے اشعار

ابن اسحاق کہتے ہیں کہ عمرو بن عبدود ہتھیاروں سے پوری طرح لیس ہو کر باہر نکلا اور بلند آواز سے پکارا: مقابلہ کے لیے کون آتا ہے؟ حضرت علی بن ابی طالب نے کھڑے ہو کر کہا: اے اللہ کے نبی! میں اس کے مقابلے کے لیے جاتا ہوں۔آپ نے فرمایا: عمرو ہے، بیٹھ جاؤ۔ پھر عمرو نے زور سے پکارا۔ کیا ہے کوئی مرد جو میرے مقابلہ کے لیے میدان میں آئے اور مسلمانوں کو ملامت کرتے ہوئے کہنے لگا: کہاں گئی تمہاری وہ جنت جس کے بارے میں تم لوگ یہ کہتے ہو کہ تم میں سے جو مارا جاتا ہے وہ اس جنت میں داخل ہو جاتا ہے۔تم لوگ میرے مقابلہ کے لیے ایک آدمی کو بھی نہیں بھیج سکتے؟ حضرت علیؓ نے پھر کھڑے ہو کر کہا: یا رسول اللہ! میں جاتا ہوں۔آپ نے فرمایا: عمرو ہے،تم بیٹھ جاؤ۔عمرو نے تیسری مرتبہ پھر بلند آواز سے مقابلہ کے لیے آنے کی دعوت دی،اور راوی نے اس کے اشعار کا بھی تذکرہ کیا۔ پھر حضرت علیؓ نے کھڑے ہو کر کہا: یا رسول اللہ! میں جاتا ہوں۔آپ نے فرمایا: یہ عمرو ہے۔حضرت علیؓ نے کہا: چاہے عمرو ہو۔(میں جانے کو تیار ہوں)، چنانچہ حضور ﷺ نے ان کو اجازت دے دی۔ وہ اشعار پڑھتے ہوئے اس کی طرف چلے:

لَا تَعۡجَلَن فقد أتاك
مُجيب صَوۡتِكَ غَيۡرَ عاجز

"ہرگز جلدی نہ کر؛ کیونکہ تیری آواز کا جواب دینے والا آ گیا ہے، جو عاجز نہیں ہے"۔

فی نیة و بصیرة
والصدق منجی کُلِّ فَائِزُ

''یہ آنے والا سوچ سمجھ کر اور پکے ارادے کے ساتھ آیا ہے (یہ بات میں تم سے پکی کہہ رہا ہوں کیونکہ) سچ ہی ہر کامیاب ہونے والے کے لیے نجات کا ذریعہ ہے''۔

اِنی لا رجو أن أقيم

عليك نائحة الجنائز

''مجھے پوری امید ہے کہ مردوں پر نوحہ کرنے والیوں کو میں تیرے اوپر نوحہ کرنے کے لیے کھڑا کر دوں گا''۔

من ضربة نجلاء

يبقى ذِكْرُهَا عِنْدَالْهَزَاهِز

''میں تجھے (تلوار کی) ایسی لمبی چوڑی ضرب لگاؤں گا جس کا تذکرہ بڑی بڑی لڑائیوں میں بھی باقی رہے گا''۔

عمرو نے حضرت علیؓ سے پوچھا: تم کون ہو؟ انہوں نے کہا: میں علی ہوں۔ عمرو نے کہا کہ کیا تم عبد مناف (یہ ابو طالب کا نام ہے) کے بیٹے ہو؟ انہوں نے کہا (ہاں) میں علی بن ابی طالب ہوں۔ عمرو نے کہا: اے میرے بھتیجے! میں چاہتا ہوں کہ میرے مقابلہ کے لیے تمہاری جگہ تمہارے چچاؤں میں سے کوئی آئے، جو عمر میں تم سے بڑا ہو؛ کیونکہ مجھے تمہارا خون بہانا پسند نہیں ہے۔ حضرت علیؓ نے کہا: لیکن اللہ کی قسم! میں تمہارے خون بہانے کو برا نہیں سمجھتا ہوں۔ وہ غضبناک ہو کر اپنے گھوڑے سے نیچے اترا اور اپنی تلوار سونت لی۔ وہ تلوار آگ کے شعلے کی طرح چمک دار تھی۔ پھر وہ غصہ میں بھرا ہوا حضرت علیؓ کی طرف بڑھا۔ حضرت علیؓ کھال والی ڈھال لے کر اس کے سامنے آئے۔ عمرو نے حضرت علی کی ڈھال پر تلوار کا ایسا زوردار وار کیا کہ تلوار ڈھال کو کاٹ کر ان کے سر تک جا پہنچی جس سے سر زخمی ہو گیا۔ حضرت علی نے اس کے کندھے پر اس زور سے تلوار ماری جس سے وہ زمین پر گر گیا اور (اس کے گرنے سے بہت سا) غبار اڑا اور حضور اقدس ﷺ نے زور سے اللہ اکبر کہنے کی آواز سنی جس سے ہم لوگ سمجھ گئے کہ حضرت علی نے عمرو کو قتل کر دیا ہے۔ اس وقت حضرت علی یہ اشعار پڑھ رہے تھے:

أَعَلَيّ تَقْتَحِمُ الفَوَارِسُ هكَذَا

عَنِّی وعَنْهُمْ أَخِرُوا أَصْحَابِی

''کیا گھڑ سواریوں اچانک مجھ پر حملہ کر دیں گے؟ اے میرے ساتھیو! تم سب کو مجھ سے اور مجھ پر اچانک حملہ کرنے والوں سے پیچھے ہٹا دو، میں اکیلا ہی ان سے نمٹ لوں گا''۔

اليوم يمنعنى الْفِرَار حَفِيظتِى

و مصمم فِى الرَّأسِ لَيْسَ بِنَابِى

''میدان جنگ میں مجھے جو غصہ آتا ہے اس نے آج مجھے جاگنے سے روکا ہوا ہے اور اس تلوار نے روکا ہے جس کا وار سر کاٹ کر آتا ہے اور خطا نہیں ہوتا ہے''۔

پھر یہ اشعار پڑھے:

عبد الحِجَارَةَ مِنْ سَفَاهَةِ رَأيه

و عَبَدَت رَبَّ مُحَمَّدٍ بِصَوَابى

''اس نے اپنی احمقانہ رائے سے پتھروں کی عبادت کی اور میں نے اپنی درست رائے سے محمد ﷺ کے رب کی عبادت کی''۔

فَصَدَرْتُ حِينَ تَرَكْتُهُ مُتَجَدِّلًا

كَالْجِزْعِ بَيْنَ دَكَادِكَ وَ رَوَابِي

''جب میں اس کا کام تمام کر کے واپس آیا تو وہ زمین پر ایسے پڑا ہوا تھا جیسے کھجور کا تنا سخت زمین اور ٹیلوں کے درمیان پڑا ہوا ہو''۔

وعففت عن أثوابه ولو أننى

كنت المقطر بزنى أثْوَابِى

'میں نے اس کے کپڑے نہیں لیے اور یوں میں پاک دامن رہا اور اگر میں مرجاتا تو وہ میرے کپڑے چھین لیتا''۔

لا تَحْسَبَنَّ اللَّهَ خَاذِلَ دِينِهِ

وَنَبِيهِ يَا مَعْشَرَ الْأَحْزَابِ

''اے (کافروں کی) جماعتو! یہ خیال ہرگز نہ کرنا کہ اللہ تعالیٰ اپنے دین کی اور اپنے نبی مسلم کی مدد چھوڑ دیں گے''۔

پھر حضرت علی حضور ﷺ کی طرف چل پڑے اور ان کا چہرہ خوشی سے دمک رہا تھا۔

حضرت عمر بن خطابؓ نے ان سے کہا کہ تم نے اس (عمرو بن عبدود) کی زرہ کیوں نہیں لے لی۔ کیوں کہ عربوں کے پاس اس زرہ سے بہتر زرہ نہیں ہے۔ حضرت علیؓ نے کہا کہ میں نے اس پر وار کیا۔ اس نے اپنی شرم گاہ کے ذریعہ مجھ سے بچاؤ کیا۔ یعنی اس کی شرم گاہ کھل گئی اس وجہ سے مجھے شرم آئی کہ میں اپنے چچازاد بھائی کی اس حال

میں زرہ اتارلوں۔(البدایۃ والنہایۃ)۔

خیبر کے دن حضرت علیؓ کی بہادری اور مرحب کو قتل کرنا

حضرت سلمہ بن اکوع ﷺ ایک لمبی حدیث بیان کرتے ہیں جس وہ غزوہ بنوزارہ سے واپسی کا تذکرہ کرتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ واپس آ کر ابھی ہم لوگ تین دن ٹھہرے ہی تھے کہ ہم لوگ خیبر کی طرف نکل پڑے۔اور حضرت عامر بھی اس غزوہ میں گئے تھے اور وہ یہ اشعار پڑھتے جاتے تھے:

و الله لَوْ لَا أَنتَ مَا اهْتَدَيْنَا
وَ لَا تَصَدَّقْنَا وَ لَا صَلَّيْنَا

''اللہ کی قسم! اگر آپ نہ ہوتے (یعنی آپ کا فضل نہ ہوتا) تو ہم ہدایت نہ پاتے اور صدقہ نہ کرتے اور نہ نماز پڑھتے''۔

وَ نَحْنُ مِنْ فَضْلِكَ مَا اسْتَغْنَيْنَا
فانزلن سكينة عَلَيْنَا
و ثبت الاقدام ان لاقينا

''ہم تیرے فضل سے بے نیاز نہیں ہیں، تو ہم پر سکینہ اور اطمینان کو ضرور نازل فرما۔اور جب ہم دشمن سے مقابلہ کریں تو تو ہمیں ثابت قدم رکھ''۔

اس پر آپ نے پوچھا کہ یہ اشعار پڑھنے والا کون ہے؟ لوگوں نے عرض کیا حضرت عامر۔حضور ﷺ نے فرمایا (اے عامر) تیرا رب تیری مغفرت فرمائے۔راوی کہتے ہیں کہ جب بھی حضور ﷺ نے کسی کو یہ دعا دی ہے وہ ضرور شہید ہوا ہے۔حضرت عمر بھی تو اونٹ پر سوار تھے۔یہ دعا سن کر انہوں نے کہا آپ نے حضرت عامر سے اور فائدہ اٹھانے دیا ہوتا (یعنی آپ یہ دعا حضرت عامر کو نہ دیتے تو وہ اور زندہ رہتے۔اب تو وہ شہید ہو جائیں گے) پھر ہم لوگ خیبر پہنچے تو (یہود کا پہلوان) مرحب اپنی تلوار فخر سے لہراتا ہوا اور یہ شعر پڑھتا ہوا باہر نکلا:

قَدْ عَلِمَتْ خَيْبَرُ أَنِّي مَرْحَب شاكى السلاح بطل مجرب
اذاالْحُرُوبُ أَقْبَلَتْ تَلَهَبُ

''سارے خیبر کو اچھی طرح معلوم ہے کہ میں مرحب ہوں اور ہتھیاروں سے لیس ہوں اور تجربہ کار بہادر ہوں (میری بہادری اس وقت ظاہر ہوتی ہے) جب کہ شعلہ زن لڑائیاں سامنے آتی ہیں''۔

حضرت عامر مرحب کے مقابلے کے لیے یہ اشعار پڑھتے ہوئے میدان میں نکلے:

قَدْ عَلِمَتْ خَيْبَرُ أَنِّي عَامِرٌ   شاكي السلاح بَطَلُ مُغَامِرٌ

''سارے خیبر کو اچھی طرح معلوم ہے کہ میں عامر ہوں اور ہتھیاروں سے لیس ہوں اور مہلک مقامات میں گھسنے والا بہادر ہوں''۔

ان دونوں کے آپس میں تلوار سے دو دو ہاتھ ہوئے۔ مرحب کی تلوار حضرت عامر کی ڈھال میں گھس گئی۔ حضرت عامر نے مرحب کے نچلے حصہ پر حملہ کیا۔ حضرت عامر کی تلوار خود ان کو ہی لگ گئی جس سے شہ رگ کٹ گئی اور اس سے یہ شہید ہو گئے۔ حضرت سلمہ فرماتے ہیں کہ میں باہر نکلا تو حضور ﷺ کے چند صحابہ کو میں نے کہتے سنا کہ حضرت عامر کا سارا عمل رائیگاں گیا؛ کیونکہ انہوں نے خودکشی کی ہے۔ میں روتا ہوا حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا، حضور ﷺ نے مجھے فرمایا: کیا ہوا؟ میں نے کہا: لوگ کہہ رہے ہیں کہ عامر کا سارا عمل رائیگاں گیا۔ حضور ﷺ نے پوچھا یہ بات کس نے کہی؟ میں نے کہا: آپ کے چند صحابہ نے۔ حضور ﷺ نے کہا: ان لوگوں نے غلط کہا۔ عامر کو تو دو گنا اجر ملے گا۔ حضور ﷺ نے حضرت علی کو بلانے کے لیے آدمی بھیجا۔ اور ان کی آنکھ دکھ رہی تھی۔ حضور نے فرمایا: آج میں جھنڈا ایسے آدمی کو دوں گا جو اللہ اور اس کے رسول سے محبت کرتا ہے۔ اور اللہ اور اس کا رسول اس سے محبت کرتے ہیں، میں حضرت علی ہی کا ہاتھ پکڑے ہوئے لے کر آیا۔ آپ نے ان کی آنکھ پر لعاب مبارک لگایا، وہ فوراً ٹھیک ہو گئی، حضور نے ان کو جھنڈا دیا۔ مرحب پھر وہی اپنے اشعار پڑھتا ہوا باہر نکلا:

قَدْ عَلِمَتْ خَيْبَرُ أَنِّي مَرْحَب   شاكي السلاح بطل مجرب

إِذَا الْحُرُوبُ أَقْبَلَتْ تَلَهَّب

اس کے مقابلہ کے لیے حضرت علی یہ اشعار پڑھتے ہوئے نکلے:

أَنَا الَّذِي سَمَّتَنِي أُمِي حَيْدَرَهُ   كليث غابات كَرِيهِ المَنْظَرَة

أو فيهم بِالصَّاعِ كَيْلَ السَّنَدَرَه

''میں وہ شخص ہوں کہ جس کی ماں نے اس کا نام حیدر یعنی شیر رکھا۔ میں جنگل کے ہولناک منظر والے شیر کی طرح ہوں۔ میں دشمنوں کو پورا پورا ناپ کر دوں گا جیسے کہ کھلے پیمانے میں پورا پورا دیا جاتا ہے''۔ (یعنی میں دشمن کی وسیع پیمانے پر خون ریزی کروں گا)۔

چنانچہ حضرت علی نے تلوار کا ایسا وار کیا کہ مرحب کا سر پھاڑ کر اسے قتل کر دیا اور اس طرح خیبر فتح ہو گیا۔ (أخرجہ مسلم والبیہقی)۔

اس روایت میں اس طرح آیا ہے کہ ملعون مرحب یہودی کو حضرت علی نے ہی قتل کیا ہے اور ایسے ہی امام احمد نے حضرت علی ہی اللہ سے روایت نقل کی ہے کہ جب میں نے مرحب کو قتل کیا تو اس کا سر حضورﷺ کی خدمت میں لے کر آیا۔ جب کہ موسیٰ بن عقبہ نے زہری سے روایت کی ہے کہ مرحب کو قتل کرنے والے حضرت محمد بن مسلمہ ہیں اور اسی طرح محمد بن اسحاق نے اور واقدی نے حضرت جابرؓ وغیرہ حضرات سے نقل کیا ہے۔

رسول اللہﷺ کے آزاد کردہ غلام حضرت ابو رافعؓ فرماتے ہیں کہ ہم لوگ حضرت علی کے ساتھ خیبر کے لیے روانہ ہوئے۔ حضور نے ان کو اپنا جھنڈا دے کر بھیجا۔ جب حضرت علی قلعہ کے قریب پہنچے تو قلعہ والے لڑنے کے لیے قلعہ سے نکل کر باہر آ گئے۔ چنانچہ حضرت علی نے ان سے جنگ شروع کر دی۔ ان یہودیوں میں سے ایک آدمی نے حضرت علی پر تلوار کا زوردار وار کیا جس سے حضرت علی کے ہاتھ سے ڈھال نیچے گر گئی۔ حضرت علی نے فوراً قلعہ کا دروازہ اکھیڑ کر اسے اپنی ڈھال بنا لیا۔ اور دروازے کو ہاتھ میں پکڑ کر حضرت علی لڑتے رہے یہاں تک کہ اللہ تعالی نے ان کو فتح نصیب فرمائی پھر انہوں نے اس دروازے کو زمین پر ڈال دیا۔ پھر میں نے سات اور آدمیوں کو لے کر کوشش کی کہ اس دروازے کو پلٹ دیں؛ لیکن ہم آٹھ آدمی اسے پلٹ نہ سکے۔

حضرت جابرؓ فرماتے ہیں کہ حضرت علیؓ نے خیبر کے دن قلعہ کا دروازہ اٹھا لیا۔ مسلمان اس کے اوپر چڑھ کر قلعے کے اندر چلے گئے۔ اور اس طرح اس کو فتح کر لیا۔ بعد میں لوگوں نے تجربہ کیا تو چالیس آدمی اسے نہ اٹھا سکے۔

حضرت جابرؓ کی ایک روایت میں یہ ہے کہ ستر آدمیوں نے اپنا پورا زور لگایا تب دروازے کو واپس اس کی جگہ لا سکے۔

حضرت جابر بن سمرہ فرماتے ہیں کہ حضرت علی نے غزوہ خیبر کے دن (قلعہ کا) دروازہ اٹھا لیا تھا۔ اس پر چڑھ کر مسلمانوں نے خیبر کو فتح کیا تھا۔ بعد میں تجربہ کیا گیا تو چالیس لوگوں سے کم سے وہ اٹھ نہ سکا۔ (منتخب کنز العمال)۔

حضرت علیؓ کا عدل

حضرت کلیب رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ حضرت علیؓ کے پاس اصبہان سے مال آیا۔ آپ نے اسے سات حصوں میں تقسیم کیا۔ اس میں آپ کو ایک روٹی بھی ملی۔ آپ نے اس کے سات ٹکڑے کیے اور ہر حصہ پر ایک ٹکڑا رکھ دیا، پھر لشکر کے ساتوں حصوں کے امیروں کو بلایا اور ان میں قرعہ اندازی کی؛ تاکہ پتہ چلے کہ ان میں سے پہلے کس کو دیا

جائے۔(بیہقی وابن عساکر)۔

ایک خاتون اوراس کی باندی کے ساتھ حضرت علیؓ کا قصہ

حضرت عبداللہ ہاشمی اپنے والد سے نقل کرتے ہیں کہ حضرت علی کے پاس دوعورتیں مانگنے کے لئے آئیں،ان میں سے ایک عربی تھی اور دوسری اس کی آزاد کردہ باندی تھی۔آپ نے حکم دیا کہ ان میں سے ہرایک کو ایک ڈھیر غلہ(تقریباً ۳۶من) اور چالیس درہم دیے جائیں۔اس باندی کو تو جو ملا،وہ اسے لے کر چلی گئی؛لیکن عربی عورت نے کہا:اے امیرالمومنین! آپ نے اس کو جتنا دیا،مجھے بھی اتنا ہی دیا،حالانکہ میں عربی ہوں اور یہ آزاد کردہ باندی ہے۔اس سے حضرت علی نے کہا:میں نے اللہ تعالی کی کتاب میں بہت غور سے دیکھا تو اس میں مجھے اولاد اسماعیل علیہ السلام کو اولاد اسحاق علیہ السلام پر کوئی فضیلت نظر نہیں آئی۔(بیہقی)۔

حضرت علیؓ اور جعدہ بن ہبیرہ کا قصہ

حضرت علی بن ربیعہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں:حضرت جعدہ بن ہبیرہ نے حضرت علی کی خدمت میں آکر کہا:اے امیرالمومنین! آپ کے پاس دوآدمی آئیں گے۔ان میں سے ایک کو تو اپنی جان سے بھی زیادہ آپ سے محبت ہے یا یوں کہا:اپنے اہل عیال اور مال ودولت سے بھی زیادہ محبت ہے،اور دوسرے کا بس چلے تو آپ کو ذبح کردے۔اس لئے آپ دوسرے کے خلاف پہلے کے حق میں فیصلہ کریں۔اس پر حضرت علی نے حضرت جعدہ کے سینہ پر مکا مارا اور فرمایا:اگر یہ فیصلے اپنے آپ کو راضی کرنے کے لئے ہوتے تو میں ضرور ایسا کرتا؛لیکن یہ فیصلے تو اللہ کو راضی کرنے کے لئے ہوتے ہیں (اس لئے میں تو حق کے مطابق فیصلہ کروں گا۔اب وہ فیصلہ جس کے حق میں چاہے ہو جائے)۔ (ابن عساکر)۔

اصبغ بن نباتہ کے ساتھ پیش آیا ہوا واقعہ

حضرت اصبغ بن نباتہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں:میں حضرت علی بن ابی طالب کے ساتھ بازار گیا۔آپ نے دیکھا کہ بازار والے اپنی جگہ سے آگے بڑھ گئے ہیں۔آپ نے پوچھا یہ کیا ہے؟ لوگوں نے بتایا کہ بازار والے اپنی جگہ سے آگے بڑھ گئے ہیں۔آپ نے فرمایا:اپنی جگہ بڑھا لینے کا انہیں کوئی حق نہیں ہے۔مسلمانوں کا بازار نمازیوں کے نماز پڑھنے کی جگہ یعنی مسجد کی طرح ہوتا ہے،لہذا جس جگہ کا کوئی مالک نہیں ہے،وہاں پہلے آکر جو قبضہ کرے گا،وہ جگہ اس دن اس کی ہوگی،ہاں وہ خود اسے چھوڑ کر کہیں اور چلا جائے تو اس کی مرضی۔

حضرت علی بن ابی طالب کا اپنے امیروں کو وصیت کرنا

امراء کے نام حضرت علیؓ کا خط

حضرت مہاجر عامری رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ حضرت علی بن ابی طالب نے اپنے ایک ساتھی کو ایک شہر کا گورنر بنا رکھا تھا۔ اسے یہ خط لکھا:

اَمابعد! تم اپنی رعایا سے زیادہ دیر غائب نہ رہو (جب کسی ضرورت کی وجہ سے ان سے الگ ہونا پڑے تو ان کے پاس جلدی واپس آ جاؤ) کیونکہ امیر کے رعایا سے الگ رہنے کی وجہ سے لوگ تنگ ہوں گے اور خود امیر کو لوگوں کے حالات تھوڑے معلوم ہوسکیں گے؛ بلکہ جن سے الگ رہے گا ان کے حالات بالکل معلوم نہ ہوسکیں گے۔ جب امیر لوگوں کے ساتھ میل جول نہیں رکھے گا؛ بلکہ الگ رہے گا تو اسے سنی سنائی باتوں پر ہی کام چلانا پڑے گا۔ اس طرح سارا دارو مدار سنانے والوں پر آجائے گا اور سنانے والوں میں غلط لوگ بھی ہو سکتے ہیں، جس کا نتیجہ یہ نکلے گا کہ پھر اس کے سامنے بڑی چیز کو چھوٹا اور چھوٹی چیز کو بڑا، اور اچھی چیز کو برا اور بری چیز کو اچھا بنا کر پیش کیا جائے گا اور یوں حق باطل کے ساتھ خلط ملط ہو جائے گا اور امیر بھی انسان ہی ہے۔ لوگ اس سے چھپ کر جو کام کر رہے ہیں وہ ان کو نہیں جانتا ہے اور انسان کی ہر بات پر ایسی نشانیاں نہیں پائی جاتی ہیں جن سے پتہ چل سکے کہ اس کی یہ بات سچی ہے یا جھوٹی۔ لہذا اب اس کا حل یہی ہے کہ امیر اپنے پاس لوگوں کی آمد و رفت کو آسان اور عام رکھے (جب لوگ اس کے پاس زیادہ آئیں گے تو اسے حالات زیادہ معلوم ہوسکیں گے اور پھر یہ فیصلہ صحیح کر سکے گا) اور اس طرح یہ امیر ہر ایک کو اس کا حق دے سکے گا اور ایک کا دوسرے کو دینے سے محفوظ رہے گا، لہذا تم ان دو قسم کے آدمیوں میں سے ایک قسم کے ضرور ہو گے: یا تو تم سخی آدمی ہو گے اور حق میں خرچ کرنے میں تمہارا ہاتھ بہت کھلا ہوگا، اگر تم ایسے ہو اور تم نے لوگوں کو دینا ہی ہے اور ان سے اچھے اخلاق سے پیش آنا ہی ہے تو پھر تمہیں لوگوں سے الگ رہنے کی کیا ضرورت؟ اور اگر تم کنجوس ہو۔ اپنا سب کچھ روک کر رکھنے کی طبیعت رکھتے ہو تو پھر لوگ چند دن تمہارے پاس آئیں گے اور جب انہیں تم سے کچھ ملے گا نہیں تو وہ خود ہی مایوس ہو کر تمہارے پاس آنا چھوڑ دیں گے۔ اس صورت میں بھی تمھیں ان سے الگ رہنے کی ضرورت نہیں ہے اور ویسے بھی لوگ تمہارے پاس اپنی ضرورتیں ہی لے کر آتے ہیں کہ یا تو کسی ظالم کی شکایت کریں گے یا تم سے انصاف کے طالب ہوں گے اور یہ ضرورتیں ایسی ہیں کہ ان کے پورا کرنے میں تم پر کوئی بوجھ نہیں پڑتا، لہذا لوگوں سے الگ رہنے کی ضرورت نہیں ہے۔ اس لئے میں نے جو کچھ لکھا

ہے اس پر عمل کر کے اس سے فائدہ اٹھاؤ اور میں تمہیں صرف وہی باتیں لکھ رہا ہوں جن میں تمہارا فائدہ ہے اور جن سے تمہیں ہدایت ملے گی ان شاءاللہ۔(منتخب کنزالعمال)۔

حضرت علیؓ کا اپنے ایک اور گورنر کو خط

حضرت مدائنی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ حضرت علی بن ابی طالب نے اپنے ایک امیر کو یہ خط لکھا:

ٹھہرو، اور یوں سمجھو کہ تم زندگی کے آخری کنارے پر پہنچ گئے ہو۔ تمہاری موت کا وقت آ گیا ہے اور تمہارے اعمال تمہارے سامنے اس جگہ پیش کئے جا رہے ہیں جہاں دنیا کے دھوکہ میں پڑا ہوا ہائے حسرت پکارے گا اور زندگی ضائع کرنے والا تمنا کرے گا کہ کاش میں توبہ کر لیتا اور ظالم تمنا کرے گا کہ اسے ایک دفعہ پھر دنیا میں واپس بھیج دیا جائے؛ تا کہ وہ نیک عمل کر کے آئے اور یہ جگہ میدان حشر ہے۔(ابن عساکر)۔

عکبرا کے گورنر کو حضرت علیؓ کی وصیت

قبیلہ ثقیف کے ایک صاحب بیان کرتے ہیں کہ حضرت علی بن ابی طالب نے مجھے عکبرا شہر کا گورنر بنایا اور وہاں کے مقامی لوگ جو کہ ذمی تھے وہ میرے پاس بیٹھے ہوئے تھے۔ حضرت علی نے مجھ سے فرمایا:

عراق کے دیہاتی لوگ دھوکہ باز ہوتے ہیں، خیال رکھنا کہیں تمہیں دھوکہ نہ دے دیں، لہذا ان کے ذمہ جو حق ہے، وہ ان سے پورا وصول کرنا۔ پھر مجھ سے فرمایا: شام کو میرے پاس آنا۔ چنانچہ جب میں شام کو خدمت میں حاضر ہوا تو مجھ سے فرمایا:

میں نے صبح تم کو جو کہا تھا، وہ ان لوگوں کو سنانے کے لئے کہا تھا۔ رقم کی وصولی کے لئے ان میں سے کسی کو کوڑا نہ مارنا اور نہ دھوپ میں کھڑا کرنا اور ان سے شرعی حق کے بغیر اپنے لیے بکری اور گائے نہ لینا۔ ہمیں تو یہ حکم دیا گیا ہے کہ ہم ان سے 'عفو' وصولیں، جانتے ہو عفو کسے کہتے ہیں؟ جسے وہ آسانی سے دے سکے (اور وہ اس کی ضرورت سے زائد ہو)۔[کذافی الکنز]۔

اور بیہقی کی روایت میں یہ مضمون بھی ہے کہ ان کا غلہ اور گرمی سردی کے کپڑے اور ان کے کھیتی اور بار برداری کے کام آنے والے جانور نہ بیچنا، اور پیسوں کی وصولی کے لئے کسی کو دھوپ میں کھڑا نہ کرنا۔

اس امیر نے کہا: پھر تو میں جیسا آپ کے پاس سے جا رہا ہوں ایسا ہی خالی ہاتھ واپس آ جاؤں گا۔

حضرت علیؓ نے فرمایا: کوئی بات نہیں، چاہے تم جیسے جا رہے ہو ویسے ہی واپس آ جاؤ۔ تیرا ناس ہوا ہمیں میں حکم دیا گیا ہے کہ ہم ان سے ضرورت سے زائد مال ہی لیں۔(بیہقی)۔

راہِ خدا میں خرچ کرنا

کھانا کھلانے کی فضیلت پر حضرت علیؓ کے اقوال

حضرت علی فرماتے ہیں: میں اپنے کچھ ساتھیوں کو ایک صاع کھانے پر جمع کرلوں یہ مجھے اس سے زیادہ محبوب ہے کہ میں بازار جاؤں اور ایک غلام خرید کر آزاد کردوں (حالانکہ ایک غلام کی قیمت ایک صاع کھانے سے بہت زیادہ ہے۔) (بخاری فی الأدب)۔

کپڑے پہنانا اور حضرت علیؓ کا انداز

حضرت اصبغ بن نباتہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: ایک شخص نے حضرت علی کی خدمت میں حاضر ہوکر عرض کیا: اے امیر المومنین! مجھے آپ سے ایک کام ہے جسے میں آپ کے سامنے پیش کرنے سے پہلے اللہ کے سامنے پیش کر چکا ہوں۔ اگر میرا وہ کام کردیں گے تو میں اللہ کی بھی تعریف کروں گا اور آپ کا بھی شکریہ ادا کروں گا اور اگر آپ نے وہ کام نہ کیا تو بھی میں اللہ کی تعریف کروں گا اور آپ کو معذور سمجھوں گا کہ یہ کام آپ کے بس میں نہیں ہے۔ حضرت علی نے فرمایا: تم اپنا کام زمین پر لکھ کر مجھے بتا دو؛ کیونکہ زبان سے مانگنے کی ذلت میں تمہارے چہرے پر دیکھنا پسند نہیں کرتا، چنانچہ اس نے زمین پر لکھا کہ میں ضرورت مند ہوں۔ حضرت علی نے فرمایا: ایک جوڑا میرے پاس لاؤ۔ چنانچہ وہ جوڑا حضرت علی نے اس آدمی کو دے دیا۔ اس آدمی نے لے کر وہ جوڑا پہن لیا۔ پھر وہ حضرت علی کی تعریف میں یہ اشعار پڑھنے لگا:

كسوتنى حلة تبلى محاسنها
فسوف أكسوك من حسن الثناء حللاً

’’آپ نے تو مجھے ایک ایسا جوڑا پہنایا ہے جس کی خوبیاں پرانی ہوکر ختم ہو جائیں گی اور میں آپ کو عمدہ تعریف کے (ایسے) جوڑے پہناؤں گا‘‘، (جن کی خوبیاں ختم نہ ہوں گی)۔

ان نلت حسن ثنائى نلت مكرمة
ولست تبغى مما قد قلته بدلاً

’’آپ کو میری عمدہ تعریف سے بڑی عزت حاصل ہوگی اور میں نے جو کچھ کہا ہے آپ اس کے بدلہ میں کچھ نہیں چاہتے ہیں‘‘۔

ان الثناء ليحی ذكر صاحبه
كالغيب يحيی نداه السهل و الجبلا

''تعریف تعریف والے کے تذکرے کو اس طرح زندہ رکھتی ہے جس طرح بارش کی تری میدانی اور پہاڑی علاقوں کو زندہ کرتی ہے''۔

لا تزهد الدهر فی خير توفقه
فكل عبد سيجزی بالذی عملا

''جس خیر کے کام کی اللہ تمہیں توفیق دے، تم زندگی بھر اسے کرتے رہو اور بے رغبتی سے مت چھوڑو؛ کیونکہ ہر بندے کو اپنے کئے ہوئے اعمال کا بدلہ ملے گا''۔

اس کے یہ اشعار سن کر حضرت علیؓ نے فرمایا: میرے پاس دینار لاؤ۔ چنانچہ آپ کے پاس سو اشرفیاں لائی گئیں۔ آپ نے وہ اشرفیاں اس آدمی کو دے دیں۔

حضرت اصبغ کہتے ہیں: میں نے کہا: اے امیر المومنین! آپ اسے ایک جوڑا اور سو دینار دے رہے ہیں؟ حضرت علی نے فرمایا: ہاں، میں نے حضور ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ لوگوں کے ساتھ ان کے درجے کے مطابق معاملہ کرو اور اس آدمی کا میرے نزدیک یہی درجہ ہے۔ (ابن عساکر)۔

حضرت علیؓ کا مال تقسیم کرنا

حضرت علیؓ نے ایک سال تین مرتبہ لوگوں میں مال تقسیم کیا۔ اس کے بعد ان کے پاس اصبہان سے اور مال آ گیا تو آپ نے اعلان فرمایا (اے لوگو!) صبح صبح آ کر چوتھی مرتبہ مال پھر لے جاؤ۔ میں تمہارا خزانچی نہیں ہوں (کہ یہ مال جمع کر کے رکھوں) چنانچہ وہ سارا مال تقسیم کر دیا یہاں تک کہ رسیاں بھی تقسیم کر دیں۔ کچھ لوگوں نے تو رسیاں لے لیں اور کچھ نے واپس کر دیں۔ (کنز العمال)۔

کل مال کی تقسیم میں حضرت علیؓ کا انداز فکر

حضرت علی بن ربیعہ والبی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ ابن نباج نے حضرت علی کی خدمت میں حاضر ہو کر کہا: اے امیر المومنین! مسلمانوں کا بیت المال سونے چاندی سے بھر گیا ہے۔ یہ سن کر حضرت علی نے کہا: اللہ اکبر! اور ابن نباج پر ٹیک لگا کر کھڑے ہوئے اور مسلمانوں کے بیت المال پر پہنچے اور یہ شعر پڑھا:

هذا جناى وخيارہ فيه　　　وكل جان يده الى فيه

''یہ میرے چنے ہوئے پھل ہیں اور جو پھل عمدہ تھے، وہ انھی میں ہیں (میں نے انہیں نہیں کھایا اور میرے علاوہ) ہر پھل چننے والے کا ہاتھ اس کے منہ کی طرف جا رہا تھا، یعنی میں نے اس بیت المال میں سے کچھ نہیں لیا ہے''۔

اے ابن نباج! کوفہ والوں کو میرے پاس لے آؤ۔ چنانچہ لوگوں کو اعلان کر کے بلایا گیا۔ جب لوگ آئے تو حضرت علی نے بیت المال کا سارا مال لوگوں میں تقسیم کر دیا اور تقسیم کرتے ہوئے وہ یوں فرمارہے تھے: اے سونا چاندی! میرے علاوہ کسی اور کو دھوکہ دے، اور لوگوں سے کہہ رہے تھے: لے لو، لے لو اور یوں ہی تقسیم کرتے رہے یہاں تک کہ نہ کوئی دینار بچا اور نہ کوئی درہم۔ پھر ابن نباج سے فرمایا: اس بیت المال میں پانی چھڑک دو۔ اس نے پانی چھڑک دیا، پھر آپ نے اس میں دو رکعت نماز پڑھی۔ (ابونعیم فی الحلیۃ)۔

حضرت مجمع تیمی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ حضرت علی بیت المال کا سارا مال تقسیم کر کے اس میں جھاڑو دیا کرتے تھے اور اس میں نماز پڑھا کرتے اور وہاں سجدہ اس لئے کیا کرتے تھے؛ تاکہ یہ بیت المال قیامت کے دن آپ کے حق میں گواہی دے۔ (ابن عبدالبر)۔

حضرت علاء کے والد رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت علی بن ابی طالب کو یہ فرماتے ہوئے سنا: میں نے تمہارے مال غنیمت میں سے کھجوروں کے اس برتن کے علاوہ اور کچھ نہیں لیا اور یہ بھی مجھے دیہات کے ایک چودھری نے ہدیہ میں دیا تھا۔ پھر حضرت علی بیت المال تشریف لے گئے اور جتنا مال اس میں تھا وہ سارا تقسیم کر دیا اور پھر وہ یہ شعر پڑھتے تھے:

أفلح من كانت له قوصره　　　ياكل منها كل يوم مره

''وہ آدمی کامیاب ہو گیا جس کے پاس ایک ٹوکرا ہو جس میں سے وہ روزانہ ایک مرتبہ کھالے (کامیابی کے لیے تھوڑی دنیا بھی کافی ہے'')۔

حضرت عنترہ شیبانی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ حضرت علی ہر صنعت والے سے اس کی صنعت کاری اور دستکاری میں سے جزیہ اور خراج وصول کیا کرتے تھے۔ یہاں تک کہ سوئی والوں سے سوئیاں، دھاگے اور رسیاں لیا کرتے تھے۔ پھر اسے لوگوں میں تقسیم کر دیا کرتے اور روزانہ بیت المال کا سارا مال شام تک تقسیم کر دیا کرتے اور رات کو اس میں کچھ نہ ہوتا؛ البتہ اگر کسی ضروری کام میں مشغول ہو جاتے اور مال تقسیم کرنے کی اس دن فرصت نہ ملتی تو پھر وہ

مال بیت المال میں رات بھر رہ جاتا؛ لیکن اگلے دن صبح صبح جا کر اسے تقسیم کر دیتے اور فرمایا کرتے: اے دنیا! مجھے دھوکہ نہ دے، جا کسی اور کو جا کر دھوکہ دے اور یہ شعر پڑھا کرتے:

هذا جناى وخياره فيه وكل جان يده الى فيه

''یہ میرے چنے ہوئے پھل ہیں اور جو عمدہ پھل تھے، وہ ان ہی میں ہیں (میرے علاوہ) ہر پھل چننے والے کا ہاتھ اس کے منہ کی طرف جا رہا تھا''۔

حضرت عنترہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ میں ایک دن حضرت علی کی خدمت میں حاضر ہوا۔ تھوڑی دیر میں ان کا غلام قنبر آیا اور اس نے کہا: اے امیر المومنین! آپ سارا ہی تقسیم کر دیتے ہیں اور کچھ بھی باقی نہیں چھوڑتے حالانکہ اس مال میں آپ کے گھر والوں کا بھی حصہ ہے۔ اس لئے میں نے آپ کے لئے کچھ بہت عمدہ مال چھپا کر رکھا ہے۔ حضرت علی نے پوچھا وہ کیا ہے؟ قنبر نے کہا: آپ چل کر خود ہی دیکھ لیں کہ وہ کیا ہے؟ چنانچہ حضرت علی چلے اور قنبر ان کو ایک کمرے میں لے گیا۔ وہاں ایک برتن رکھا ہوا تھا جس پر سونے کا پانی چڑھا ہوا تھا اور وہ سونے چاندی کے برتنوں سے بھرا ہوا تھا۔ جب حضرت علی نے اسے دیکھا تو فرمایا، تیری ماں تجھے گم کرے! تم میرے گھر میں بہت بڑی آگ داخل کرنا چاہتے ہو۔ پھر حضرت علی نے تول تول کر ہر قوم کے سردار کو اس کے حصہ کے مطابق دینا شروع کیا اور پھر یہ شعر پڑھا جس کا ترجمہ ابھی گزرا ہے۔

هذا جناى و خياره فيه وكل جان يده الى فيه

''اور فرمایا (اے دنیا!) مجھے دھوکہ مت دے، جا کسی اور کو جا کر دھوکہ دے لے''۔ (منتخب الکنز)۔

بیت المال میں سے اپنے اور اپنے گھر والوں پر خرچ کرنے میں احتیاط

حضرت عنترہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ میں کوفہ کے محلّہ خورنق میں حضرت علی بن ابی طالب کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ نے ایک پرانی چادر اوڑھ رکھی تھی اور آپ سردی کی وجہ سے کانپ رہے تھے۔ میں نے عرض کیا: اے امیر المومنین! اللہ تعالی نے (بیت المال کے) اس مال میں آپ کا اور آپ کے اہل وعیال کا بھی حصہ رکھا ہے، پھر بھی آپ کے پاس سردی سے بچنے کا کوئی انتظام نہیں ہے۔ اور آپ سردی سے کانپ رہے ہیں تو انہوں نے فرمایا: اللہ کی قسم! میں تمہارے مال میں سے کچھ نہیں لینا چاہتا ہوں اور یہ پرانی چادر بھی وہ ہے جو میں اپنے گھر مدینہ منورہ سے لایا تھا۔ (ابونعیم فی الحلیۃ)۔

حضرت علی بن ابی طالب کا زہد

قبیلہ ثقیف کے ایک صاحب بیان کرتے ہیں کہ حضرت علی نے مجھے عکبرا قصبہ کا حاکم بنایا اور عراق کے ان دیہات میں مسلمان نہیں رہا کرتے تھے۔ مجھ سے حضرت علی نے فرمایا: ظہر کے وقت میرے پاس آنا۔ میں آپ کی خدمت میں گیا۔ مجھے وہاں کوئی روکنے والا دربان نہ ملا۔ حضرت علی بیٹھے ہوئے تھے اور ان کے پاس پیالہ اور پانی کا ایک کوزہ رکھا ہوا تھا۔ انہوں نے ایک چھوٹا تھیلا منگوایا۔ میں نے اپنے دل میں کہا: یہ مجھے امانتدار سمجھتے ہیں، اس لئے مجھے اس تھیلے میں سے کوئی قیمتی پتھر نکال کر دیں گے۔ مجھے پتہ نہیں تھا کہ اس تھیلے میں کیا ہے؟ اس تھیلے پر مہر لگی ہوئی تھی۔ انہوں نے اس مہر کو توڑا اور تھیلی کو کھولا تو اس میں ستو تھا۔ چنانچہ اس میں سے ستو نکال کر پیالے میں ڈالا اور اس میں پانی ڈالا اور خود بھی پیئے اور مجھے بھی پلائے۔ میں اتنی سادگی دیکھ کر رہ نہ سکا اور میں نے کہا: اے امیر المومنین! آپ عراق میں رہ کر یہ کھا رہے ہیں حالانکہ عراق میں تو اس سے بہت زیادہ کھانے کی چیزیں ہیں۔ (عراق میں رہ کر صرف ستو کھانا بڑی حیرانی کی بات ہے)۔ انہوں نے کہا: ہاں اللہ کی قسم! میں بخل کی وجہ سے اس پر مہر نہیں لگاتا ہوں؛ بلکہ میں اپنی ضرورت کے مطابق ستو خریدتا ہوں (اور مدینہ سے منگواتا ہوں)۔ ایسے ہی کھلے رہنے دوں تو مجھے ڈر ہے کہ ادھر ادھر گر نہ جائے اور یوں) یہ ختم نہ ہو جائے، تو مجھے عراق کا ستو بنانا پڑے گا۔ اس وجہ سے میں اس ستو کو اتنا سنبھال کر رکھتا ہوں اور میں اپنے پیٹ میں پاک چیز ہی ڈالنا چاہتا ہوں۔

حضرت اعمش رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ حضرت علیؓ لوگوں کو دوپہر کا اور رات کا کھانا خوب کھلایا کرتے تھے اور خود صرف وہی چیز کھایا کرتے تھے جو ان کے پاس مدینہ منورہ سے آیا کرتی تھی۔ (ابونعیم)۔

جب حضرت علیؓ کے سامنے فالودہ پیش کیا گیا

حضرت عبداللہ بن شریک رحمۃ اللہ علیہ کے دادا بیان کرتے ہیں کہ حضرت علی بن ابی طالب کے پاس ایک مرتبہ فالودہ لایا گیا اور ان کے سامنے رکھا گیا تو فالودے کو مخاطب کر کے فرمایا: اے فالودے! تیری خوشبو بہت اچھی ہے اور رنگ بہت خوبصورت ہے اور ذائقہ بہت عمدہ ہے؛ لیکن مجھے یہ پسند نہیں ہے کہ مجھے جس چیز کی عادت نہیں ہے میں خود کو اس کا عادی بناؤں۔ (ابونعیم)۔

حضرت علیؓ کا ازار

حضرت زید بن وہب رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ ایک دن حضرت علی ہمارے پاس باہر آئے اور انہوں نے ایک چادر اوڑھی ہوئی تھی اور لنگی باندھی ہوئی تھی جس پر پیوند لگا رکھا تھا۔ کسی نے ان سے اتنے سادہ کپڑے پہننے کے

بارے میں کچھ کہا تو فرمایا: میں یہ دوسادہ کپڑے اس لئے پہنتا ہوں کہ میں ان کی وجہ سے اکڑ سے بچا رہوں گا اور ان میں نماز بھی بہتر ہوگی اور مومن بندے کے لئے یہ سنت بھی ہیں (یعنی عام مسلمان بھی ایسے سادہ کپڑے پہننے لگ جائیں گے)۔

ایک صاحب بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت علی پر ایک موٹی لنگی دیکھی۔ حضرت علیؓ نے فرمایا: میں نے اسے پانچ درہم میں خریدا ہے۔ مجھے جو آدمی اس میں ایک درہم نفع دے گا میں اسے اس کے ہاتھ بیچ دوں گا۔(منتخب الکنز)۔

حضرت علیؓ کا ازار خریدنے کے لیے تلوار بیچنا

حضرت مجمع بن سمعان تیمی رحمۃ اللہ علیہ کتے ہیں کہ حضرت علی بن ابی طالب اپنی تلوار لے کر بازار گئے اور فرمایا: مجھ سے میری یہ تلوار خریدنے کے لئے کون تیار ہے؟ اگر لنگی خریدنے کے لئے میرے پاس چار درہم ہوتے تو میں یہ تلوار نہ بیچتا۔

حضرت صالح بن ابی الاسود رحمہ اللہ علیہ ایک صاحب سے نقل کرتے ہیں کہ انہوں نے حضرت علی کو دیکھا کہ وہ ایک گدھے پر سوار ہیں اور انہوں نے اپنے دونوں پاؤں ایک جانب لٹکا رکھے ہیں اور فرما رہے ہیں: میں ہی وہ آدمی ہوں جس نے دنیا کی توہین کر رکھی ہے۔(البدایۃ)۔

خلیفہ کے لیے کتنا مال حلال ہے؟ حضرت علیؓ کا کلام

حضرت عبداللہ بن زریر کہتے ہیں کہ میں عیدالاضحیٰ کے دن حضرت علی بن ابی طالب کی خدمت میں گیا۔ انہوں نے ہمارے سامنے بھوسی اور گوشت کا حریرہ رکھا۔ ہم نے کہا: اللہ آپ کو ٹھیک ٹھاک رکھے اگر آپ ہمیں یہ پہلے کھلاتے تو زیادہ اچھا تھا؛ کیونکہ اب تو اللہ نے مال بہت دے رکھا ہے۔ حضرت علیؓ نے فرمایا: اے ابن زریر! میں نے حضورﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ خلیفہ وقت کیلئے اللہ کے مال میں سے صرف دو بڑے پیالے لینے حلال ہیں: ایک پیالہ اپنے اور اپنے اہل وعیال کیلئے اور دوسرا پیالہ آنے والے لوگوں کے سامنے رکھنے کے لیے۔(مسند احمد)۔

صحابہ کے دلوں میں نبی ﷺ کی محبت

حضور ﷺ کا فاقہ ہوا تو حضرت علیؓ کا حال

حضرت ابن عباس فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ نبی اکرم ﷺ کو سخت فاقہ کی نوبت آ گئی جس کی حضرت علی کو کسی طرح خبر ہوگئی۔ وہ کسی کام کی تلاش میں نکلے؛ تاکہ کھانے کی کسی چیز کا انتظام ہو جائے اور وہ اسے حضور ﷺ کی خدمت میں پیش کر سکیں، چنانچہ وہ ایک یہودی کے باغ میں گئے اور پانی کے سترہ ڈول نکالے۔ ہر ڈول کے بدلے ایک کھجور طے ہوئی تھی۔ یہودی نے اپنی تمام قسم کی کھجوریں حضرت علی کے سامنے رکھ دیں کہ جس میں سے چاہیں لے لیں۔ چنانچہ حضرت علی نے سترہ عجوہ کھجوریں لے لیں اور جا کر حضور ﷺ کی خدمت میں پیش کر دیں۔ حضور ﷺ نے پوچھا: اے ابوالحسن! تمھیں یہ کھجوریں کہاں سے مل گئیں؟ حضرت علی نے کہا: اے اللہ کے نبی! مجھے آپ کے سخت فاقہ کی خبر ملی تو میں کسی کام کی تلاش میں گیا؛ تاکہ آپ کے لئے کھانے کی کوئی چیز حاصل کر سکوں۔ حضور ﷺ نے فرمایا: کیا تم نے ایسا اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی محبت کی وجہ سے کیا ہے؟ حضرت علی نے کہا: جی ہاں یا رسول اللہ! حضور ﷺ نے فرمایا: جو بندہ بھی اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے محبت کرتا ہے، فقر و فاقہ اس کی طرف اس سے بھی زیادہ تیزی سے آتا ہے جتنی تیزی سے پانی کا سیلاب نچان کی طرف جاتا ہے، لہذا جو اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے محبت کرے، اسے چاہیے کہ وہ بلا اور آزمائش کے لئے ڈھال (یعنی صبر، زہد و قناعت) تیار کر لے۔ (ابن عساکر)۔

حضور ﷺ کی وفات پر صحابہ کا غم

حضرت علیؓ کے غم کی کیفیت

حضرت عبدالرحمٰن بن سعید بن یربوع فرماتے ہیں کہ ایک دن حضرت علی بن ابی طالب آئے، انہوں نے سر پر کپڑا ڈالا ہوا تھا اور بہت غمگین تھے۔ حضرت ابوبکرؓ نے ان سے فرمایا: کیا بات ہے؟ بڑے غمگین نظر آ رہے ہو۔ حضرت علی نے کہا: مجھے وہ زبردست غم پیش آیا ہے جو آپ کو نہیں آیا ہے۔ (حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کا غم)

آپ ﷺ کا اپنے اہل بیت کے بارے میں وصیت کرنا

حضرت ابن عمر فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے آخری بات یہ فرمائی کہ تم لوگ میرے گھر والوں کے بارے میں میری نیابت کرنا، یعنی میرے بعد میری طرح ان کا خیال رکھنا۔ (اوسط طبرانی)۔

حضرت ام سلمہ فرماتی ہیں کہ حضور ﷺ کی صاحبزادی حضرت فاطمہ ایک مرتبہ حضرت حسن اور حضرت حسین کو گود میں اٹھائے ہوئے حضور ﷺ کی خدمت میں آئیں، ان کے ایک ہاتھ میں ایک ہانڈی تھی جس میں حضرت حسن کے لئے گرم گرم کھانا تھا۔ حضرت فاطمہ نے جب وہ ہانڈی حضور ﷺ کے سامنے رکھ دی تو حضور ﷺ نے فرمایا: ابوالحسن یعنی حضرت علی کہاں ہیں؟ حضرت فاطمہ نے کہا: گھر میں ہیں۔ حضور نے انہیں بلا لیا۔ جب وہ آگئے تو حضور، حضرت علی، حضرت فاطمہ، حضرت حسن اور حضرت حسین (پانچوں مل کر) کھانے لگے اور حضور ﷺ نے مجھے کھانے کے لئے نہ بلایا، حالانکہ اس سے پہلے جب بھی حضور کے کھانا کھاتے تو مجھے ضرور بلاتے۔ کھانے سے فارغ ہو کر آپ نے ان سب پر اپنی چادر ڈال دی اور فرمایا: اے اللہ! جو ان سے دشمنی کرے تو اس سے دشمنی کر اور جو ان سے دوستی کرے تو اس سے دوستی کر۔ (مسند ابویعلی)۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالی عنہما فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا: اے بنی عبد المطلب! میں نے تمہارے لئے اللہ تعالی سے تین چیزیں مانگی ہیں، تم میں سے جو دین پر قائم ہے اللہ اسے اس پر پختگی عطا فرمائے اور تمہارے جاہل کو علم عطا فرمائے اور تمہارے بے راہ کو سیدھی راہ پر ڈال دے اور میں نے اللہ سے یہ بھی مانگا ہے کہ وہ تمہیں خوب سخی اور رحم دل بنائے۔ اگر کوئی آدمی حجر اسود اور رکن یمانی کے درمیان کھڑا ہو کر عبادت کرے اور نماز پڑھے اور روزہ رکھے (زندگی بھر اتنی بہترین عبادت کرتا رہے) لیکن مرتے وقت اس کے دل میں حضرت محمد (ﷺ) کے گھر والوں سے بغض ہو تو وہ (دوزخ کی آگ میں داخل ہوگا۔ (طبرانی)۔

حضرت عثمان فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ جس نے اولاد عبد المطلب میں سے کسی کے ساتھ احسان کیا اور وہ اس کے احسان کا بدلہ دنیا میں نہیں دے سکا تو اس کا بدلہ میرے ذمہ ہے، کل (قیامت کے دن) جب مجھ سے ملے تو لے لے۔ (اوسط طبرانی)۔

حضور ﷺ کے گھر والوں کا اکرام کرنا

حضرت یزید بن حیان کہتے ہیں کہ میں، حضرت حصین بن سبرہ اور حضرت عمرو بن مسلم تینوں حضرت زید بن

ارقم کی خدمت میں گئے۔ جب ہم ان کے پاس بیٹھ گئے تو حضرت حسین نے ان کی خدمت میں عرض کیا :اے حضرت زید! آپ نے بہت زیادہ خیر کی باتیں دیکھی ہیں۔آپ نے حضورﷺ کو دیکھا ہے،ان کی حدیث کو سنا ہے، ان کے ساتھ غزوات میں شریک ہوئے ہیں، ان کے پیچھے نمازیں پڑھی ہیں ۔اے حضرت زید! آپ نے بہت زیادہ خیر کی باتیں دیکھی ہیں۔اے حضرت زید! حضور سے سنی ہوئی کوئی حدیث ہمیں بھی سنادیں۔حضرت زید نے فرمایا: مجھے اللہ کی قسم! میری عمر زیادہ ہوگئی ہے اور بڑا عرصہ گزر گیا ہے۔حضور کی جو باتیں میں نے یاد کی تھیں اور سمجھی تھیں، ان میں سے کچھ مجھے بھول گئی ہیں،لہذا جو حدیث میں تمہیں سناؤں وہ تو تم سن لو اور جو میں تمہیں سنا نہ سکوں اس پر تم مجھے مجبور نہ کرو۔ پھر انہوں نے فرمایا: ایک دن حضورﷺ نے مکہ اور مدینہ کے درمیان خم نامی چشمہ کے پاس ہم لوگوں میں کھڑے ہوکر بیان فرمایا، پہلے اللہ کی حمد وثنا بیان کی ، پھر وعظ ونصیحت فرمائی ، پھر فرمایا:

اما بعد! اے لوگو! غور سے سنو! میں ایک بشر ہی ہوں،عنقریب میرے رب کا قاصد (ملک الموت) مجھے بلانے آئے گا جس پر میں چلا جاؤں گا۔ میں تم میں دو بھاری چیزیں چھوڑ کر جارہا ہوں، ایک اللہ کی کتاب (یعنی قرآن مجید) ہے، اس میں ہدایت اور نور ہے،لہذا اللہ کی کتاب کو لو اور اسے مضبوطی سے پکڑو، پھر آپ نے قرآن کے بارے میں خوب ترغیب دی۔ پھر فرمایا: دوسری چیز میرے گھر والے ہیں۔ میں تمہیں اپنے گھر والوں کے بارے میں اللہ سے ڈرنے کی وصیت کرتا ہوں۔ میں تمھیں اپنے گھر والوں کے بارے میں اللہ سے ڈرنے کی وصیت کرتا ہوں۔حضرت حسین نے پوچھا :اے حضرت زید! حضور کے گھر والے کون ہیں؟ کیا حضور کی بیویاں حضور کے گھر والوں میں سے نہیں ہیں؟ انہوں نے کہا: حضور کی بیویاں حضور کے گھر والوں میں سے ہیں؛ لیکن حضور کے اصل گھر والے وہ ہیں جن کو حضور کے بعد زکوۃ صدقہ لینا حرام ہے۔حضرت حسین نے پوچھا: وہ کون ہیں؟ حضرت زید نے فرمایا: آل علی، آل عقیل، آل جعفر اور آل عباس ہیں۔حضرت حسین نے پوچھا: کیا ان سب کو زکوۃ صدقہ لینا حرام ہے؟ انہوں نے فرمایا: ہاں۔(مسلم)۔

حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا: حضرت محمدﷺ کے گھر والوں کے بارے میں حضورﷺ کی نسبت کا خیال رکھو۔(بخاری)۔

حضرت ابوبکرؓ کا حضرت علیؓ کا اکرام کرنا

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضورﷺ مسجد میں تشریف فرما تھے اور صحابہ کرام آپ کے چاروں طرف بیٹھے ہوئے تھے کہ اتنے میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سامنے سے آئے ،انہوں نے آکر سلام کیا اور

کھڑے ہوکر اپنے بیٹھنے کی جگہ دیکھنے لگے۔حضور اپنے صحابہ کے چہروں کو دیکھنے لگے کہ ان میں سے کون حضرت علی کو جگہ دیتا ہے۔حضرت ابوبکر حضور کے دائیں جانب بیٹھے ہوئے تھے،انہوں نے اپنی جگہ سے ذرا ہٹ کر کہا: اے ہوالحسن! یہاں آجاؤ۔اس پر حضرت علی آگے آئے اور اس جگہ حضور اور حضرت ابوبکر کے درمیان بیٹھ گئے۔ہمیں ایک دم حضور کے چہرہ انور میں خوشی کے آثار نظر آئے، پھر حضور نے حضرت ابوبکر کی طرف متوجہ ہوکر فرمایا: فضیلت والے کے مقام کو فضیلت والا ہی جانتا ہے۔(البدایۃ)۔

انصار کی ایک جماعت کا حضرت علیؓ کو یا مولانا کہنا

حضرت رباح حسن حارث فرماتے ہیں کہ (کوفہ کے محلّہ) رحبہ میں ایک جماعت حضرت علی کی خدمت میں آئی اور انہوں نے کہا السلام علیک یا مولانا (اے ہمارے آقا)،حضرت علی نے کہا: تم لوگ تو عرب ہو، میں تمہارا آقا کیسے بن سکتا ہوں؟ عجمی لوگ غلام ہوا کرتے ہیں عرب نہیں۔انہوں نے کہا: ہم نے غدیرخم کے دن حضور ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ میں جس کا آقا میں ہوں یہ (علی) بھی اس کا آقا اور حضور ہمارے آقا تھے۔لہٰذا آپ بھی ہمارے آقا ہوئے۔

حضرت رباح کہتے ہیں: یہ لوگ چلے گئے تو میں ان کے پیچھے گیا اور میں نے پوچھا کہ یہ لوگ کون ہیں؟ تو لوگوں نے بتایا کہ یہ انصار کے کچھ لوگ ہیں جن میں حضرت ابوایوب انصاری بھی ہیں۔(مسند احمد)۔

حضور ﷺ کا ارشاد: میں جس کا مولیٰ، علی اس کا مولیٰ

حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے ہمیں ایک لشکر میں بھیجا اور حضرت علی کو ہمارا امیر بنایا۔ جب ہم سفر سے واپس آئے تو حضور نے پوچھا: تم نے اپنے امیر کو کیسا پایا؟ تو میں نے یا کسی اور نے حضرت علی کی کوئی شکایت حضور سے کر دی۔میری عادت اکثر زمین کی طرف دیکھنے کی تھی۔میں نے سر اٹھایا تو دیکھا کہ حضور کا چہرہ انور غصہ کی وجہ سے سرخ ہو چکا ہے اور حضور فرما رہے ہیں: میں جس کا مولیٰ ہوں، علی بھی اس کے مولیٰ ہیں۔ میں نے عرض کیا: آئندہ میں آپ کو کبھی بھی حضرت علی کے بارے میں تکلیف نہیں پہنچاؤں گا۔(بزار)۔

آپ ﷺ کا ارشاد: جس نے علی کو تکلیف دی، اس نے مجھے تکلیف دی

حضرت عمرو بن شاس اسلمی رضی اللہ عنہ صلح حدیبیہ میں شریک ہوئے تھے، وہ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے حضرت علی کو گھوڑے سواروں کی ایک جماعت میں یمن بھیجا، میں بھی ان کے ساتھ گیا۔حضرت علی نے

سفر میں مجھ سے کچھ اعراض برتا جس سے مجھے دل ہی دل میں ان پر غصہ آ گیا جس پر میں نے مدینہ کی مختلف مجلسوں میں حضرت علی کی شکایت کی اور جو ملتا اس سے ان کی شکایت کر دیتا۔ ایک دن میں آیا اور حضورﷺ مسجد میں تشریف فرما تھے۔ جب آپ نے مجھے دیکھا کہ میں آپ کی آنکھوں کی طرف دیکھ رہا ہوں تو آپ مجھے دیکھتے رہے یہاں تک میں آپ کے پاس آ کر بیٹھ گیا۔ پھر آپ نے فرمایا: اے عمرو! غور سے سنو! اللہ کی قسم! تم نے مجھے اذیت پہنچائی ہے۔ میں نے کہا: انا للہ وانا الیہ راجعون، میں اس بات سے اللہ اور اسلام کی پناہ چاہتا ہوں کہ میں اللہ کے رسول کو اذیت پہنچاؤں۔ آپ نے فرمایا: جس نے علی کو اذیت پہنچائی اس نے مجھ اذیت پہنچائی۔ (احمد)۔

حضرت عمر کا ایک شخص پر نکیر کرنا جس نے حضرت علیؓ کی تنقیص کی

حضرت عروہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک آدمی نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی موجودگی میں حضرت علی کی برائی کا تذکرہ کیا۔ حضرت عمر نے (حضورﷺ کی قبر کی طرف اشارہ کرتے ہوئے) کہا: تم اس قبر والے کو جانتے ہو۔ یہ حضرت محمد بن عبداللہ بن عبدالمطلب ہیں اور وہ علی بن ابی طالب بن عبدالمطلب ہیں (حضرت علی حضور کے چچازاد بھائی ہیں)۔ ہمیشہ حضرت علی کا تذکرہ خیر کے ساتھ کیا کرو؛ کیونکہ اگر تم ان کو تکلیف پہنچاؤ گے تو اس ذات اقدس کو قبر میں تکلیف پہنچاؤ گے۔ (ابن عساکر)۔

حضرت سعد نے کہا کہ اگر میرے سر پر آرا بھی رکھ دیا جائے تو میں علی کو برا نہیں کہوں گا

حضرت ابوبکر بن خالد بن عرفہ کہتے ہیں کہ میں حضرت سعد بن مالک رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہو اور میں نے ان سے پوچھا کہ مجھے یہ خبر ملی ہے کہ آپ لوگوں کو کوفہ میں حضرت علی کو برا بھلا کہنے پر مجبور کیا جاتا ہے تو کیا آپ نے ان کو بھی برا بھلا کہا ہے؟ حضرت سعد نے فرمایا: اللہ کی پناہ! اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں سعد کی جان ہے! میں نے حضور سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شان کے بارے میں کچھ ایسے فضائل سنے ہیں کہ اگر میرے سر کی مانگ پر آرا بھی رکھ دیا جائے تو بھی میں حضرت علی کو برا بھلا نہیں کہوں گا۔ (ابویعلی)۔

معاویہ کا حضرت علی پر حرف گیری کرنا اور حضرت سعد کا اس سے انکار

حضرت عامر بن سعد بن ابی وقاص کہتے ہیں کہ مجھے میرے والد حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے یہ قصہ سنایا کہ معاویہ بن ابی سفیان نے مجھے حکم دیا اور یوں کہا: آپ ابوتراب (حضرت علی) کو برا بھلا کیوں نہیں کہتے؟ میں نے کہا: حضورﷺ نے حضرت علی کے بارے میں تین ایسی باتیں ارشاد فرمائی ہیں کہ اگر مجھے ان میں سے ایک بات بھی مل جاتی تو مجھے سرخ اونٹوں سے زیادہ محبوب ہوتی اور تین باتیں مجھے جب تک یاد ہیں میں ان کو برا بھلا نہیں کہہ سکتا۔ ایک غزوہ میں (یعنی غزوہ تبوک میں) جاتے ہوئے حضور نے حضرت علی کو مدینہ میں اپنی جگہ پیچھے چھوڑنا چاہا تو حضرت علی نے حضور کی خدمت میں عرض کیا: یارسول اللہ! کیا آپ مجھے عورتوں اور بچوں کے ساتھ پیچھے چھوڑ کر جارہے ہیں؟ حضور نے فرمایا: کیا تم اس بات پر راضی نہیں ہو کہ تم میرے لئے ایسے ہو جاؤ جیسے حضرت ہارون حضرت موسیٰ کے لئے تھے، ہاں اتنی بات بات ہے کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا، اور غزوہ خیبر میں، میں نے حضورﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ آج میں جھنڈا اس آدمی کو دوں گا جو اللہ اور اس کے رسول سے محبت کرتا ہے اور اللہ اور اسکے رسولﷺ اس سے محبت کرتے ہیں۔ یہ فضیلت سن کر مجھے بہت شوق ہوا کہ یہ جھنڈا مجھے مل جائے اور اس شوق میں بار بار اپنا سر اٹھاتا (کہ شاید اب حضورﷺ مجھے بلا کر جھنڈا دیں) لیکن حضورﷺ نے فرمایا: علی کو بلا کر میرے پاس لاؤ۔ حضرت علی آئے تو ان کی آنکھیں دکھ رہی تھیں، آپ نے ان کی آنکھوں پر لعاب مبارک لگایا اور پھر جھنڈا انہیں دیا اور اللہ تعالیٰ نے ان کے ہاتھوں مسلمانوں کو فتح نصیب فرمائی، اور جب یہ آیت نازل ہوئی: فَقُلْ تَعَالَوْا نَدْعُ أَبْنَائَنَا ... (ترجمہ: تو آپ فرما دیجئے کہ آجاؤ ہم (اور تم) بلالیں اپنے بیٹوں کو اور تمہارے بیٹوں کو، اپنی عورتوں کو اور تمہاری عورتوں کو اور خود اپنے آپ کو اور تم اپنے آپ کو، پھر ہم سب مل کر خوب دل سے دعا کریں اس طور پر کہ اللہ کی لعنت بھیجیں ان پر جو اس بحث میں ناحق پر ہو۔ اس پر حضور نے حضرت علی، حضرت فاطمہ، حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہم کو بلایا اور فرمایا: اے اللہ یہ میرے گھر والے ہیں۔ (احمد، مسلم و ترمذی)۔

حضرت ابو نجیح کہتے ہیں کہ جب معاویہ حج کو آئے تو انہوں نے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کا ہاتھ پکڑ کر کہا: اے ابواسحاق! غزوات کی مشغولی کی وجہ سے کئی سالوں سے ہم لوگ حج نہ کر سکے جس کی وجہ سے ہم حج کی بہت سی سنتیں بھولتے جارہے ہیں لہذا آپ طواف کریں، ہم بھی آپ کے ساتھ طواف کریں گے۔ طواف کے بعد معاویہ ان کو اپنے ساتھ دارالندوہ لے گئے اور انہیں اپنے ساتھ اپنے تخت پر بٹھایا، پھر

حضرت علی کا تذکرہ شروع کر دیا اور حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے بارے میں نامناسب کلمات کہنے لگے۔ حضرت سعد نے فرمایا: آپ نے مجھے اپنے گھر میں لا کر اپنے تخت پر بٹھایا، پھر آپ حضرت علی کو برا بھلا کہنے لگ گئے ہیں، اللہ کی قسم! حضرت علی میں تین ایسی باتیں پائی جاتی ہیں کہ اگر ان میں سے ایک بھی مجھے مل جائے تو یہ مجھے ساری دنیا کے مل جانے سے بھی زیادہ محبوب ہے۔ پہلی بات یہ ہے: کہ غزوہ تبوک میں جاتے ہوئے حضورﷺ نے حضرت علی کو فرمایا تھا: تم میرے لئے ایسے ہو جیسے حضرت ہارون حضرت موسیٰ کے لئے تھے، ہاں اتنی بات ضرور ہے کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا۔ اگر حضور مجھے یہ فرما دیتے تو یہ مجھے ساری دنیا کے مل جانے سے بھی محبوب ہوتا۔ دوسری بات یہ ہے کہ جنگ خیبر کے دن حضور نے حضرت علی کے بارے میں فرمایا: میں آج جھنڈا ایسے آدمی کو دوں گا جو اللہ اور اس کے رسول سے محبت کرتا ہے اور اللہ اور اس کے رسول اس سے محبت کرتے ہیں۔ اللہ اس کے ہاتھوں فتح نصیب فرمائیں گے اور وہ میدان سے بھاگنے والا آدمی نہیں۔ اگر حضور میرے بارے میں یہ کلمات فرما دیتے تو یہ مجھے ساری دنیا کے مل جانے سے زیادہ محبوب ہوتا۔ تیسری ان کی بیٹی سے میری شادی ہوتی اور حضرت علی کی طرح میرے ان کے بیٹے ہوتے تو یہ مجھے ساری دنیا کے مل جانے سے زیادہ محبوب ہوتا۔ میں آج کے بعد کبھی تمہارے گھر نہیں آوں گا۔ یہ فرما کر حضرت سعد نے اپنی چادر جھاڑی اور باہر تشریف لے گئے۔ (ابوزرعہ دمشقی)۔

حضرت ام سلمہؓ کا ایک شخص پر نکیر کرنا جس نے حضرت علیؓ کو برا کہا

حضرت ابوعبداللہ جدلی کہتے ہیں کہ میں حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوا تو انہوں نے مجھ سے فرمایا: کیا تم سب کے بیچ میں رسول اللہﷺ کو برا بھلا کیا جاتا ہے؟ میں نے کہا: اللہ کی پناہ! سبحان اللہ! یا اس جیسا اور کلمہ میں نے کہا۔ انہوں نے فرمایا: میں نے حضور کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جس نے علی کو برا بھلا کہا، اس نے مجھے برا بھلا کہا۔ (احمد)۔

حضرت ابوعبداللہ جدلی کہتے ہیں کہ مجھ سے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: کیا تم سب کے بیچ میں حضورﷺ کو برا بھلا نہیں کہا جاتا؟ میں نے کہا: حضور کو کیسے برا بھلا کہا جا سکتا ہے؟ انہوں نے فرمایا: کیا حضرت علی کو اور ان سے محبت کرنے والوں کو برا بھلا کہا جاتا ہے؟ حالانکہ حضور ان سے محبت فرماتے تھے۔ (طبرانی وابویعلی)۔

حضرت علیؓ کا اپنے حسب اور دین کے بارے میں ارشاد

حضرت ابو صادق رحمتہ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جو حضور کا خاندان تھا وہی میرا خاندان ہے، جو حضور کا دین تھا وہی میرا دین ہے، لہذا جو میری برائی کر رہا ہے، وہ حقیقت میں حضور کی برائی کر رہا ہے۔ (ابن عساکر)۔

حضرت علیؓ کی تواضع کے چند نمونے

حضرت صالح کمبل فروش کہتے ہیں کہ میری دادی جان نے یہ بیان کیا کہ میں نے ایک مرتبہ دیکھا کہ حضرت علی نے ایک درہم کی کھجوریں خریدیں اور انہیں اپنی چادر میں ڈال کر اٹھانے لگے تو میں نے ان سے کہا: یا کسی مرد نے ان سے کہا: اے امیر المومنین! آپ کی جگہ میں اٹھا لیتا ہوں۔ حضرت علی نے فرمایا: نہیں (میں نے کھجوریں بچوں کیلئے خریدی ہیں، اس لئے بچوں کا باپ ہی ان کے اٹھانے کا زیادہ حقدار ہے۔ (ادب البخاری)۔

حضرت زاذان کہتے ہیں کہ حضرت علی بازار میں تنہا تشریف لے جاتے حالانکہ آپ امیر المومنین تھے، جسے راستہ معلوم نہ ہوتا اسے راستہ بتاتے، گمشدہ چیز کا اعلان کرتے، کمزور کی مدد کرتے اور دکاندار اور سبزی فروش کے پاس سے گزرتے تو اسے قرآن کی یہ آیت سناتے: تِلْكَ الدَّارُ الْآخِرَةُ نَجْعَلُهَا لِلَّذِينَ لَا يُرِيدُونَ عُلُوًّا فِي الْأَرْضِ وَلَا فَسَادًا (ترجمہ: یہ عالم آخرت ہم ان ہی لوگوں کے لئے خاص کرتے ہیں جو دنیا میں نہ بلندی چاہتے ہیں اور نہ فساد کرنا)۔ پھر فرماتے کہ یہ آیت ان لوگوں کے بارے میں نازل ہوئی ہے جو لوگوں کے حاکم ہیں اور انہیں تمام لوگوں سے واسطہ پڑتا ہے اور وہ عدل وانصاف اور تواضع والے ہیں۔ (ابن عساکر)۔

حضرت جرموز کہتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ حضرت علی گھر سے باہر آ رہے ہیں اور انہوں نے قطر کی بنی ہوئی دو سرخی مائل چادریں لپیٹی ہوئی ہیں، ایک آدھی پنڈلی تک اور دوسری اتنی ہی لمبی چادر اپنے اوپر لپیٹی ہوئی ہے۔ ہاتھ میں کوڑا بھی ہے جسے لے کر وہ بازاروں میں جایا کرتے اور بازار والوں کو اللہ سے ڈرنے کا اور عمدہ طریقہ سے بیچنے کا حکم دیا کرتے اور فرماتے: پورا تولو اور پورا ناپو۔ اور یہ بھی فرماتے کہ گوشت میں ہوا نہ بھرو (اس طرح گوشت موٹا نظر آئے گا اور لوگوں کو دھوکا لگے گا)۔ (الاستیعاب)۔

حضرت ابو مطر کہتے ہیں کہ ایک دن میں مسجد سے باہر نکلا تو ایک آدمی نے مجھے پیچھے سے آواز دے کر کہا: اپنی لنگی اونچی کر لے؛ کیونکہ لنگی اونچا کرنے سے پتہ چلے گا کہ تم اپنے رب سے زیادہ ڈرنے والے ہو، اور اس سے

تمہاری لنگی زیادہ صاف رہے گی اور اپنے سر کے بال صاف کرلے اگر تو مسلمان ہے۔ میں نے مڑ کر دیکھا تو وہ حضرت علی تھے اور ان کے ہاتھ میں کوڑا بھی تھا۔ پھر حضرت علی چلتے چلتے اونٹوں کے بازار میں پہنچ گئے تو فرمایا: بیچو ضرور؛ لیکن قسم نہ کھاؤ؛ کیونکہ قسم کھانے سے سامان تو بک جاتا ہے؛ لیکن برکت ختم ہو جاتی ہے، پھر ایک کھجور والے کے پاس آئے تو دیکھا کہ ایک خادمہ رو رہی ہے۔ حضرت علی نے اس سے پوچھا کیا بات ہے؟ اس خادمہ نے کہا: اس نے مجھے ایک درہم کی کھجوریں دیں؛ لیکن میرے آقا نے انہیں لینے سے انکار کر دیا ہے۔ حضرت علی نے کھجور والے سے کہا: تم اس سے کھجوریں واپس لے لو، اور اسے درہم دے دو؛ کیونکہ یہ تو بالکل بے اختیار ہے (اپنے مالک کی مرضی کے بغیر کچھ نہیں کرسکتی)۔ وہ لینے سے انکار کرنے لگا، میں نے کہا: کیا تم جانتے ہو کہ یہ کون ہیں؟ اس آدمی نے کہا: نہیں۔ میں نے کہا: یہ حضرت علی امیر المومنین ہیں۔ اس نے فوراً کھجوریں لے کر اپنی کھجووروں میں ڈال لیں اور اسے ایک درہم دے دیا اور کہا: اے امیر المومنین! میں چاہتا ہوں کہ آپ مجھ سے راضی رہیں۔ حضرت علی نے فرمایا: جب تم لوگوں کو پورا دو گے تو میں تم سے بہت زیادہ راضی رہوں گا۔ پھر مچھلی والوں کے پاس پہنچ گئے تو فرمایا: ہمارے بازار میں وہ مچھلی نہیں بکنی چاہئے جو پانی میں مرکر اوپر تیرنے لگ گئی ہو، پھر آپ کپڑے کے بازار میں پہنچ گئے۔ یہ کھدر کا بازار تھا، ایک دکاندار سے کہا: اے بڑے میاں! مجھے ایک قمیص تین درہم کی دے دو۔ اس دکاندار نے حضرت علی کو پہچان لیا تو اس سے قمیص نہ خریدی، پھر دوسرے دکاندار کے پاس گئے جب اس نے بھی پہچان لیا تو اس سے بھی نہ خریدی، پھر ایک نوجوان لڑکے سے تین درہم کی قمیص خریدی، (وہ حضرت علی کو نہ پہچان سکا)، اور اسے پہن لیا، اس کی آستین گٹے تک لمبی تھی اور وہ گٹوں تک تھی۔ پھر اصل دکاندار کپڑوں کا مالک آگیا تو اسے لوگوں نے بتایا کہ تیرے بیٹے نے امیر المومنین کے ہاتھ تین درہم میں قمیص بیچی ہے تو اس نے بیٹے سے کہا: تم نے ان سے دو درہم کیوں نہ لئے۔ چنانچہ وہ دکاندار ایک درہم لے کر حضرت علی کی خدمت میں آیا اور عرض کیا: یہ درہم لے لیں۔ حضرت علی نے فرمایا: کیا بات ہے؟ اس نے کہا: اس قمیص کی قیمت دو درہم تھی، میرے بیٹے نے آپ سے تین درہم لے لئے، حضرت علی نے فرمایا: اس نے اپنی رضامندی سے تین درہم میں دی اور میں نے اپنی خوشی سے تین میں خریدی۔ (ابویعلی وابن عساکر وغیرہ)۔

نعمت اور شکر کے بارے میں حضرت علیؓ کا ارشاد

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نعمت ملنے پر فوراً اللہ کا شکر ادا کرنا چاہئے اور شکر ادا کرنے سے نعمت اور بڑھتی ہے۔ شکر اور نعمت ایک ہی رسی میں بندھے ہوئے ہیں، جب بندہ شکر ادا کرنا چھوڑے گا تب اللہ تعالی کی

طرف سے نعمت میں اضافہ کا سلسلہ بند ہو جائے ہوگا۔

حضرت محمد بن کعب قرظی رحمتہ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ایسا نہیں ہو سکتا کہ اللہ تعالیٰ کسی کے لئے شکر کا دروازہ کھول دیں اور اپنی طرف سے نعمت بڑھانے کا دروازہ بند کر دیں، اور دعا کا دروازہ کسی کے لئے کھول دیں اور قبولیت دعا کا دروازہ بند رکھیں اور توبہ کا دروازہ تو کسی کے لئے کھول دیں اور مغفرت کا دروازہ بند رکھیں۔ میں تمہیں اس کی تائید میں اللہ کی کتاب یعنی قرآن میں سے پڑھ کر سناتا ہوں: اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ادعـونـی استـجب لکم (سورت مومن)۔(ترجمہ: مجھ کو پکارو میں تمہاری درخواست قبول کروں گا)۔اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: لـئن شکرتم لازید نکم، اور فرمایا ہے: اذ کرونی اذکر کم (سورت بقرہ)۔(ترجمہ: ان (نعمتوں) پر مجھ کو یاد کرو، میں تم کو (عنایت سے) یاد رکھوں گا، اور فرمایا ہے: وَمَنْ يَعْمَلْ سُوءً أَوْ يَظْلِمْ نَفْسَهُ ثُمَّ يَسْتَغْفِرِ اللَّهَ يَجِدِ اللَّهَ غَفُوراً رَحِيمًا۔ (سورت النساء)۔(ترجمہ: اور جو شخص کوئی برائی کرے یا اپنی جان کا ضرر کرے پھر اللہ تعالیٰ سے معافی چاہے تو وہ اللہ تعالیٰ کو بڑی مغفرت والا اور رحمت والا پائے گا)۔(بیہقی)۔

حضرت علیؓ کی پرہیز گاری

حضرت شعبی کہتے ہیں کہ حضرت علی بن ابی طالب ایک دن کوفہ میں باہر نکلے اور ایک دروازے پر کھڑے ہو کر انہوں نے پانی مانگا تو اندر سے ایک لڑکی لوٹا اور رومال لے کر نکلی، آپ نے اس سے پوچھا: اے لڑکی! یہ گھر کس کا ہے؟ اس نے کہا: فلاں درہم پرکھنے والے کا ہے، تو آپ نے فرمایا: میں نے حضور ﷺ کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے کہ درہم پرکھنے والے کے کنویں سے پانی نہ پینا، اور ٹیکس وصول کرنے والے کے سایہ میں ہرگز نہ بیٹھنا۔(ابن عساکر)۔

حضرت علیؓ کا توکل

حضرت یعلی بن مرہ فرماتے ہیں کہ ایک رات حضرت علی مسجد تشریف لے گئے اور وہاں وہ نفل نماز پڑھنے لگے ہم نے وہاں جا کر پہرہ دینا شروع کر دیا۔ جب حضرت علیؓ نماز سے فارغ ہو گئے تو وہ ہمارے پاس تشریف لائے اور فرمایا: تم لوگ یہاں کیوں بیٹھے ہوئے ہو؟ ہم نے کہا: ہم آپ کا پہرہ دے رہے ہیں۔انہوں نے فرمایا: آسمان والوں سے پہرہ دے رہے ہو یا زمین والوں سے؟ ہم نے کہا: زمین والوں سے، انہوں نے فرمایا: زمین پر اس وقت تک کوئی چیز ہو نہیں سکتی جب تک آسمان میں اس کے ہونے کا فیصلہ نہ ہو جائے اور ہر انسان پر دو فرشتے مقرر ہیں، جو ہر بلا کو اس سے دور کرتے رہتے ہیں اور اس کی حفاظت کا بڑا مضبوط انتظام ہے، جب میری موت کا وقت

آ جائے گا تو انتظام مجھ سے ہٹ جائے گا اور آدمی کو ایمان کی حلاوت اس وقت تک نہیں مل سکتی جب تک اس کو یہ یقین نہ ہو جائے کہ جو کچھ اچھا یا برا اسے پہنچا ہے وہ اس سے خطا کرنے والا نہیں تھا اور جو اس سے خطا کر گیا وہ اسے پہنچنے والا نہیں تھا۔(ابوداؤد وابن عساکر)۔

حضرت قتادہ فرماتے ہیں کہ جب حضرت علی کی زندگی کی آخری رات آئی تو انہیں قرار نہیں تھا، کبھی اندر جاتے کبھی باہر، گھر والوں کو خطرہ محسوس ہوا (ان کے ساتھ کچھ ہو نہ جائے) تو انہوں نے یہ بات ان کی خدمت میں خدا کا واسطہ دے کر عرض کی، انہوں نے فرمایا: ہر بندے کے ساتھ دو فرشتے مقرر ہیں کہ جب تک تقدیر کے لکھے ہوئے کا وقت نہ آ جائے، اس وقت تک وہ ہر بلا اس بندے سے دور کرتے رہتے ہیں اور جب تقدیر کا وقت آ جاتا ہے تو پھر وہ دونوں فرشتے اس کے اور تقدیر کے درمیان سے ہٹ جاتے ہیں، پھر حضرت علی مسجد تشریف لے گئے جہاں انہیں شہید کر دیا گیا۔(ابوداؤد وابن عساکر)۔

حضرت ابو مجلز کہتے ہیں کہ قبیلہ مراد کے ایک آدمی حضرت علی کے پاس آئے۔حضرت علی نماز پڑھ رہے تھے نماز کے بعد حضرت علی کی خدمت میں اس نے عرض کیا کہ قبیلہ مراد کے کچھ لوگ آپ کو قتل کرنا چاہتے ہیں اس لئے آپ اپنی حفاظت کا انتظام کر لیں حضرت علی نے فرمایا ہر آدمی کے ساتھ دو فرشتے مقرر ہیں جو ہر اس بلا سے اس کی حفاظت کرتے ہیں جو اس کے مقدر میں لکھی ہوئی نہ ہو اور تقدیر کا جب وقت آ جاتا ہے تو اس کے اور تقدیر کے درمیان سے ہٹ جاتے ہیں، اور موت کا وقت مقرر مضبوط ڈھال ہے۔(ابن سعد وابن عساکر)۔

حضرت یحیٰ بن ابی کثیر اور دیگر حضرات کہتے ہیں کہ حضرت علی کی خدمت میں عرض کیا گیا کہ ہم آپ کا پہرہ نہ دیں؟ حضرت علیؓ نے فرمایا: ہر آدمی کی موت اس کا پہرہ دے رہی ہے۔(ابونعیم)۔

حضرت جعفر کے والد حضرت محمد کہتے ہیں کہ دو آدمی حضرت علی سے اپنے جھگڑے کا فیصلہ کروانے آئے۔ حضرت علی ان دونوں کو لے کر ایک دیوار کے نیچے بیٹھ گئے تو ایک آدمی نے کہا: اے امیر المومنین! یہ دیوار گرنے والی ہے۔انہوں نے فرمایا: اپنا کام کرو، اللہ ہماری حفاظت کے لئے کافی ہے۔پھر ان دونوں کی بات سن کر فیصلہ فرمایا اور وہاں سے کھڑے ہو گئے، پھر وہ دیوار گر گئی۔(دلائل ابونعیم)۔

رضا بالقضا

اس سے متعلق حضرت علیؓ کے اقوال

حضرت حسن فرماتے ہیں کہ کسی نے حضرت علی سے کہا کہ حضرت ابوذر فرماتے ہیں کہ فقر مجھے مالداری سے اور

بیماری صحت سے زیادہ محبوب ہے۔حضرت علیؓ نے فرمایا: اللہ ابوذر پر رحم فرمائے، میں تو یہ کہتا ہوں کہ جو آدمی بھی اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرے اور یہ سمجھے کہ اللہ تعالیٰ جو حالت بھی اس کے لئے پسند فرماتے ہیں، وہ خیر ہی ہے تو وہ اللہ کی طرف سے دی ہوئی حالت کے علاوہ کسی اور حالت کی بھی تمنا نہ کرے گا اور یہ کیفیت رضا بر قضا کے مقام کا آخری درجہ ہے۔(ابن عساکر)۔

حضرت علی فرماتے ہیں کہ جو اللہ کے فیصلہ پر راضی ہوگا تو اللہ نے جو فیصلہ کیا ہے وہ تو ہوکر رہے گا؛ لیکن اسے (اس پر راضی ہونے کی وجہ سے) اجر ملے گا اور جو اس پر راضی نہ ہوگا تو بھی اللہ کا فیصلہ ہوکر رہے گا؛ لیکن اس کے نیک عمل ضائع ہو جائیں گے۔(ابن عساکر)۔

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ قیامت کے دن ہر آدمی اس بات کی تمنا کرے گا کہ کاش وہ دنیا میں گزارے کے بقدر ہی کھانا کھاتا اور دنیا میں صبح وشام پیش آنے والے حالات میں انسان کا نقصان تب ہوتا ہے جب ان حالات پر دل میں غصہ اور رنج ہو اور تم میں سے ایک آدمی اپنے منہ میں انگارہ اتنی دیر رکھے کہ وہ بجھ جائے یہ اس کے لئے اس سے بہتر ہے کہ جس کام کے لئے اللہ نے ہونے کا فیصلہ کر رکھا ہے اس کے بارے میں وہ یہ کہے کہ کاش یہ نہ ہوتا۔(ابونعیم)۔

تقوی اور اس بارے میں حضرت علیؓ کا خطاب

حضرت کمیل بن زیاد رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ میں حضرت علی بن ابی طالب کے ساتھ باہر نکلا، جب آپ قبرستان پہنچے تو قبروں کی طرف متوجہ ہوکر فرمایا: اسے قبر والو! اے پرانے ہو جانے والو! اے وحشت والو! تمہارے ہاں کے کیا حالات ہیں؟ ہمارے ہاں کے حالات تو یہ ہیں کہ تمہارے بعد تمہارے مال تقسیم کر دیئے گئے اور بچے یتیم ہو گئے اور تمہاری بیویوں نے اور خاوند کر لئے، تو یہ ہیں ہمارے ہاں کے حالات، تمہارے ہاں کے حالات کیا ہیں؟ پھر میری طرف متوجہ ہوکر فرمایا: اے کمیل! اگر انہیں جواب دینے کی اجازت ہوتی تو یہ جواب میں کہتے کہ بہترین توشہ تقوی ہے۔ پھر حضرت علی رونے لگے اور فرمایا: اے کمیل! قبر عمل کا صندوق ہے، اور موت کے وقت تمہیں اس کا پتہ چلے گا۔(دینوری وابن عساکر)۔

حضرت قیس بن ابی حازم کہتے ہیں کہ حضرت علی نے فرمایا: تم لوگ تقوی کے ساتھ عمل کے قبول ہونے کا زیادہ اہتمام کرو؛ کیونکہ تقوی کے ساتھ کیا گیا عمل تھوڑا نہیں ہوتا اور جو عمل قبول ہو جائے وہ تھوڑا کیسے شمار ہوسکتا ہے؟ (ابونعیم وابن عساکر)۔

حضرت عبد خیر کہتے ہیں کہ حضرت علی نے فرمایا: تقوی کے ساتھ کیا گیا عمل تھوڑا شمار نہیں ہوتا اور جو عمل قبول ہو جائے وہ تھوڑا کیسے شمار ہوسکتا ہے؟ (ابن ابی دنیا وابونعیم)۔

حضرت علیؓ کا امر بالمعروف کی ترغیب دینا

حضرت علی نے فرمایا: تم لوگ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر اہتمام سے کرتے رہے ہو اور اللہ کے دین کے لئے کوشش کرتے رہو، ورنہ ایسے لوگ تم پر مسلط ہو جائیں گے جو تمہیں دردناک عذاب دیں گے اور اللہ تعالی انہیں عذاب دے گا۔ (ابن ابی شیبہ)۔

حضرت علی نے فرمایا: تم لوگ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر ضرور کرتے رہنا، ورنہ تم پر تمہارے برے لوگ مسلط کر دیئے جائیں گے پھر تمہارے نیک لوگ بھی دعا کریں گے تو قبول نہیں ہوگی۔

حضرت علی نے ایک بیان میں ارشاد فرمایا: اے لوگو! تم سے پہلے لوگ اس وجہ سے ہلاک ہوئے کہ وہ لوگ گناہوں کا ارتکاب کرتے تھے اور ان کے ربانی علماء اور دینی مشائخ نے انہیں ان گناہوں سے روکا نہیں، جب وہ گناہوں میں حد سے بڑھ گئے اور ربانی علماء اور دینی مشائخ نے انہیں نہ روکا تو آسمانی سزاؤں نے انہیں پکڑ لیا، اس لئے تم لوگ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرتے رہو، ورنہ تم پر بھی وہی سزائیں نازل ہوں گی جو ان پر ہوئی تھیں اور اس بات کا یقین رکھو کہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر سے روزی ختم نہیں ہوتی اور موت کا وقت قریب نہیں آتا۔ (ابن ابی حاتم)۔

حضرت علی فرماتے ہیں کہ جہاد کی تین قسمیں ہیں: ایک ہاتھ سے جہاد کرنا، دوسرا زبان سے جہاد کرنا، تیسرا دل سے جہاد کرنا۔ سب سے پہلے ہاتھ والا جہاد ختم ہوگا، پھر زبان والا ختم ہوگا پھر دل والا۔ جب دل کی یہ کیفیت ہو جائے کہ وہ نیکی کو نیکی نہ سمجھے اور برائی کو برائی نہ سمجھے تو اسے اوندھا کر دیا جاتا ہے یعنی اس کے اوپر والے حصے کو نیچے کر دیا جاتا ہے، پھر خیر اور نیکی کا جذبہ اس میں نہیں رہتا ہے۔ (مسدد وبیہقی)۔

حضرت علی فرماتے ہیں کہ سب سے پہلے تم ہاتھ والے جہاد کے سامنے بے بس اور مغلوب ہو گئے، پھر دل والے جہاد کے سامنے ل، ہذا جس دل کی یہ کیفیت ہو جائے کہ وہ نیکی کو نیکی نہ سمجھے اور برائی کو برائی نہ سمجھے تو اس کے اوپر والے حصے کو ایسے نیچے کر دیا جائے گا جیسے تھیلے کو الٹا کیا جاتا ہے اور پھر تھیلے کے اندر کی ساری چیزیں بکھر جاتی ہیں۔ (ابن ابی شیبہ وابونعیم)۔

نبی کریم ﷺ کا اپنی بیٹی حضرت فاطمہؓ سے حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی شادی کرنا

حضرت علی فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ کے پاس حضرت فاطمہ کی شادی کا پیغام گیا تو میری ایک باندی نے مجھ سے کہا: کیا آپ کو معلوم ہے کہ حضور کے پاس حضرت فاطمہ کی شادی کا پیغام آیا ہے۔ میں نے کہا: نہیں، اس نے کہا: ان کی شادی کا پیغام آچکا ہے۔ آپ حضور کے پاس کیوں نہیں چلے جاتے؛ تاکہ حضور آپ سے شادی کر دیں۔ میں نے کہا: کیا میرے پاس ایسی کوئی چیز ہے جس کے ذریعہ میں شادی کر سکوں؟ اس باندی نے کہا: اگر آپ حضور کے پاس جائیں گے تو حضور آپ سے ضرور شادی کر دیں گے۔ اللہ کی قسم! وہ مجھے امید دلاتی رہی یہاں تک کہ میں حضور کے پاس چلا گیا۔ جب حضور ے کے سامنے بیٹھا تو مجھ سے بولا نہ گیا اور حضور کے رعب اور دبدبہ کی وجہ سے میں بات نہ کر سکا۔ حضور نے فرمایا: تم کیوں آئے ہو؟ کیا تمہیں کوئی ضرورت ہے؟ میں خاموش رہا، پھر حضور نے فرمایا: شاید تم فاطمہ سے شادی کا پیغام دینے آئے ہو۔ میں نے: کہا جی ہاں۔ حضور نے فرمایا: مہر میں دینے کے لئے تمہارے پاس کچھ ہے؟ میں نے کہا: یارسول اللہ! کچھ بھی نہیں ہے۔ حضور نے فرمایا: میں نے تم کو جو زرہ بطور اسلحہ کے دی تھی اس کا کیا ہوا؟ وہ زرہ قبیلہ حطمیہ کی بنائی ہوئی تھی اور اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں علی کی جان ہے! اس کی قیمت چار سو درہم تھی۔ میں نے کہا: وہ میرے پاس ہے۔ حضور نے فرمایا: میں نے فاطمہ سے تمہاری شادی کر دی ہے، تم وہ زرہ فاطمہ کو بھیج دو اور اس کو فاطمہ کا مہر سمجھو۔ تو یہ تھا رسول اللہ ﷺ کی بیٹی حضرت فاطمہ کا مہر۔ (دلائل بیہقی)۔

حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ انصار کے چند لوگوں نے حضرت علیؓ سے کہا: تم حضرت فاطمہ سے شادی کا پیغام دو، چنانچہ حضرت علیؓ حضور ﷺ کی خدمت میں گئے، حضور نے فرمایا: ابو طالب کے بیٹے (علی) کو کیا کام ہے؟ حضرت علی نے کہا: میں رسول اللہ کی بیٹی فاطمہ سے شادی کا پیغام دینا چاہتا ہوں۔ حضور نے فرمایا: مرحبا وأهلا۔ مزید اور کچھ نہ فرمایا۔ حضرت علی باہر آئے تو انصار کے وہی لوگ حضرت علی کا انتظار کر رہے تھے، ان لوگوں نے پوچھا: کیا ہوا؟ حضرت علیؓ نے کہا: اور تو میں کچھ جانتا نہیں، آپ نے بس اتنا فرمایا: مرحبا وأهلا۔ ان لوگوں نے کہا: حضور نے یہ جملہ فرما کر تمہیں اہل بھی عنایت فرمایا اور مرحبا بھی یعنی کشادہ جگہ بھی۔ حضور کی طرف سے تو ان دو میں سے ایک چیز ہی کافی تھی۔ جب حضور نے حضرت علی کی شادی کر دی تو ان سے فرمایا: اے علی دلہن کے گھر آنے پر ولیمہ کا ہونا ضروری ہے۔ حضرت سعد نے کہا: میرے پاس ایک مینڈھا ہے (میں وہ دے دیتا ہوں) اور انصار نے حضرت علی کے لئے چند صاع مکئی جمع کی۔ جب رخصتی کی رات آئی تو حضور نے فرمایا: مجھ سے ملنے سے پہلے کچھ

نہ کرنا۔ چنانچہ حضور نے پانی منگا کر اس سے وضو کیا اور وہ پانی حضرت علی پر ڈال دیا اور یہ دعا دی: اے اللہ! ان دونوں میں برکت نصیب فرما اور ان دونوں کے لئے اس رخصتی میں برکت نصیب فرما۔ (طبرانی)

طبرانی اور بزار کی روایت میں یہ ہے کہ انصار کی ایک جماعت نے حضرت علی سے کہا: اگر تم فاطمہ سے شادی کا پیغام دو تو بہت اچھا ہو اور آخر میں حضور کی دعا یہ ہے: اے اللہ! ان دونوں میں برکت نصیب فرما اور ان کے شیر جیسے دو بچوں میں برکت نصیب فرما۔

رویانی اور ابن عساکر کی روایت میں ہے: اے اللہ! ان دونوں میں برکت نصیب فرما، ان دونوں پر برکت نصیب فرما، ان دونوں کی رخصتی میں برکت نصیب فرما اور ان دونوں کے لئے ان کی نسل میں برکت نصیب فرما۔ اور ایک روایت میں ہے: اے اللہ! ان دونوں کے اس جمع ہونے میں برکت نصیب فرما۔

حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جب حضرت فاطمہ رخصت ہو کر حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے ہاں آئیں تو ان کے گھر میں بس یہ چند چیزیں تھیں: ایک چٹائی تھی، ایک تکیہ تھا جس میں کھجور کی چھال بھری ہوئی تھی، اور ایک گھڑا اور ایک مٹی کا لوٹا تھا۔ حضور ﷺ نے حضرت علی کو پیغام بھیجا کہ جب تک میں نہ آجاؤ، اس وقت تک اپنے گھر والوں کے قریب نہ جانا۔ چنانچہ جب حضور تشریف لائے تو فرمایا: کیا میرا بھائی یہاں ہے؟ حضرت ام ایمن رضی اللہ عنہا جو کہ حضرت اسامہ بن زید کی والدہ تھیں اور وہ ایک حبشی اور نیک عورت تھیں انہوں نے کہا یارسول اللہ! جب آپ نے اپنی بیٹی کی شادی حضرت علی سے کر دی تو اب یہ آپ کے بھائی کیسے ہوئے! حضور نے دیگر صحابہ کا آپس میں بھائی چارہ کرلیا تھا اور حضرت علی کا بھائی چارہ اپنے ساتھ کیا تھا، حضور نے فرمایا: اس بھائی چارے کے ساتھ یہ شادی ہوسکتی ہے۔ پھر حضور نے ایک برتن میں پانی منگایا، پھر کچھ پڑھ کر حضرت علی کے سینے اور چہرے پر ہاتھ پھیرا، پھر حضور نے حضرت فاطمہ کو بلایا تو فاطمہ اٹھ کر آپ کے پاس آئیں، وہ شرم و حیا کی وجہ سے اپنی چادر میں لڑکھڑا رہی تھیں۔ حضور نے اس پانی میں سے کچھ حضرت فاطمہ پر چھڑکا اور ان سے کچھ فرمایا اور یہ بھی فرمایا: اپنے خاندان میں مجھے جو سب سے زیادہ محبوب تھا، اس سے تمہاری شادی کرنے میں میں نے کوئی کمی نہیں کی، پھر حضور نے پردے یا دروازے کے پیچھے کسی آدمی کا سایہ دیکھا تو حضور نے فرمایا: یہ کون ہے؟ میں نے کہا: اسماء۔ حضور نے فرمایا: کیا اسماء بنت عمیس؟ میں نے کہا: جی ہاں یارسول اللہ! حضور نے فرمایا: کیا تم اللہ کے رسول اس کے اکرام کی وجہ سے آئی ہو؟ میں نے کہا: جی ہاں، جب کسی جوان لڑکی کی رخصتی ہو تو اس لڑکی کے پاس کسی رشتہ دار عورت کا ہونا ضروری ہے؛ تا کہ اگر اس لڑکی کو کوئی ضرورت پیش آجائے تو یہ عورت اس کی ضرورت

پوری کردے۔اس پر حضور نے مجھے ایسی زبردست دعا دی کہ میرے نزدیک وہ سب سے زیادہ قابل اعتماد عمل ہے۔ پھر حضرت علی سے فرمایا: اپنی بیوی سنبھالو، پھر حضور باہر تشریف لے گئے اور اپنے گھر میں داخل ہونے تک حضرت فاطمہ حضرت علی دونوں کے لئے دعا فرماتے رہے۔

ایک روایت میں حضرت اسماء بنت عمیس فرماتی ہیں کہ حضورﷺ کی صاحبزادی حضرت فاطمہ کی رخصتی والی رات کو میں بھی وہاں تھی، جب صبح ہوئی تو حضور نے آکر دروازہ کھٹکھٹایا، حضرت ام ایمن نے کھڑے ہوکر دروازہ کھولا۔حضور نے فرمایا: اے ام ایمن! میرے بھائی کو بلاؤ، انہوں نے کہا: کیا وہ آپ کے بھائی ہیں؟ جب کہ آپ نے ان سے اپنی بیٹی کی شادی کردی ہے، حضور نے فرمایا: اے ام ایمن! میرے پاس بلالاؤ، عورتیں حضور کی آواز سن کر ادھر ادھر ہوگئیں، پھر حضور ایک کونے میں بیٹھ گئے، پھر حضرت علی آئے تو حضور نے ان کے لئے دعا فرمائی اور ان پر کچھ پانی چھڑکا، پھر فرمایا: فاطمہ کو میرے پاس بلالاؤ، جب حضرت فاطمہ آئیں تو وہ شرم وحیا کی وجہ سے پسینہ پسینہ ہورہی تھیں اور چھوٹے چھوٹے قدم رکھ رہی تھیں۔آپ نے فرمایا: چپ ہوجاؤ، میں نے تمہاری شادی ایسے آدمی سے کی ہے جو مجھے اپنے خاندان میں سب سے زیادہ محبوب ہے۔آگے پچھلی حدیث جیسا مضمون ہے۔(طبرانی)۔

حضرت علی فرماتے ہیں جب نبی کریمﷺ نے حضرت فاطمہ کی مجھ سے شادی کی تو آپ نے پانی منگا کر اس سے کلی کی، پھر مجھے اپنے ساتھ اندر لے گئے اور وہ پانی میرے گریبان اور میرے دونوں کندھوں کے درمیان چھڑکا، اور قُلْ هُوَ اللهُ أَحَدٌ، قُلْ اَعُوذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ، قُلْ أَعُوذُ بِرَبِّ النَّاسِ پڑھ کر مجھ پر دم کیا۔(ابن عساکر)۔

حضرت علی بن ابی طالب فرماتے ہیں کہ میں نے حضورﷺ کو ان کی بیٹی حضرت فاطمہ سے شادی کا پیغام بھیجا، پھر میں نے اپنی ایک زرہ اور اپنا کچھ سامان چارسو اسی درہم میں بیچا، حضور نے فرمایا: اس کے دو تہائی کی خوشبو اور ایک تہائی کے کپڑے خریدلو اور پانی کے ایک گھڑے میں کلی فرمائی اور فرمایا: اس سے غسل کرو اور حضرت فاطمہ سے فرمایا کہ جب تمہارا بچہ ہو تو اپنے بچے کو میرے آنے سے پہلے دودھ نہ پلانا؛ لیکن حضرت فاطمہ نے حضرت حسین کو دودھ پلا دیا؛ البتہ حضرت حسن کو نہ پلایا؛ بلکہ حضور نے ان کے منہ میں کوئی چیز ڈالی جس کا پتہ نہ چلا، اسی وجہ سے دونوں بھائیوں میں حضرت حسن زیادہ علم والے تھے۔(ابویعلی)۔

حضرت جابرؓ فرماتے ہیں کہ حضرت علی اور حضرت فاطمہ کی شادی کے موقع پر ہم بھی موجود تھے، ہم نے اس سے اچھی کوئی شادی نہیں دیکھی۔بچھونے میں ہم نے کھجور کی چھال بھری اور کھجور اور کشمش ہمارے پاس لائی گئی جسے ہم نے کھایا اور شادی کی رات میں حضرت فاطمہ کا بچھونا ایک مینڈھے کی کھال تھی۔(بزار)۔

حضرت علی فرماتے ہیں کہ حضورﷺ نے حضرت فاطمہ کو جہیز میں ایک جھالر والی چادر، ایک مشکیزہ اور ایک چمڑے کا تکیہ دیا جس میں اذخر گھاس بھری ہوئی تھی۔ (دلائل بیہقی)۔

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب حضورﷺ نے حضرت فاطمہ کو حضرت علی کے گھر بھیجا تو ان کے ساتھ ایک جھالر والی چادر، اور چمڑے کا تکیہ جس میں کھجور کی چھال اور اذخر گھاس بھری ہوئی تھی، اور ایک مشکیزہ بھی بھیجا۔ وہ دونوں آدھی چادر کو نیچے بچھا لیتے تھے اور آدھی کو اوپر اوڑھ لیتے تھے۔ (طبرانی)۔

لباس میں حضرت علیؓ کا انداز

حضرت زید بن وہب کہتے ہیں کہ حضرت علی کے پاس بصرہ والوں کا ایک دفد آیا، اس میں ایک خارجی تھا جسے جعد بن نعجہ کہا جاتا تھا، اس نے حضرت علی کی قمیص پر ناراضگی کا اظہار کیا۔ حضرت علی نے فرمایا: تجھے میری قمیص سے کیا، میری قمیص تکبر سے بہت دور اس لائق ہے کہ مسلمان میری اقتداء کر سکے۔ (ابونعیم)۔

حضرت عمرو بن قیس کہتے ہیں کہ کسی نے حضرت علی سے پوچھا: اے امیر المومنین آپ اپنی قمیص پر پیوند کیوں لگاتے ہیں؟ حضرت علیؓ نے فرمایا: اس سے دل میں تواضع پیدا ہوتی ہے اور مومن اس کی اقتداء کر لیتا ہے۔

حضرت عطاء ابومحمد کہتے ہیں کہ میں نے حضرت علی پر بے دھلے کھدر کی ایک قمیص دیکھی۔

حضرت عبداللہ بن ابو ہذیل کہتے ہیں کہ میں نے حضرت علی پر رے مقام کی بنی ہوئی قمیص دیکھی، جب حضرت علی اپنے ہاتھ کو لمبا کرتے تو آستین انگلیوں کے کناروں تک پہنچ جاتی اور جب ہاتھ (لمبا کرنا) چھوڑ دیتے تو آدھے بازو کے قریب تک کی جاتی۔ (ابن عساکر)۔

حضرت علی جب قمیص پہنا کرتے تو آستین کو لمبا کرتے اور جتنی آستین انگلیوں سے آگے بڑھ جاتی اسے کاٹ دیتے اور فرماتے آستینوں کو ہاتھوں سے آگے نہیں بڑھنا چاہیے۔ (کنز)۔

حضرت ابوسعید ازدی قبیلہ ازد کے اماموں میں سے تھے، وہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت علی کو دیکھا کہ وہ بازار تشریف لے گئے اور فرمایا: کسی کے پاس ایسی قمیص ہے جس کی قیمت تین درہم ہو؟ ایک آدمی نے کہا: میرے پاس ہے۔ وہ آدمی حضرت علی کے پاس لے کر آیا۔ حضرت علی کو وہ قمیص پسند آگئی اور فرمایا: شاید یہ تین درہم سے بہتر ہو یعنی اس کی قیمت تین درہم سے زیادہ ہو۔ اس آدمی نے کہا: نہیں اس کی قیمت یہی ہے۔ پھر میں نے دیکھا کہ حضرت علی اپنے کپڑے میں سے درہموں کی گانٹھ کھول رہے تھے، پھر کھول کر انہوں نے اسے تین درہم دیئے اور وہ قمیص پہن لی تو اس کی آستین انگلیوں کے کنارے سے آگے بڑھی ہوئی تھی، حضرت علی کے فرمانے پر انگلیوں سے

زائد حصہ کو کاٹ دیا گیا۔ (ابونعیم)۔

حضرت ابوغصین کے ایک آزاد کردہ غلام کہتے ہیں کہ میں نے حضرت علی کو دیکھا کہ وہ باہر تشریف لائے اور ایک کھدر والے کے پاس گئے اور اس سے فرمایا: کیا تمہارے پاس سنبلان شہر کا بنا ہوا لمبا کرتا ہے؟ اس کھدر والے نے ایک کرتا نکالا جسے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے پہنا تو وہ ان کی آدھی پنڈلیوں تک گیا، پھر انہوں نے دائیں بائیں دیکھ کر فرمایا: مجھے تو یہ ٹھیک ہی لگ رہا ہے، یہ کتنے کا ہے؟ اس نے کہا: اے امیر المومنین! چار درہم کا۔ حضرت علیؓ نے لنگی میں سے کھول کر چار درہم اسے دیئے اور پھر وہاں سے تشریف لے گئے۔ (الزھد: امام احمد)۔

ایک شخص سے مشیت الٰہی کے بارے میں حضرت علیؓ کا مباحثہ

حضرت جعفر بن محمد اپنے والد (حضرت محمد) سے نقل کرتے ہیں کہ حضرت علی کو بتایا گیا کہ یہاں ایک آدمی ہے جو مشیت اور ارادے کے بارے میں باتیں کرتا ہے تو حضرت علی نے اس سے فرمایا: اے اللہ کے بندے! اللہ نے جیسے چاہا، ویسے پیدا کیا یا جیسے تم نے چاہا، ویسے پیدا کیا؟ اس نے کہا: نہیں؛ بلکہ جیسے اللہ نے چاہا، ویسے پیدا کیا۔ حضرت علی نے فرمایا: جب وہ چاہتا ہے تمہیں بیمار کرتا ہے یا جب تم چاہتے ہو؟ اس نے کہا: نہیں؛ بلکہ جب وہ چاہتا ہے۔ علی نے فرمایا: پھر جب وہ چاہتا ہے تمھیں شفا دیتا ہے یا جب تم چاہتے ہو؟ اس نے کہا: نہیں؛ بلکہ جب وہ چاہتا ہے۔ حضرت علی نے فرمایا: جہاں تم چاہتے ہو اللہ تمہیں وہاں داخل کرے گا یا جہاں وہ چاہتا ہے؟ اس نے کہا: جہاں وہ چاہتا ہے۔ حضرت علی نے فرمایا: اللہ کی قسم! اگر تم اس کے علاوہ کچھ اور کہتے تو میں تمہارے اس دو آنکھوں والے سر کو تلوار سے قلم کر دیتا۔ (ابن ابی حاتم)۔

تقدیر کے سلسلے میں حضرت علیؓ کا ارشاد

حضرت نزال بن سبرہ کہتے ہیں کہ ایک آدمی نے حضرت علی سے عرض کیا کہ اے امیر المومنین! یہاں کچھ لوگ ایسے ہیں جو یہ کہتے ہیں کہ جو کام آئندہ ہونے والا ہے اس کا پتہ اللہ کو اس وقت چلتا ہے جب وہ کام ہو جاتا ہے۔ حضرت علی نے فرمایا: ان کی مائیں ان کو کم کریں یعنی یہ مر جائیں، یہ لوگ یہ بات کہاں سے کہہ رہے ہیں؟ تو لوگوں نے بتایا کہ وہ قرآن کی اس آیت سے یہ بات نکالتے ہیں: وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ حَتَّى نَعْلَمَ الْمُجَاهِدِينَ مِنكُمْ وَالصَّابِرِينَ وَنَبْلُوَ أخباركم (سورۂ محمد)۔ (ترجمہ: اور ہم ضرور تم سب کے اعمال کی آزمائش کریں گے؛ تاکہ ہم ان لوگوں کو معلوم کر لیں جو تم میں جہاد کرنے والے ہیں اور جو ثابت قدم رہنے والے ہیں اور تاکہ تمہاری

حالتوں کی جانچ کرلیں)۔ یوں کہتے ہیں کہ اللہ کو معلوم نہیں ہے، آزمانے سے اللہ کو معلوم ہوگا (نعوذ باللہ من ذلک)۔

حضرت علی نے فرمایا: جو علم حاصل نہ کرے، وہ ہلاک ہو جائے گا۔ پھر حضرت علی منبر پر تشریف فرما ہوئے اور اللہ تعالی کی حمد وثنا کے بعد فرمایا: اے لوگو! علم حاصل کرو اور اس پر عمل کرو اور وہ علم دوسروں کو سکھاؤ اور جسے اللہ کی کتاب میں سے کوئی بات سمجھ میں نہ آئے وہ مجھ سے پوچھ لے۔ مجھے یہ خبر ملی ہے کہ بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ جو کام آئندہ ہونے والا ہے، اس کا پتہ اللہ کو اس وقت چلتا ہے جب وہ ہو جاتا ہے؛ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ''اور ہم ضرور تم سب کے اعمال کی آزمائش کریں گے؛ تا کہ ہم ان لوگوں کو معلوم کرلیں جو تم میں جہاد کرنے والے ہیں''، حالانکہ اللہ کے فرمان ''ہم معلوم کرلیں'' کا مطلب یہ ہے کہ ہم دیکھ لیں کہ جن لوگوں پر جہاد کرنا اور ثابت قدم رہنا فرض کیا گیا ہے کیا انہوں نے جہاد کیا ہے؟ اور میں نے ان کے بارے میں جن مصائب اور حوادث کے آنے کا فیصلہ کیا تھا کیا انھوں نے ان پر صبر کیا ہے؟ (ابن عبدالبر)

اور توکل کے باب میں حضرت علی کا یہ فرمان گزر چکا ہے کہ زمین پر اس وقت تک کوئی چیز نہیں ہوسکتی جب تک آسمان میں اس کے ہونے کا فیصلہ نہ ہو جائے، اور ہر انسان پر دو فرشتے مقرر ہیں جو ہر بلا کو اس سے دور کرتے رہتے ہیں اور اس کی حفاظت کرتے رہتے ہیں، یہاں تک کہ اس کی تقدیر کا لکھا فیصلہ آجائے اور جب تقدیر کا کوئی فیصلہ آجاتا ہے تو یہ دونوں فرشتے اس کے اور تقدیر کے درمیان سے ہٹ جاتے ہیں اور اللہ کی طرف سے میری حفاظت کا بڑا مضبوط انتظام ہے۔ جب میری موت کا وقت آجائے گا تو وہ انتظام مجھ سے ہٹ جائے گا اور آدمی کو ایمان کی حلاوت اس وقت تک نہیں مل سکتی جب تک کہ اس کو یہ یقین نہ ہو جائے کہ جو کچھ اچھا یا برا اسے پہنچا ہے وہ اس سے ہٹنے والا نہیں تھا اور جو اس سے ٹل گیا ہے وہ اسے پہنچنے والا نہیں تھا۔ (ابوداؤد)۔

حضرت فاطمہؓ دُنیا لینے گئیں، مگر آخرت لے کو واپس ہوئیں

حضرت سوید بن غفلہ کہتے ہیں کہ حضرت علی پر ایک مرتبہ فاقہ آیا تو انھوں نے حضرت فاطمہ سے کہا: اگر تم حضورﷺ کی خدمت میں جا کر کچھ مانگ لو تو اچھا ہے، چنانچہ حضرت فاطمہ حضور کے پاس گئیں۔ اس وقت حضور کے پاس حضرت ام ایمن موجود تھیں۔ حضرت فاطمہ نے دروازہ کھٹکھٹایا تو حضور نے حضرت ام ایمن سے فرمایا: یہ آہٹ تو فاطمہ کی ہے۔ آج اس وقت آئی ہے، پہلے تو کبھی اس وقت نہیں آیا کرتی۔ پھر حضرت فاطمہ اندر آگئیں اور انھوں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! ان فرشتوں کا کھانا لا الہ الا اللہ سبحان اللہ اور الحمد للہ بنا ہے۔ ہمارا کھانا کیا ہے؟ آپ نے فرمایا: اس ذات کی قسم جس نے مجھے حق دے کر بھیجا ہے! آل محمد کے گھرانے سے کسی گھر میں تیس دن سے آگ

روشن نہیں ہوئی (یعنی چولہا نہیں جلا)۔ ہمارے پاس چند بکریاں آئی ہیں، اگر تم چاہو تو پانچ بکریاں تمھیں دے دوں اور اگر چاہو تو تمھیں وہ پانچ کلمات سکھا دوں جو حضرت جبرائیل نے مجھے سکھائے ہیں۔ حضرت فاطمہ نے عرض کیا نہیں ؛ بلکہ مجھے تو وہی پانچ کلمات سکھا دیں جو آپ کو حضرت جبرائیل علیہ السلام نے سکھائے ہیں۔ حضور نے فرمایا: تم یہ کہا کرو: یا أول الاولین و یا آخر الآخرین و یاذا القوۃ المتین ویارا حم المساکین و یا ارحم الـراحـمین۔ پھر حضرت فاطمہ واپس چلی گئیں۔ جب حضرت علی کے پاس پہنچیں تو حضرت علی نے پوچھا کیا: ہوا؟ حضرت فاطمہ نے عرض کیا: میں آپ کے پاس سے دنیا لینے گئی تھی ؛ لیکن وہاں سے آخرت لے کر آئی ہوں۔ حضرت علی نے فرمایا: یہ تو تمہارا سب سے بہترین دن ہے۔(ابوالشیخ)۔

قرآن کی سب سے پر امید آیت اور حضرت علیؓ کا ارشاد

حضرت علی بن ابی طالب فرماتے ہیں کہ حضورﷺ نے فرمایا: میں اپنی امت کے لیے شفاعت کرتا رہوں گا یہاں تک کہ میرا رب مجھے پکار کر پوچھے گا: اے محمد! کیا تم راضی ہو گئے؟ میں کہوں گا، جی ہاں میں راضی ہو گیا۔ پھر حضرت علی نے لوگوں کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا: تم عراق والے یہ کہتے ہو کہ قرآن میں سب سے زیادہ امید والی آیت یہ ہے: یـا عبـادِیَ الَّـذِیـنَ أَسْـرَفُـوا عَـلَـی أنـفسهـم لاتقنطو مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰه، إِنَّ اللَّهَ يَغْفِرُ الذُّنُوبَ جَمِيعًا ،إِنَّهُ هُوَ الغفَوُرُ الرَّحِيمُ، (سورۂ زمر)،(ترجمہ: آپ کہہ دیجئے کہ اے میرے بندو! جنہوں نے کفر و شرک کر کے اپنے او پر زیادتیاں کی ہیں کہ تم خدا کی رحمت سے ناامید مت ہو، بالیقین اللہ تعالی تمام گزشتہ گناہوں کو معاف فرمادے گا۔ واقعی وہ بڑا بخشنے والا بڑی رحمت والا ہے)۔ میں نے کہا: ہم تو یہی کہتے ہیں۔ حضرت علی نے فرمایا: لیکن ہم اہل بیت یہ کہتے ہیں کہ اللہ کی کتاب میں سب سے زیادہ امید والی آیت ولسـوف یـعطیك ربك فتـرضـی ہے۔(ترجمہ: اور عنقریب اللہ تعالی آپ کو (آخرت میں بکثرت نعتیں) دے گا سو آپ خوش ہو جائیں گے)، اور یہی شفاعت ہے۔

اپنے قتل کی پیشن گوئیوں پر حضرت علیؓ کا یقین

حضرت فضالہ بن ابی فضالہ انصاری فرماتے ہیں کہ حضرت علی بن ابی طالب بیمار تھے اور بیماری کافی شدید تھی۔ میں اپنے والد کے ساتھ ان کی عیادت کرنے پہنچ گیا۔ میرے والد صاحب نے ان سے کہا: آپ یہاں کیوں ٹھہرے ہوئے ہیں؟ اگر آپ کا یہاں انتقال ہو گیا تو آپ کے پاس صرف جہینہ کے دیہاتی ہوں گے۔ آپ تھوڑی

سی تکلیف فرما کر مدینہ تشریف لے چلیں۔ اگر آپ کا وہاں انتقال ہوا تو پھر آپ کے ساتھی آپ کے پاس ہوں گے جو آپ کی نماز جنازہ پڑھیں گے۔ (میرے والد) حضرت ابوفضالہ بدری صحابہ میں سے تھے، اس لیے حضرت علی کی نگاہ میں ان کا بڑا مقام تھا۔ حضرت علی نے فرمایا: مجھے یقین ہے کہ میرا اس بیماری میں انتقال نہیں ہوگا؛ کیونکہ حضور ﷺ نے مجھے بتایا تھا کہ جب تک میں امیر نہ بنایا جاؤں اور پھر میری یہ داڑھی میرے اس سر کے خون سے رنگی نہ جائے، اس وقت تک میں نہیں مروں گا۔ (زوائد مسند احمد)۔

حضرت علی فرماتے ہیں کہ میں اونٹ کی رکاب میں پاؤں رکھ چکا تھا کہ اتنے میں حضرت عبد اللہ بن سلام میرے پاس آئے اور کہنے لگے آپ کہاں جا رہے ہیں؟ میں نے کہا: عراق۔ انہوں نے کہا: اگر آپ وہاں گئے تو کوئی آپ کو تلوار مار دے گا۔ حضرت علی کہتے ہیں کہ اللہ کی قسم! میں نے ان سے پہلے یہ بات حضور ﷺ سے سنی ہوئی ہے۔ (بزار و ابو یعلی وغیرہ)۔

حضرت معاویہ بن جریر حضرمی کہتے ہیں کہ حضرت علی نے فرمایا کہ گھوڑے سوار میرے سامنے سے گزریں، چنانچہ سوار گزرنے لگے، پھر حضرت علی کے پاس سے ابن ملجم گزرا، حضرت علی نے اس سے اس کا نام اور نسب پوچھا۔ اس نے اپنے باپ کے علاوہ کسی اور کا نام بنا دیا۔ حضرت علی نے فرمایا: تم غلط کہتے ہو، پھر اس نے اپنے باپ کا نام لیا۔ حضرت علی نے فرمایا: اب تم نے ٹھیک کیا۔ حضور ﷺ نے مجھے بتایا تھا کہ میرا قاتل یہودیوں میں سے ہوگا۔ یہ ابن ملجم یہودی تھا۔ حضرت علی نے اس سے کہا: چلے جاؤ۔ (ابن عسا کر و ابن عدی)۔

حضرت عبیدہ کہتے ہیں کہ جب حضرت علی ابن ملجم کو دیکھتے تو یہ شعر پڑھتے:

أريد حباء ہ ویرید قتلی　　　عذيرك من خليلك من مراد

''میں اسے عطیہ دینا چاہتا ہوں، وہ مجھے قتل کرنا چاہتا ہے۔ تم قبیلہ مراد میں سے اپنا وہ دوست لاؤ جو تمہارا عذر بیان کرے (مراد ابن ملجم کا قبیلہ تھا)''۔

حضرت ابوطفیل کہتے ہیں کہ میں حضرت علی بن ابی طالب کے پاس تھا، ان کے پاس عبد الرحمٰن بن ملجم آیا۔ حضرت علی نے حکم دیا کہ اسے عطیہ دیا جائے، پھر اپنی داڑھی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا: اس داڑھی کو اوپر کے حصے کے خون سے رنگنے سے اس بد بخت کو کوئی نہیں روک سکتا۔ پھر حضرت علی نے یہ شعار پڑھے:

اشدد حیاز یمك للموت　　　فان الموت آتیكا

''تو موت کے لیے اپنی کمر کس لے؛ کیونکہ موت تجھے ضرور آئے گی''۔

ولا تجزع من القتل   اذا حل بواديكا

''اور جب قتل تمہاری وادی میں اتر جائے تو پھر قتل ہونے سے نہ گھبراؤ''۔

نبی کریم ﷺ کے صحابہ کرام کا علم کی ترغیب دینا

حضرت علیؓ کا علم کی ترغیب دینا

حضرت ابوطفیل کہتے ہیں کہ حضرت علی فرماتے تھے: انبیا علیہم الصلوۃ والسلام کے سب سے زیادہ قریب وہ شخص ہے جو ان کے لائے ہوئے دین کو سب سے زیادہ جاننے والا ہو۔ پھر یہ آیت پڑھا کرتے تھے: إِن أَولَى النَّاسِ بِـابْرَاهِيمَ لَلَّذِينَ اتَّبَعُوهُ وَهذَا النبي، (سورۂ آل عمران)۔ (ترجمہ: بلاشبہ سب آدمیوں میں زیادہ خصوصیت رکھنے والے (حضرت) ابراہیم کے ساتھ البتہ وہ لوگ تھے جنہوں نے ان کا اتباع کیا تھا اور یہ نبی ہیں یعنی حضرت محمد ﷺ اور ان کا اتباع کرنے والے صحابہ)۔ اس لیے تم اس کو تبدیل نہ کرو۔ بے شک محمد ﷺ کا دوست وہ ہے جو اللہ کی اطاعت کرے اور محمد ﷺ کا دشمن وہ ہے جو اللہ کی نافرمانی کرے اگر چہ وہ حضور کا قریبی رشتہ دار ہی کیوں نہ ہو۔ (کنز)۔

حضرت کمیل بن زیاد کہتے ہیں کہ حضرت علی میرا ہاتھ پکڑ کر مجھے صحرا کی طرف لے چلے۔ جب ہم صحرا میں پہنچ گئے تو حضرت علی بیٹھ گئے اور ایک لمبا سانس لے کر فرمایا: اے کمیل بن زیاد! دل برتن ہیں۔ ان میں سے بہترین برتن وہ ہے جو اپنے اندر کی چیزوں کو زیادہ محفوظ رکھنے والا ہو۔ میں تمہیں جو بات کہہ رہا ہوں وہ یاد رکھنا۔ انسان تین قسم کے ہیں: ایک عالم ربانی، دوسرے وہ علم حاصل کرنے والا جو نجات کے راستے پر چل رہا ہے، تیسرے وہ کمینے اور رذیل لوگ جو ہر شور مچانے والے کے پیچھے چل پڑتے ہیں اور جدھر کی ہوا چلے، ادھر کو ہی رخ کر لیتے ہیں، نہ تو علم کے نور سے کچھ روشنی حاصل کی اور نہ کسی مضبوط مددگار کی بنیاد حاصل کی۔ علم مال سے بہتر ہے۔ علم تمہاری حفاظت کرتا ہے اور مال کی حفاظت تمہیں کرنی پڑتی ہے۔ علم عمل کرنے سے بڑھتا ہے اور مال خرچ کرنے سے گھٹتا ہے۔ عالم کی محبت دین ہے جس کا اللہ کے ہاں سے بدلہ ملے گا۔ علم کی وجہ سے عالم کی زندگی میں اس کی بات مانی جاتی ہے اور اس کے مرنے کے بعد اس کا اچھائی سے تذکرہ کیا جاتا ہے۔ جب مال چلا جاتا ہے تو مال کی کاریگری اور مال کی بنیاد پر چلنے والے کام بھی ختم ہو جاتے ہیں۔ مال کے خزانے جمع کرنے والے زندہ بھی ہوں تو بھی وہ

روح اور دل کے اعتبار سے مردہ شمار ہوتے ہیں اور علماء (مرنے کے بعد بھی) جب تک زمانہ رہے گا باقی رہیں گے۔ (ان کا ذکر خیر ہوتا رہے گا)۔ان کے جسم دنیا سے چلے جائیں گے؛لیکن ان کی عظمت کے نقوش دلوں میں باقی رہیں گے۔اور یہ بات غور سے سنو اور سینے کی طرف اشارہ کر کے حضرت علی نے فرمایا: اس جگہ ایک زبردست علم ہے کاش! اس علم کو اٹھانے والے مجھے مل جاتے ،اب یا تو ایسے لوگ ملتے ہیں جن کی سمجھ تو تیز ہے؛لیکن تقوی اور طہارت کے نہ ہونے کی وجہ سے ان پر آسانی سے اطمینان نہیں۔ یہ دین کے اسباب کو دنیا کے لیے استعمال کرتے ہیں اور قرآن میں اللہ تعالیٰ نے جو دلائل بیان کئے ہیں ان سے قرآن کے خلاف ہی ثابت کرتے ہیں (کیونکہ علم کا نورانہیں حاصل نہیں ہے) اور اللہ کی نعمتوں کو اس کے بندوں کے خلاف استعمال کرتے ہیں یا پھر ایسے لوگ ملتے ہیں جو اہل حق کے فرمانبردار تو ہیں؛لیکن ان میں دین کے زندہ کرنے کی کوئی سمجھ نہیں ہے اور یا معمولی سا شبہ پیش آتے ہی ان کے دل میں شک پیدا ہو جاتا ہے۔ نہ اس طرف طبیعت جمتی ہے اور نہ اس طرف۔ یا پھر ایسے لوگ ملتے ہیں جو لذتوں میں پڑے ہوئے ہیں اور خواہشات کی بات مان لیتے ہیں یا پھر ایسے لوگ ملتے ہیں جو مال جمع کرنے اور ذخیرہ کرنے کا ہی جذبہ رکھتے ہیں اور یہ آخری دوقسم کے انسان دین کے داعی بھی نہیں ہیں (پہلے دو دین کے داعی تو تھے؛لیکن ان میں اور خرابیاں تھیں) اور چرنے والے جانور ان دونوں کے زیادہ مشابہ ہیں اور علم والوں کے مرنے سے علم بھی ختم ہو جائے گا؛لیکن یہ بات بھی ہے کہ زمین پھر بھی اللہ کے ایسے بندوں سے خالی نہیں ہوتی جو اس لیے دلائل لے کر کھڑے ہوتے ہیں تا کہ اللہ کے دلائل اور واضح احکام بے کار اور معطل نہ قرار دیے جائیں۔ان بندوں کی تعداد چاہے بہت کم ہو؛لیکن اللہ کے ہاں ان کا درجہ سب سے بڑا ہے اور اللہ کی حجتوں یعنی قرآنی آیات پر جو غلط اعتراضات کیے جاتے ہیں ان کو اللہ تعالی ان بندوں کے ذریعے دور فرماتے ہیں، یہاں تک کہ وہ ان حجتوں کو اپنے جیسے بندوں تک پہنچا کر ان کے دلوں میں اتار دیتے ہیں اور کمال علم کی وجہ سے ہر امر کی حقیقت ان پر واضح ہو جاتی ہے اور جس امر کی حقیقت عیش وعشرت والوں کو دشوار نظر آتی ہے، وہ ان کے لیے بہت آسان ہوتی ہے۔اور جن کاموں سے جاہل لوگ گھبراتے ہیں اور دہشت محسوس کرتے ہیں،ان میں ان کا دل لگ گیا ہے۔ یہ لوگ اپنے بدن سے تو دنیا میں رہتے ہیں ؛لیکن ان کی روحوں کا تعلق منظر اعلی یعنی آخرت سے ہوتا ہے۔ یہ لوگ اللہ کی زمین پر اس کے خلیفہ ہیں۔اور اس کے دین کے داعی ہیں۔ ہائے ہائے مجھے ان لوگوں کو دیکھنے کا کتنا شوق ہے۔ میں اپنے لیے اور تمہارے لیے اللہ سے استغفار کرتا ہوں، اب اگر تم چاہو تو جا سکتے ہو۔(ابونعیم)۔

نبی ﷺ کا حضرت علیؓ کو اذکار اور دعائیں سکھانا

حضرت علی بن ابی طالب فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے مجھ سے فرمایا: میں تمہیں پانچ ہزار بکریاں دے دوں یا ایسے پانچ کلمات سکھا دوں جن سے تمہارا دین اور دنیا دونوں ٹھیک ہو جائیں؟ میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! پانچ ہزار بکریاں تو بہت زیادہ ہیں؛ لیکن آپ مجھے وہ کلمات ہی سکھا دیں۔ حضور ﷺ نے فرمایا: یہ کہو: اللهم اغفرلی ذنبی و وسع لی خلقی و طیب لی کسبی وقنعنی بما رزقتنی ولا تذهب قلبی إلی شئ صرفته عنی۔ (اے اللہ! میرے گناہ معاف فرما اور میرے اخلاق وسیع فرما اور میری کمائی کو پاک فرما اور جو روزی تو مجھے عطا فرمائے اس پر مجھے قناعت نصیب فرما اور جو چیز تو مجھ سے ہٹائے، اس کی طلب مجھ میں باقی نہ رہنے دے)۔ (ابن نجار)۔

حضرت علیؓ کا حضرت عبداللہ بن جعفرؓ کو اذکار اور دعائیں سکھانا

حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہم اپنی بیٹیوں کو یہ کلمات سکھاتے اور انہیں ان کے پڑھنے کی تاکید کرتے اور فرماتے: میں نے یہ کلمات حضرت علی سے سیکھے ہیں اور حضرت علی نے فرمایا تھا کہ جب حضور ﷺ کو کوئی پریشانی یا مشکل کام پیش آتا تو آپ یہ کلمات پڑھتے: لا الہ اِلا اللہ الحلیم الکریم ،سبحانہ تبارك الله رب العالمین ورب العرش العظیم والحمد لله رب العالمین، (اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں جو بڑا بردبار، بڑے کرم والا ہے۔ وہ تمام عیبوں سے پاک ہے۔ اللہ برکت والا ہے جو تمام جہانوں کا رب ہے اور بڑے عرش کا رب ہے اور تمام تعریفیں اللہ کے لئے ہیں جو تمام جہانوں کا رب ہے)۔ (نسائی)۔

حضرت عبداللہ بن جعفر فرماتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے مجھ سے فرمایا: اے میرے بھتیجے! میں تمہیں ایسے کلمات سکھاؤں گا جو میں نے حضور سے سنے ہیں۔ موت کے وقت جو ان کلمات کو کہے گا وہ جنت میں ضرور داخل ہوگا: لا الہ الا اللہ الحلیم الکریم تین مرتبہ، (اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں جو بڑا بردبار، بڑے کرم والا ہے)۔ الحمد لله رب العالمین تین مرتبہ، (تمام تعریفیں اللہ کے لئے ہیں جو تمام جہانوں کا رب ہے)۔ تبارك الذی بیده الملك یحی ویمیت وهو علی کل شیء قدیر، (وہ ذات بابرکت ہے جس کے قبضہ میں تمام بادشاہی ہے۔ وہی زندہ کرتا ہے اور مارتا ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے)۔ (خرائطی فی مکارم الاخلاق)۔

حضرت علیؓ کا درود سکھانا

حضرت سلامہ کندی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: حضرت علی رضی اللہ عنہ لوگوں کو نبی کریم پر درود پڑھنے کے لئے یہ کلمات سکھاتے تھے:اللهم داحي المدحوات وبارئ المسموكات وجبار أهل القلوب على فطراتها شـقيهـا وسعيدها، اجعل شرائف صلواتك و نوامي بركاتك ورأفة تحننك على محمد عبدك ورسـولك، الـعـالـم لـمـا سبـق والفاتح لما اغلق والمعين على الحق بالحق والواضع والدامغ لجيشات الاباطيل، كما حمل فاضطلع با مرك بطاعتك، مستوفزاً فى مرضا تك غير نكل عن قـدم ولا وهـن فـى عـزم، و اعيـاً لـوحيك حافظاً لعهدك ما ضياً على نفاذ امرك، حتى أورى قبسـاً لـقـابـس، بـه هـديـت الـقـلـوب بعد خوضات الفتن والاثم، وأبهج موضحات الاعلام ومـنيـرات الاسلام ونائرات الاحكام فهو أمينك المأمون و خازن علمك المخزون و شهيدك يـوم الـديـن وبـعيثك نـعـمة ورسولك بالحق رحمة ۔اللهم افسح له مفسحاً فى عدنك و أجزه مـضـاعـفـات الخير من فضلك، مهنآت غير مكدرات من فوز ثوابك المعلول و جزيل عطائك الـمـخـزون۔ الـلهـم أعـل عـلى بناء الناس بناء ه،وأكرم مثواه لديك و نزله، وأتمم له نوره و أجـزه من ابتعاثك له مقبول الشهادة و مرضى المقالة، ذا منطق عدل و كلام فصل و حجة و برهان عظيم۔

(ترجمہ: اے اللہ! اے بچھی ہوئی زمینوں کے بچھانے والے! بلند آسمانوں کے پیدا کرنے والے! بخت اور نیک بخت دلوں کو ان کی فطرت پر پیدا کرنے والے! اپنی معظم رحمتیں، بڑھنے والی برکتیں اور اپنی خاص مہربانی اور شفقت حضرت محمد ﷺ پر نازل فرما جو کہ تیرے بندے اور رسول ہیں، اور جو قومیں پہلے گزر چکی ہیں ان کے لئے مہر ہیں اور بند سعادتوں کو کھولنے والے ہیں اور صحیح طریقے سے حق کی مدد کرنے والے ہیں، اور جس طرح انہیں ذمہ داری دی گئی، اس طرح انھوں نے باطل کے لشکروں کو نیست و نابود کر دیا اور تیری اطاعت لئے تیرے حکم کو لے کر کھڑے ہو گئے اور تجھے خوش کرنے کے لیے ہر دم مستعد رہے۔ انھوں نے آگے بڑھنے میں بالکل سستی نہ کی اور نہ عزم وارادہ میں کچھ کمزوری ظاہر کی۔ تیری وحی کو خوب یاد کیا اور تیرے عہد کی حفاظت کی اور تیرے ہر حکم کو نافذ کیا، یہاں تک کہ روشنی لینے والوں کے لئے اسلام کا شعلہ روشن کر دیا۔ آپ ہی کے ذریعہ دلوں کو فتنوں اور گناہوں میں غوطے کھانے کے بعد ہدایت ملی اور آپ نے کھلی اور واضح نشانیوں کو اسلام کے روشن دلائل کو اور منور احکام کو خوب

اچھی طرح واضح کر دیا۔ وہ تیرے معصوم اور محفوظ امین ہیں ،اور تیرے علمی خزانے کے خزانچی اور محافظ ہیں ،اور قیامت کے دن تیرے گواہ ہیں۔تو نے انہیں نعمت بنا کر بھیجا ہے اور وہ تیرے سچے رسول ہیں جو رحمت بن کر آئے ہیں۔اے اللہ! اپنی جنت عدن میں ان کو خوب کشادہ جگہ عطا فرما اور اپنے بار بار دیئے جانے والے ثواب میں سے اور اپنی بڑی عطا کے خزانوں میں سے خوب بڑھا کر صاف ستھری جزا انہیں عطا فرما۔اے اللہ! ان کی عمارت کو تمام لوگوں کی عمارت سے اونچا فرما اور اپنے ہاں ان کے ٹھکانے اور مہمانی کو خوب عمدہ فرما اور اپنے نور کو ان کے لئے پورا فرما ،اور تو ان کو یہ بدلہ دے کہ جب ان کو قیامت کے دن اٹھائے تو ان کی گواہی قبول ہو اور ان کی بات تیری پسند کے مطابق ہو اور عدل وانصاف والی ہو اور ان کا کلام صحیح اور غلط میں تمیز کرنے والا ہو اور وہ مضبوط حجت اور بڑی دلیل والے ہوں۔(اوسط طبرانی)۔

حضرت علیؓ کا ''قوا أنفسكم...'' کی تفسیر

حضرت علیؓ نے اللہ تعالی کے فرمان:قـوا أنـفُسَـكُـمْ وَأهـليكم ناراً (سورۂ تحریم)،(ترجمہ:تم اپنے کو اور اپنے گھر والوں کو دوزخ کی آگ سے بچاؤ) کے بارے میں فرمایا: اپنے آپ کو اور اپنے گھر والوں کو خیر والے اعمال سکھاؤ۔ایک روایت میں یہ ہے کہ انہیں تعلیم دو اور ادب سکھاؤ۔(حاکم)۔

حضرت علیؓ کا علمی اصطلاحات وضع کرنے سے متعلق ابوالأسود دؤلی کو حکم

حضرت صعصعہ بن صوحان رحمتہ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ ایک دیہاتی آدمی حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی خدمت میں آیا اور اس نے کہا:اے امیر المومنین! آپ یہ آیت کس طرح پڑھتے ہیں:لا یـأ كـلـه اِلا الـخـاطـون (اس کا ترجمہ یہ ہے: اسے صرف قدم اٹھانے والے کھائیں گے)۔اشکال یہ ہوتا ہے کہ اللہ کی قسم! قدم تو ہر آدمی اٹھاتا ہے۔ یہ سن کر حضرت علی مسکرائے اور فرمایا: یہ آیت اس طرح ہے: لا یـأ كـلـه اِلا الـخـاطـئـون،(اس کا ترجمہ یہ ہے : یہ کھانا نافرمان لوگ ہی کھائیں گے)۔اس دیہاتی نے کہا: آپ نے ٹھیک فرمایا:اے امیر المومنین! اللہ تعالی ایسے نہیں ہیں کہ اپنے بندے کو یونہی دوزخ میں جانے دیں۔

حضرت علی نے حضرت ابوالاسود دولی کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا: اب تو عجمی لوگ بھی اللہ کے دین میں داخل ہو گئے ہیں،اس لئے تم ان کے لئے اپنی علامتیں مقرر کرو جن سے وہ اپنی زبان سے صحیح قراءت کرسکیں، چنانچہ انھوں نے اس کے لئے رفع،نصب اور جر کی اصطلاحات مقرر کیں۔(جو علم نحو میں پڑھائی جاتی ہیں)۔(بیہقی وابن عساکر)۔

حضور ﷺ کا حضرت علیؓ کو یمن بھیجنا

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ یمن کے کچھ لوگ حضور ﷺ کے پاس آئے اور کہنے لگے: ہم میں ایسا آدمی بھیج دیں جو ہم میں دین کی سمجھ پیدا کرے اور ہمیں سنتیں سکھائے اور اللہ کی کتاب کے مطابق ہمارے جھگڑوں کے فیصلے کرے۔ حضور ﷺ نے فرمایا: اے علی! یمن چلے جاؤ اور ان میں دین کی سمجھ پیدا کرواور ان کو سنتیں سکھاؤ اور ان کے جھگڑوں کے اللہ کی کتاب کے مطابق فیصلے کرو۔ میں نے عرض کیا: یمن والے تو اجڈ لوگ ہیں اور وہ ایسے مقدمات میرے پاس لائیں گے جن کا صحیح فیصلہ مجھے معلوم نہیں ہوگا تو پھر میں کیا کروں گا؟ حضور نے میرے سینے پر ہاتھ مارا اور فرمایا: جاؤ اللہ تمہارے دل کو صحیح فیصلہ کی ہدایت دے دے گا اور تمہاری زبان کو صحیح فیصلہ پر جما دے گا، چنانچہ حضور کی اس دعا کا یہ اثر ہوا کہ اس دن سے لے کر آج تک مجھے کبھی بھی دو آدمیوں کے درمیان فیصلہ کرنے میں کوئی شک یا تر دو نہیں ہوا۔ (ابن جریر)۔

حقیقی فقیہ کی تعریف حضرت علیؓ کی زبانی

حضرت علی نے فرمایا: کیا میں تمھیں دین کی سمجھ رکھنے والا حقیقی عالم نہ بتاؤں؟ یہ وہ عالم ہے جو لوگوں کو اللہ کی رحمت سے ناامید نہ کرے اور نہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی انہیں کھلی چھٹی دے اور نہ انہیں اللہ کی پکڑ سے بے خوف اور بے فکر ہونے دے اور نہ قرآن کے علاوہ کسی اور چیز میں ایسا لگائے کہ قرآن چھوٹ جائے۔ اس عبادت میں خیر نہیں ہے جس میں دینی علم نہ ہو اور اس دینی علم میں خیر نہیں ہے جسے آدمی سمجھا نہ ہو یا جس کے ساتھ پرہیزگاری نہ ہو اور قرآن کی اس قراءت میں کوئی خیر نہیں جس میں انسان قرآن کے معنی اور مطلب میں غور و تدبر نہ کرے۔ (ابونعیم)۔

متعلم کے آداب سے متعلق حضرت علیؓ کا ارشاد

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تمہیں سکھانے والے عالم کا یہ حق ہے کہ تم اس سے سوال زیادہ نہ کرو اور اسے جواب دینے کی مشقت میں نہ ڈالو، یعنی اسے مجبور نہ کرو اور جب وہ تم سے منہ دوسری طرف پھیر لے تو پھر اس پر اصرار مت کرو اور جب وہ تھک جائے تو اس کے کپڑے نہ پکڑو، اور نہ ہاتھ سے اس کی طرف اشارہ کرو اور نہ آنکھوں سے۔ اور اس کی مجلس میں نہ پوچھو اور اس کی لغزشیں تلاش نہ کرو اور اگر اس سے کوئی لغزش ہو جائے تو تم اس کا لغزش سے رجوع کا انتظار کرو، اور جب وہ رجوع کر لے تو تم اسے قبول کر لو اور یہ بھی نہ کہو کہ فلاں نے آپ کی بات کے خلاف بات کہی ہے اور اس کے کسی راز کا افشاء نہ کرو اور اس کے پاس کسی کی غیبت نہ کرو۔ اس کے سامنے اور اس

کے پیچھے دونوں حالتوں میں اس کے حق کا خیال کرو اور تمام لوگوں کو سلام کرو؛ لیکن اسے بھی خاص طور سے کرو، اور اس کے سامنے بیٹھو، اگر اسے کوئی ضرورت ہو تو دوسروں سے آگے بڑھ کر اس کی خدمت کرو اور اس کے پاس جتنا وقت بھی تمہارا گزر جائے، اکتاؤ نہیں؛ کیونکہ یہ عالم کھجور کے درخت کی طرح ہے جس سے ہر وقت کسی نہ کسی فائدے کے حاصل ہونے کا انتظار رہتا ہے اور یہ عالم اس روزہ دار کے درجہ میں ہے جو اللہ کے راستہ میں جہاد کر رہا ہو۔ جب ایسا عالم مر جاتا ہے تو اسلام میں ایسا شگاف پڑ جاتا ہے جو قیامت تک پر نہیں ہوسکتا اور آسمان کے ستر ہزار مقرب فرشتے طالب علم کے ساتھ (اکرام کے لئے) چلتے ہیں۔ (ابن عبدالبر فی العلم)۔

حضرت عمرؓ کا حضرت علیؓ سے تین سوال کرنا اور جواب پا کر خوش ہونا

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ حضرت عمر بن خطاب نے حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے فرمایا: اے ابوحسن! کئی مرتبہ آپ حضور ﷺ کی مجلس میں موجود ہوتے تھے اور ہم غائب ہوتے تھے اور کبھی ہم موجود ہوتے تھے اور آپ غیر حاضر۔ تین باتیں میں آپ سے پوچھنا چاہتا ہوں، کیا آپ کو وہ معلوم ہیں؟ حضرت علی نے فرمایا وہ تین باتیں کیا ہیں؟ حضرت عمر نے فرمایا: ایک آدمی کو ایک آدمی سے محبت ہوتی ہے۔ حالانکہ اس نے اس میں کوئی خیر کی بات نہیں دیکھی ہوتی، اور ایک آدمی کو ایک آدمی سے دوری ہوتی ہے حالانکہ اس نے اس میں کوئی بری بات نہیں دیکھی ہوتی، اس کی کیا وجہ ہے؟ حضرت علی نے فرمایا: ہاں اس کا جواب مجھے معلوم ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا ہے کہ انسانوں کی روحیں ازل میں ایک جگہ اکٹھی رکھی ہوئی ہیں، وہاں وہ ایک دوسرے کے قریب آکر آپس میں ملتی ہیں جن میں وہاں آپس میں تعارف ہو گیا، ان میں یہاں دنیا میں الفت ہو جاتی ہے اور جن میں وہاں اجنبیت رہی، وہ یہاں دنیا میں ایک دوسرے سے الگ رہتے ہیں۔ حضرت عمر نے فرمایا: یہ ایک بات کا جواب مل گیا۔ دوسری بات یہ ہے کہ آدمی حدیث بیان کرتا ہے، کبھی اسے بھول جاتا ہے، کبھی یاد آجاتی ہے، اس کی کیا وجہ ہے؟ حضرت علی نے فرمایا: میں نے حضور ﷺ کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا کہ جیسے چاند کا بادل ہوتا ہے ایسے دل کے لئے بھی بادل ہے۔ چاند خوب چمک رہا ہوتا ہے، بادل اس کے سامنے آجاتا ہے تو اندھیرا ہو جاتا ہے اور جب بادل ہٹ جاتا ہے، چاند پھر جھلکنے لگتا ہے۔ ایسے ہی آدمی ایک حدیث بیان کرتا ہے، وہ بادل اس پر چھا جاتا ہے تو وہ حدیث بھول جاتا ہے اور جب اس سے وہ بادل ہٹ جاتا ہے تو اسے وہ حدیث پھر سے یاد آجاتی ہے۔ حضرت عمر نے فرمایا: دو باتوں کا جواب مل گیا۔ تیسری بات یہ ہے کہ آدمی خواب دیکھتا ہے تو کوئی خواب سچا ہوتا ہے کوئی جھوٹا۔ اس کی کیا وجہ ہے؟ حضرت علی نے فرمایا: جی ہاں اس کا جواب بھی مجھے معلوم ہے۔ میں نے حضور ﷺ کو یہ فرماتے

ہوئے سنا کہ جو بندہ یا بندی گہری نیند سو جاتا ہے تو اس کی روح کو عرش تک چڑھایا جاتا ہے، جو روح عرش پر پہنچ کر جاگتی ہے اس کا خواب تو سچا ہوتا ہے اور جو اس سے پہلے جاگ جاتی ہے اس کا خواب جھوٹا ہوتا ہے۔ حضرت عمر نے فرمایا: میں ان تین باتوں کی تلاش میں ایک عرصہ سے لگا ہوا تھا، اللہ کا شکر ہے کہ میں نے مرنے سے پہلے ان کو پالیا۔(اوسط طبرانی)۔

حضرت علیؓ کا حضور ﷺ کی وفات کے بعد قرآن حفظ کرنا

حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ جب حضور ﷺ کا انتقال ہو گیا تو میں نے قسم کھائی کہ دو پٹھوں کے درمیان جو قرآن ہے جب تک میں اس سارے کو جمع نہیں کرلوں گا، اس وقت تک میں اپنی پیٹھ سے چادر نہیں اتاروں گا یعنی آرام نہیں کروں گا، چنانچہ جب تک میں نے سارا قرآن جمع نہیں کرلیا یعنی یاد نہ کرلیا، اپنی پیٹھ سے چادر نہیں اتاری (بالکل آرام نہیں کیا)۔(ابونعیم)۔

حضور ﷺ کا ارشاد کہ علی میرے صحابہ میں سب سے بڑے عالم ہیں

حضرت ابو اسحاق کہتے ہیں کہ جب حضرت علی نے حضرت فاطمہ سے شادی کی تو حضرت فاطمہ نے نبی کریم ﷺ کی خدمت میں عرض کیا کہ آپ نے میری ان سے شادی کر دی ہے، ان کی آنکھیں کمزور ہیں، پیٹ بڑا ہے (شکل وصورت اچھی نہیں)۔ حضور ﷺ نے فرمایا: میں نے تمہاری جن سے شادی کی ہے، ان کے فضائل یہ ہیں کہ میرے صحابہ میں سب سے پہلے اسلام لائے اور ان کا علم ان سب سے زیادہ ہے اور ان میں سب سے زیادہ بردبار ہیں۔(اے فاطمہ صورت نہ دیکھو سیرت دیکھو)۔

حضرت معقل بن یسار کی روایت میں یہ ہے کہ حضور نے فرمایا: (اے فاطمہ) کیا تم اس پر راضی نہیں ہو کہ میں نے تمہاری شادی ایسے آدمی سے کی ہے جو میری امت میں سب سے پرانے اسلام لانے والے، سب سے زیادہ علم والے اور سب سے زیادہ بردبار ہیں۔(طبرانی)۔

حضرت علی فرماتے ہیں کہ اللہ کی قسم! جو آیت بھی نازل ہوئی، اس کے بارے میں مجھے معلوم ہے کہ کس معاملہ میں نازل ہوئی؟ اور کہاں نازل ہوئی؟ اور کن لوگوں کے بارے میں نازل ہوئی؟ میرے رب نے مجھے سمجھدار دل اور خوب بولنے والی فصیح زبان دی ہے۔(ابن سعد)

حضرت سعید بن مسیّب نے فرمایا کہ حضرت عمرؓ اس مشکل مسئلہ سے اللہ کی پناہ مانگتے تھے جس کے حل کے لیے

حضرت ابوحسن یعنی حضرت علی موجود نہ ہوں۔(ابن سعد)۔

حضور ﷺ کا حضرت علیؓ کو دعا دینا

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ میں بیمار ہوا۔ میں نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ نے مجھے اپنی جگہ بٹھایا اور خود کھڑے ہو کر نماز شروع فرمادی اور اپنے کپڑے کا ایک کنارہ مجھ پر ڈال دیا، پھر نماز کے بعد فرمایا: اے ابن ابی طالب! اب تم ٹھیک ہو گئے ہو، کوئی فکر نہ کرو، میں نے جو چیز اللہ سے اپنے لئے مانگی، اس جیسی میں نے اللہ سے تمہارے لئے بھی مانگی اور میں نے جو چیز بھی اللہ سے مانگی وہ اللہ نے مجھے ضرور دی، بس اتنی بات ہے کہ مجھ سے یوں کہا گیا کہ آپ کے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا۔ چنانچہ میں وہاں سے اٹھا تو میں بالکل ٹھیک ہو چکا تھا اور ایسے لگ رہا تھا کہ جیسے میں بیمار ہی نہیں ہوا تھا۔(ابن جریر)۔

حضرت زید بن یثیع، حضرت سعید بن وہب اور حضرت عمرو بن ذی مر رحمۃ اللہ علیہم کہتے ہیں: ہم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو فرماتے ہوئے سنا کہ میں ہر اس آدمی کو اللہ کا واسطہ دے کر کہتا ہوں جس نے حضور ﷺ کو (حجۃ الوداع سے واپسی پر) غدیر خم کے دن کچھ فرماتے ہوئے سنا کہ وہ ضرور کھڑا ہو جائے، چنانچہ تیرہ آدمی کھڑے ہو گئے اور انھوں نے اس بات کی گواہی دی کہ اس دن حضور نے فرمایا تھا: کیا میں مومنوں کے ساتھ خود ان کی جان سے بھی زیادہ تعلق نہیں رکھتا؟ صحابہ نے عرض کیا: بالکل رکھتے ہیں یا رسول اللہ! پھر حضور ﷺ نے حضرت علی کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا: میں جس کا دوست ہوں یہ (حضرت علی) اس کے دوست ہیں۔ اے اللہ! جو ان سے دوستی کرے تو اس سے دوستی کر اور جو ان سے دشمنی کرے تو اس سے دشمنی کر اور جو ان سے محبت کرے تو ان سے محبت کر اور جو ان سے بغض رکھے تو ان سے بغض رکھ، اور جو ان کی مدد کرے تو اس کی مدد کر اور جو ان کی مدد چھوڑ دے تو اس کی مدد چھوڑ دے۔(بزار)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے حضور سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لئے یہ دعا نقل کی ہے: اے اللہ! علی کی اعانت فرما اور ان کے ذریعہ سے اعانت فرما، اور ان پر رحم فرما اور ان کے ذریعہ سے دوسروں پر رحم فرما اور ان کی مدد فرما اور ان کے ذریعہ سے مدد فرما۔ اے اللہ! جو ان سے دوستی کرے تو اس سے دوستی کر اور جو ان سے دشمنی کرے تو اس سے دشمنی کر۔(طبرانی)۔

حضرت علی فرماتے ہیں: حضور نے میرے لئے یہ دعا فرمائی: اے اللہ! اس کی زبان کو (حق پر) جمادے اور اس کے دل کو ہدایت نصیب فرما۔(حاکم)۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہا سے یہ الفاظ منقول ہیں: اے اللہ اس کو فیصلہ کرنے کا صحیح راستہ دکھلا۔

(منتخب الکنز)۔

حضور ﷺ کی اپنے گھر والوں کے لئے دعائیں

حضور ﷺ کی زوجہ محترمہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور ﷺ نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا: اپنے خاوند اور دونوں بیٹوں کو میرے پاس لے آؤ، چنانچہ وہ ان تینوں کو لے آئیں تو آپ نے خیبر والی چادر جو ہمیں خیبر میں ملی تھی اور میں اپنے نیچے بچھاتی تھی، ان پر ڈالی اور پھر ان کے لئے یہ دعا فرمائی: اے اللہ! یہ محمد (علیہ السلام) کی آل ہے، تو محمد کی آل پر اپنی رحمتیں اور برکتیں ایسے نازل فرما جیسے تو نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی آل پر نازل فرمائی تھیں۔ بے شک تو بہت تعریف والا اور بزرگی والا ہے۔ (ابویعلی)۔

حضرت ابوعمار رحمتہ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ میں حضرت واثلہ بن اسقع رضی اللہ عنہ کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ اتنے میں کچھ لوگوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کا تذکرہ کیا اور انہیں کچھ برا بھلا کہہ دیا۔ جب وہ لوگ کھڑے ہو کر چلے گئے تو مجھ سے فرمایا: تم ذرا بیٹھے رہو، میں اس ہستی کے بارے میں بتاتا ہوں جسے انھوں نے برا بھلا کہا ہے۔ ایک دن میں حضور کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ اتنے میں حضرت علی، حضرت فاطمہ، حضرت حسن، حضرت حسین رضی اللہ عنہم آئے، آپ نے ان پر اپنی چادر ڈال کر یہ دعا فرمائی: اے اللہ! یہ میرے گھر والے ہیں، ان سے ناپا کی دور کر اور انہیں اچھی طرح پاک فرما۔ میں نے عرض کیا۔ میں بھی؟ حضور ﷺ نے فرمایا: تم بھی۔ حضرت واثلہ فرماتے ہیں اللہ کی قسم! میرے دل کو حضور کے اس فرمان پر تمام اعمال سے زیادہ اعتماد ہے۔ اور ایک روایت میں یہ ہے: مجھے حضور کے اس فرمان سے سب سے زیادہ امید ہے۔ (طبرانی)۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ حضور نے ایک چادر بچھا رکھی تھی، اس پر حضور ﷺ، میں، حضرت فاطمہ، حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہم بیٹھ گئے، پھر حضور نے چادر کے چاروں کونے پکڑ کر ہم پر گرہ لگادی، پھر یہ دعا فرمائی: اے اللہ! جیسے میں ان سے راضی ہوں تو بھی ان سے راضی ہو جا۔ (اوسط طبرانی)۔

بے چینی، پریشانی اور رنج وغم کے وقت کی دعائیں

حضرت علی فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے مجھے یہ کلمات سکھائے اور فرمایا: جب تمہیں کوئی پریشانی یا سختی پیش آیا کرے تو انہیں پڑھا کرو: لا الـلـه الا الـلـه الـحـليـم الـكـريـم ،سبحان الله وتبارك الله رب العرش

العظيم ،والحمد لله رب العالمين ۔(اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، جو حلیم اور کریم ہے۔اللہ پاک اور بابرکت ہے جو کہ عظیم عرش کا رب ہے۔تمام تعریفیں اللہ کے لیے ہیں جو تمام جہانوں کا رب ہے۔(احمد ونسائی)۔

حضور علیہ السلام کا حضرت علیؓ کو حفظ کے لیے یہ خاص دعا سکھانا

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ ہم لوگ حضور علیہ السلام کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ اتنے میں حضرت علی بن ابی طالب نے حضور کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا: میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں یہ قرآن تو میرے سینے سے نکل گیا۔ مجھے تو ایسے لگ رہا ہے کہ میں قرآن پر قابو نہیں پا سکتا، اسے یاد نہیں رکھ سکتا۔حضور نے ان سے فرمایا: کیا میں تمہیں ایسے چند کلمات نہ سکھا دوں جن سے تمہیں بھی فائدہ ہو اور جسے تم یہ کلمات سکھاؤ گے اسے بھی فائدہ ہوگا اور جو کچھ تم سیکھو گے وہ تمہارے سینے میں باقی رہے گا؟ حضرت علی نے کہا: یا رسول اللہ !جی ہاں مجھے کلمات ضرور سکھا دیں۔حضور نے فرمایا: جب جمعہ کی رات آئے تو اگر تم رات کے آخری تہائی حصہ میں انھیں پڑھ سکو (تو بہت اچھا ہے)؛ کیونکہ یہ ایسا وقت ہے جس میں فرشتے حاضر ہوتے ہیں اور اس میں دعا قبول ہوتی ہے اور میرے بھائی حضرت یعقوب نے اپنے بیٹوں سے کہا تھا: سوف استغفر لکم۔ (سورۂ یوسف)۔(ترجمہ: عنقریب تمہارے لیے اپنے رب سے دعائے مغفرت کروں گا)۔تو عنقریب سے حضرت یعقوب کی مراد یہی جمعہ کی رات تھی۔اگر تم آخری تہائی رات میں نہ اٹھ سکو تو پھر درمیان رات میں اٹھو۔اگر تم یہ بھی نہ کر سکو تو پھر شروع رات میں اٹھو اور چار رکعت نماز پڑھو، پہلی رکعت میں سورۃ فاتحہ اور سورۂ یسین اور دوسری رکعت میں سورت فاتحہ اور سورت حم دخان اور تیسری رکعت میں سورت فاتحہ اور سورۃ الم تنزیل سجدہ اور چوتھی رکعت میں سورت فاتحہ اور سورت تبارک الذی پڑھو، اور جب التحیات سے فارغ ہو جاؤ تو خوب اچھی طرح حمد وثناء بیان کرو، اور پھر خوب اچھی طرح مجھ پر اور سارے نبیوں پر درود پڑھو، پھر تمام مومن مردوں اور عورتوں کے لیے اور جو بھائی تم سے پہلے ایمان کے ساتھ گزر چکے، ان کے لیے دعائے مغفرت کرو، پھر آخر میں یہ دعا پڑھو:

اللهم ارحمنی بترك المعاصی ابداً ما ابقیتنی و ارحمنی أن أتكلف مالا یعنینی وارزقنی حسن النظر فیما یرضیك عنی۔ اللهم بدیع السموات والأرض ذا الجلال والاكرام والعزة التی لا ترام! أسألك یا الله یا رحمن بجلالك و نوروجهك ان تلزم قلبی حفظ كتا بك كما علمتنی، وارزقنی أن أتلوه علی النحو الذی یرضیك عنی۔ اللهم بدیع السموات والارض ذا الجلال والاكرام والعزة التی لا ترام! أسألك یا الله یا رحمن بجلالك ونور و

جهك أن تـنـور بـكتـا بك بصرى و أن تطلق به لسانى و أن تفرج به عن قلبى و أن تشرح به صـدرى و أن تـغسل به بدنى، فانه لا يعيننى على الحق غيرك ولا يؤتيه الا أنت، ولا حول ولا قوة الا بالله العلى العظيم۔

ترجمہ: اے اللہ مجھ پر مہربانی فرمانا کہ جب تک زندہ رہوں گناہوں سے بچتا رہوں اور مجھ پر مہربانی فرما کہ جو کام میرے مطلب اور فائدے کے نہ ہوں، میں ان میں نہ پڑوں اور مجھے اس بات کی توفیق دے کہ میں ان کاموں کی اچھی طرح فکر کروں جن سے تو مجھ سے راضی ہو جائے۔ اے اللہ! آسمانوں اور زمین کے بے نمونہ پیدا کرنے والے! اے اللہ! میں تیری عظمت وجلال کا اور تیری ذات کے نور کا واسطہ دے کر تجھ سے یہ سوال کرتا ہوں کہ جیسے تو نے مجھے اپنی کتاب کا علم عنایت فرمایا ہے، ایسے ہی میرے دل کو اس کا یاد رکھنا نصیب فرما اور مجھے اس کی اس طرح تلاوت کرنے کی توفیق عطا فرما جس سے تو مجھ سے راضی ہو جائے۔ اے اللہ! آسمانوں اور زمین کے بے نمونہ پیدا کرنے والے! اے عظمت وجلال والے! اے اکرام واحسان والے اور انکی عزت والے جس کے حاصل ہونے کا کسی کو وہم وگمان بھی نہیں ہو سکتا، اے اللہ! اے رحمٰن! میں تیری عظمت وجلال کا اور تیری ذات کے نور کا واسطہ دے کر تجھ سے سوال کرتا ہوں کہ تو اپنی کتاب کی برکت سے میری نگاہ کو روشن کر دے اور اس کو میری زبان پر جاری کر دے اور اس کی برکت سے میرے دل کے غم کو دور کر دے اور میرا سینہ کھول دے اور اس کی برکت سے میرے بدن کو گناہوں سے دھو دے؛ کیونکہ حق بات پر تیرے سوا اور کوئی میری مدد نہیں کر سکتا، اور کوئی میری یہ آرزو پوری نہیں کر سکتا، اور گناہوں سے بچنے کی طاقت اور نیکی کرنے کی قوت صرف اللہ سے ہی ملتی ہے جو کہ بزرگ و برتر ہے۔

اے ابوالحسن! تم تین جمعہ یا پانچ جمعے یا سات جمعے تک ایسا کرو، اللہ کے حکم سے تمہاری دعا ضرور قبول ہوگی۔ اس ذات کی قسم جس نے مجھے حق دے کر بھیجا ہے! آج تک کبھی کسی مومن کی یہ دعا رد نہیں ہوئی۔

حضرت ابن عباس کہتے کہ حضرت علیؓ پانچ یا سات ہفتے کے بعد رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا: یارسول اللہ! میں تقریباً چالیس آیتیں پڑھتا ہوں اور ایسی ازبر ہو جاتی ہیں کہ جب پڑھتا ہوں تو ایسے لگتا ہے کہ گویا اللہ کی کتاب میری آنکھوں کے سامنے کھلی رکھی ہے اور پہلے میں حدیث سنتا تھا اور جب اس کو دوبارہ کہتا تھا تو ذہن سے نکل جاتی تھی، اور اب بہت سی حدیثیں سنتا ہوں اور جب دوسروں سے بیان کرتا ہوں تو ان میں سے ایک لفظ بھی نہیں چھوٹتا۔ اس پر حضور ﷺ نے ان سے فرمایا: تم مومن ہو رب کعبہ کی قسم۔ (ترمذی)۔

حضرت علیؓ کی دعائیں

حضرت علی فرمایا کرتے تھے: أعوذ بك من جهد البلاء ودرك الشقاء و شماتة الأعداء وأعوذ بك من السجن والقيد والسوط ۔(اے اللہ! بلاء مصیبت کی سختی اور بدبختی کے پکڑ لینے سے اور دشمنوں کے خوش ہونے سے تیری پناہ چاہتا ہوں اور جیل، بیڑی اور کوڑے سے تیری پناہ چاہتا ہوں)۔(کنز)۔

حضرت سفیان ثوری کہتے ہیں کہ مجھے یہ خبر پہنچی ہے کہ حضرت علی بن ابی طالب یہ دعا کیا کرتے تھے: اللهم اِن ذنوبي لا تضرك وان رحمتك اياى لا تنقصك ۔(اے اللہ! میرے گناہ تیرا کوئی نقصان نہیں کر سکتے اور تو مجھ پر رحم فرمائے تو اس سے تیرے خزانوں میں کوئی کمی نہیں آئے گی)۔(دینوری)۔

حضرت علی جب نیا چاند دیکھا کرتے تو فرمایا کرتے: اللهم اِني أسألك خير هذا الشهر وفتحه ونصره وبركته ورزقه و نوره وطهوره وأعوذ بك من شره وشر ما فيه وشر ما بعده ۔ (اے اللہ! میں تجھ سے اس مہینے کی خیر اور اس کی فتح نصرت، برکت، رزق، نور، طہارت اور ہدایت مانگتا ہوں اور اس کے شر سے اور جو کچھ اس میں ہے، اس کے شر سے اور جو کچھ اس کے بعد ہے، اس کے شر سے تیری پناہ چاہتا ہوں)۔(ابن نجار)۔

حضرت عمر بن سعید نخعی کہتے ہیں کہ میں نے حضرت علی بن ابی طالب کے پیچھے ابن مکنف کی نماز جنازہ پڑھی۔ حضرت علی نے چار تکبیریں کہیں اور ایک طرف سلام پھیرا، پھر انہوں نے ابن مکنف کو قبر میں اتارا اور پھر فرمایا: اے اللہ! یہ تیرا بندہ ہے اور تیرے بندے کا بیٹا ہے، تیرا مہمان بنا ہے اور تو بہترین میزبان ہے۔ اے اللہ! جس قبر میں یہ داخل ہوا ہے، اسے وسیع فرمادے اور اس کے گناہ معاف فرمادے۔ ہم تو اسکے بارے میں خیر ہی جانتے ہیں؛ لیکن تو ہم سے زیادہ جانتا ہے۔ یہ کلمۂ شہادت: أشهد ان لا اله الا الله وأن محمداً رسول الله پڑھا کرتا تھا۔(بیہقی)۔

حضرت علیؓ کے خطبات

حضرت علی بن حسین رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ امیر المومنین بننے کے بعد حضرت علی نے جو سب سے پہلا بیان فرمایا: اس میں پہلے اللہ کی حمد وثناء بیان کی، پھر فرمایا: اللہ نے ہدایت دینے والی کتاب نازل فرمائی اور اس میں خیر و شر بیان کر دیا، اب تم خیر کو اختیار کر لو اور شر کو چھوڑ دو، اور تمام فرائض ادا کر کے اللہ کے ہاں بھیج دو، اللہ ان کے بدلے میں تمھیں جنت میں پہنچا دیں گے۔ اللہ نے بہت سی چیزوں کو قابل احترام بنایا ہے جو سب کو معلوم ہیں؛ لیکن ان

تمام چیزوں پر مسلمان کی حرمت کو فوقیت عطا فرمائی ہے اور اللہ نے اخلاص اور وحدانیت کے یقین کے ذریعہ مسلمانوں کو مضبوط کیا ہے اور کامل مسلمان وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھ کی ناحق تکلیف سے تمام لوگ محفوظ رہیں۔ کسی مسلمان کو ایذا پہنچانا حلال نہیں ہے، البتہ قصاص اور بدلہ میں جو تکلیف دینا شرعاً واجب ہو جائے، اس کی اجازت ہے۔ قیامت اور موت کے آنے سے پہلے پہلے اعمال صالح کرلو؛ کیونکہ بہت سے لوگ تم سے آگے جا سکتے ہیں اور تمہارے پیچھے قیامت آرہی ہے جو تمہیں ہانک رہی ہے۔ ہلکے پھلکے رہ لینی گناہ نہ کرا اگلوں سے جا ملو گے کیونکہ اگلے لوگ پچھلوں کا انتظار کررہے ہیں۔ اللہ کے بندو! اللہ کے بندوں اور شہروں کے بارے میں اللہ سے ڈرو۔ تم سے ہر چیز کے بارے میں پوچھا جائے گا، حتی کہ زمین کے ٹکڑوں اور جانوروں کے بارے میں بھی پوچھا جائے گا۔ اللہ کی اطاعت کرو اس کی نافرمانی نہ کرو۔ جب تمہیں خیر کی کوئی چیز نظر آئے تو اسے لے لو اور جب شر نظر آئے تو اسے چھوڑ دو، اور اس وقت کو یاد رکھو جب تم تھوڑے تھے اور سرزمین میں تم کمزور سمجھے جاتے تھے۔ (ابن جریر)۔

آدمی کے لیے خاندان کی فضیلت پر حضرت علیؓ کا خطبہ

ایک مرتبہ حضرت علی نے بیان فرمایا، جس میں ارشاد فرمایا: آدمی سے اس کے نبہ کو اتنے فائدے حاصل نہیں ہوتے جتنے کنبہ سے آدمی کو حاصل ہوتے ہیں؛ کیونکہ اگر آدمی کنبہ کی مدد سے اپنا ہاتھ روکتا ہے تو صرف ایک ہاتھ رکتا ہے اور کنبہ والے اپنے ہاتھ روک لیں تو پھر کئی ہاتھ رک جاتے ہیں اور کنبہ کی طرف سے آدمی کو محبت، حفاظت اور نصرت ملتی ہے۔ بعض دفعہ ایک آدمی دوسرے کی خاطر ناراض ہوتا ہے حالانکہ وہ اس دوسرے آدمی کو صرف اس کے خاندانی نسب کی وجہ سے ہی جانتا ہے۔ میں تمہیں اس بارے میں اللہ کی کتاب میں بہت سی آیتیں پڑھ کر سناؤں گا، پھر حضرت علی نے یہ آیت پڑھی: لو أن لي بكُم قوة أو آوي إلى ركن شديد (سورت ہود)۔ (ترجمہ: کیا خوب ہوتا اگر میرا تم پر کچھ زور چلتا یا کسی مضبوط پایہ کی پناہ پکڑتا)۔ اس کے بعد حضرت علی نے فرمایا: یہ جو حضرت لوط علیہ السلام نے رکن شدید یعنی مضبوط پایہ فرمایا ہے، اس سے مراد کنبہ ہے؛ کیونکہ حضرت لوط کے بعد اللہ نے جو نبی بھی بھیجا، وہ اپنی قوم کے بڑے کنبہ میں سے ہوتا تھا۔ پھر حضرت علی نے حضرت شعیب علیہ السلام کے بارے میں یہ آیت پڑھی: وانا لنرٰك فينا ضعيفاً (سورۂ ہود)۔ (ترجمہ: اور ہم تم کو اپنے میں کمزور دیکھ رہے ہیں)۔ حضرت علی نے فرمایا: حضرت شعیب چونکہ نابینا تھے، اس لئے ان لوگوں نے آپ کو کمزوری کی طرف منسوب کیا۔ ولولا رهطك لرجمنك۔ (سورۂ ہود)۔ (ترجمہ: اور اگر تمہارے خاندان کا پاس نہ ہوتا تو ہم تم کو کوسنگسار کر چکے ہوتے)۔ حضرت علیؓ نے فرمایا: اس ذات کی قسم جس کے سوا کوئی معبود نہیں! انہیں اپنے رب کے جلال کا ڈر تو تھا

نہیں؛ البتہ حضرت شعیب کے خاندان کا ڈر تھا۔ (ابوالشیخ)۔

رمضان کی آمد کے موقع پر حضرت علیؓ کا بیان

حضرت شعبی رحمتہ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ جب رمضان شریف آتا، تو حضرت علی بیان فرماتے اور اس میں یہ ارشاد فرماتے: یہ وہ مبارک مہینہ ہے جس کے روزے کو اللہ نے فرض کیا اور اس کی تراویح کو ثواب کی چیز بنایا لیکن فرض نہیں کیا، اور آدمی کو یہ بات کہنے سے بچنا چاہئے کہ فلاں روزہ رکھے گا تو میں بھی رکھوں گا اور جب فلاں روزہ رکھنا چھوڑ دے گا تو میں بھی چھوڑ دوں گا۔ غور سے سنو! روزہ صرف کھانے، پینے پینے کے چھوڑنے کا نام نہیں ہے؛ بلکہ انہیں تو چھوڑنا ہے ہی؛ لیکن اصل روزہ یہ ہے کہ آدمی جھوٹ، غلط اور بیہودہ باتوں کو بھی چھوڑ دے۔ توجہ سے سنو! رمضان کے مہینہ کو اس کی جگہ سے آگے نہ لے جاؤ، وہیں رہنے دو، اس لئے جب تمہیں رمضان کا چاند نظر آجائے تو روزے شروع کر دو اور جب عید کا چاند نظر آئے تو روزے رکھنے چھوڑ دو، اور اگر رمضان کی ۲۹ کو غروب کے وقت ابر ہو تو پھر مہینہ کی ۳۰ کی گنتی پوری کرو۔ حضرت شعبی کہتے ہیں کہ حضرت علی یہ تمام باتیں فجر اور عصر کے بعد کہا کرتے تھے۔ (بیہقی)۔

قبر کے احوال سے متعلق حضرت علیؓ کا بیان

ایک مرتبہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بیان فرمایا، پہلے اللہ کی حمد و ثناء بیان کی پھر موت کا تذکرہ فرمایا، چنانچہ ارشاد فرمایا: اللہ کے بندو! اللہ کی قسم! موت سے کسی کو چھٹکارا نہیں ہے، اگر تم تیاری کر کے اس کے لئے ٹھہر جاؤ گے تو بھی وہ تمہیں پکڑ لے گی اور اگر (اس کے لئے تیاری نہیں کرو گے بلکہ) اس سے بھاگو گے تو بھی وہ تمہیں آ پکڑے گی، اس لئے اپنی نجات کی فکر کرو، نجات کی فکر کرو اور جلدی کرو، جلدی کرو اور ایک چیز تلاش میں تمہارے پیچھے گئی ہوئی ہے جو بہت تیز ہے اور وہ ہے قبر۔ لہٰذا قبر کے بھینچنے سے، اس کی اندھیری سے اور اس کی وحشت سے ڈرو، غور سے سنو! قبر یا تو جہنم کے گڑھوں میں سے ایک گڑھا ہے یا جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے۔ غور سے سنو! قبر روزانہ تین مرتبہ یہ اعلان کرتی ہے کہ میں تاریکی کا گھر ہوں، میں کیڑوں کا گھر ہوں، میں تنہائی کا گھر ہوں۔ غور سے سنو! قبر کے بعد وہ جگہ ہے جو قبر سے بھی زیادہ سخت ہے، وہ جہنم کی آگ ہے جو بہت گرم اور بہت گہری ہے جس کے زیور (یعنی سزا دینے کے آلات) لوہے کے ہیں جس کے فرشتے کا نام مالک ہے، جس میں اللہ کی طرف سے کسی طرح کی نرمی یا رحم کا ظہور نہیں ہوگا، اور توجہ سے سنو! اس کے بعد ایسی جنت ہے جس کی چوڑائی آسمانوں اور زمین کے برابر ہے جو متقیوں کے لئے بنائی گئی ہے۔ اللہ ہمیں اور آپ کو متقیوں میں سے بنائے اور دردناک عذاب سے

بچائے۔(ابن عساکر)۔

حضرت اصبغ بن بن نباتہ اس بیان کو اس طرح نقل کرتے ہیں کہ ایک دن حضرت علی منبر پر تشریف فرما ہوئے۔ پہلے انہوں نے اللہ کی حمد وثناء بیان کی اور موت کا ذکر کیا اور پھر پہلی حدیث جیسا مضمون ذکر کیا: اور قبر جو یہ اعلان کرتی ہے کہ میں تنہائی کا گھر ہوں، اس کے بعد اس روایت میں یہ ہے کہ غور سے سنو! قبر کے بعد قیامت کا ایک ایسا دن ہے جس میں بچے بوڑھے ہو جائیں گے اور بوڑھے مدہوش ہو جائیں گے، اور تمام حمل والیاں (دن پورے ہونے سے پہلے ہی) اپنا حمل ڈال دیں گی اور (اے مخاطب!) تمہیں لوگ نشہ کی حالت میں نظر آئیں گے حالانکہ وہ نشہ میں نہیں ہوں گے؛ لیکن اس دن اللہ کا عذاب بہت سخت ہوگا۔

اور ایک روایت میں اس کے بعد یہ ہے کہ پھر حضرت علی رونے لگے اور ان کے اردگرد کے تمام مسلمان بھی رونے لگے۔(ابن کثیر)۔

دنیا، آخرت اور قبر کے بارے میں حضرت علیؓ کا خطبہ

حضرت صالح عجلی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ ایک دن حضرت علی بن ابی طالب نے بیان فرمایا، پہلے اللہ کی حمد وثنا بیان، کی پھر نبی کریم ﷺ پر درود بھیجا، پھر فرمایا: اللہ کے بندو! دنیاوی زندگی تمھیں دھوکہ میں نہ ڈال دے؛ کیونکہ یہ ایسا گھر ہے جو بلاؤں سے گھرا ہوا ہے اور جس کا ایک دن فنا ہو جانا مشہور ہے اور جس کی خاص صفت بدعہدی کرنا ہے اور اس میں جو کچھ ہے وہ زوال پذیر ہے اور دنیا اپنی جگہ بدلتی رہتی ہے، کبھی کسی کے پاس اور کبھی کسی کے پاس۔ اور اس میں اترنے والے اس کے شر سے ہرگز نہیں بچ سکتے اور دنیا والے خوب فراوانی اور خوشیوں میں ہوتے ہیں اور اچانک آزمائش اور دھوکہ میں آجاتے ہیں۔ دنیا کے عیش وعشرت میں لگنا قابل مذمت کام ہے اور اس کی فراوانی ہمیشہ نہیں رہتی اور دنیا والے خود دنیا کے لئے نشانہ ہیں، ان پر دنیا اپنے تیر چلاتی رہتی ہے اور موت کے ذریعہ انہیں توڑتی رہتی ہے۔ اللہ کے بندو! تمہارا دنیا کا راستہ ان لوگوں سے الگ نہیں، جو اس سے جا چکے ہیں، جن کی عمریں تم سے زیادہ بھی تھیں اور جن کی پکڑ تم سے زیادہ سخت تھی اور جنہوں نے تم سے زیادہ شہر آباد کئے تھے اور جن کی آبادی کے نشانات بہت زیادہ عرصہ تک رہے تھے اور ان کی آوازوں کا شور بہت زمانے تک رہا تھا؛ لیکن اب ان کی یہ آوازیں بالکل خاموش اور بجھ چکی ہیں اور اب ان کے جسم بوسیدہ اور ان کے شہر خالی ہو چکے ہیں اور ان کے تمام نشانات مٹ چکے ہیں، اور قلعی اور چونے والے محلات، مزین تختوں اور بچھے ہوئے گاؤتکیوں کے بجائے اب انہیں چٹانیں اور پتھر مل گئے ہیں جو ان کی بغلی قبروں میں رکھے ہوئے ہیں اور گارے سے بنے ہوئے ہیں اور ان کی

قبروں کے سامنے کی جگہ ویران اور بے آباد پڑی ہوئی ہے اور مٹی کے گارے سے ان قبروں پر لپائی کی گئی ہے۔ان قبروں کی جگہ آبادی کے قریب ہے؛ لیکن ان میں رہنے والے بہت دور چلے جانے والے مسافر ہیں۔ان کی قبریں آبادی کے درمیان ہیں؛ لیکن ان قبروں والے وحشت اور تنہائی محسوس کرتے ہیں۔ان کی قبریں کسی محلّہ میں ہیں؛ لیکن یہ قبروں والے اپنے ہی میں مشغول ہیں، اور انہیں آبادی سے کوئی انس نہیں ہے، حالانکہ یہ قبروں والے ایک دوسرے کے پڑوسی ہیں اور ان کی قبریں پاس پاس ہیں؛ لیکن ان میں پڑوسیوں والا کوئی جوڑ نہیں ہے اور ان میں آپس میں جوڑ ہو بھی کیسے سکتا ہے جبکہ بوسیدگی نے انہیں پیس رکھا ہے اور اور چٹانوں اور گیلی مٹی نے انہیں کھا رکھا ہے۔ پہلے یہ لوگ زندہ تھے اب مر چکے ہیں اور عیش ولذت والی زندگی گزار کر اب ریزہ ریزہ ہو چکے ہیں۔ان کے مرنے پر ان کے دوستوں کو بہت دکھ ہوا اور مٹی میں انہوں نے بسیرا اختیار کر لیا اور ایسے سفر پر گئے ہیں جہاں سے واپسی نہیں۔ہائے افسوس، ہائے افسوس! ہرگز ایسا نہیں ہوگا۔یہ اس کی صرف ایک بات ہی بات ہے جس کو وہ کہہ رہا ہے اور ان کے آگے آڑ یعنی عالم برزخ ہے، اس دن تک کے لئے جس دن لوگ دوبارہ زندہ کئے جائیں گے اور تم بھی ایک دن ان کی طرح قبرستان میں اکیلے رہو گے اور بوسیدہ ہو جاؤ گے اور تمہیں بھی اس لیٹنے کی جگہ کے سپرد کر دیا جائے گا اور یہ قبر کا امانت خانہ تمہیں اپنے میں سمیٹ لے گا۔تمہارا اس وقت کیا حال ہوگا جب تمام کام ختم ہو جائیں گے اور قبروں کے مردے زندہ کر کے کھڑے کر دیئے جائیں گے اور جو کچھ دلوں میں ہے وہ سب کھول کر رکھ دیا جائے گا اور تمہیں جلال اور دبدبہ والے بادشاہ کے سامنے اندر کی ساری باتمہیں ظاہر کرنے کے لئے کھڑا کر دیا جائے گا، پھر گزشتہ گناہوں کے ڈر سے دل اڑنے لگ جائیں گے اور تمہارے اوپر سے تمام رکاوٹیں اور پردے ہٹا دیئے جائیں گے اور تمہارے تمام عیب اور راز ظاہر ہو جائیں گے اور ہر انسان کو اپنے کئے کا بدلہ ملے گا۔ برے کام کرنے والوں کو اللہ تعالی برا بدلہ اور اچھے کام کرنے والوں کو اچھا بدلہ دیں گے اور اعمال نامہ سامنے رکھ دیا جائے گا تو آپ مجرموں کو دیکھیں گے کہ وہ ان اعمال نامہ میں جو کچھ لکھا ہوا ہے اس سے ڈر رہے ہوں گے اور کہہ رہے ہوں گے: ہائے ہماری بدقسمتی! اس اعمالنامہ کی عجیب حالت ہے کہ اس نے لکھے بغیر نہ چھوٹا گناہ چھوڑا اور نہ بڑا۔اور جو کچھ انہوں نے دنیا میں کیا تھا اسے وہاں سب لکھا ہوا موجود پائیں گے اور آپ کا رب کسی پر ظلم نہیں کرے گا۔اللہ تعالی ہمیں اور آپ کو اپنی کتاب پر عمل کرنے والا اور اپنے دوستوں کے پیچھے چلنے والا بنائے؛ تاکہ ہمیں اور آپ کو اپنے فضل سے ہمیشہ رہنے کے گھر یعنی جنت میں جگہ عطا فرمائے، بے شک وہ تعریف کے قابل بزرگی والا ہے۔(ابن عساکر)۔

ابن جوزی نے حضرت علی کے اس بیان کو تفصیل سے ذکر کیا ہے؛ لیکن شروع میں اس مضمون کا اضافہ کیا ہے

کہ حضرت علی بن ابی طالب نے بیان فرمایا اور ارشاد فرمایا: تمام تعریفیں اللہ ہی کے لئے ہیں۔ میں اس ذات کی تعریف کرتا ہوں اور اسی سے مدد طلب کرتا ہوں اور اسی پر ایمان لاتا ہوں اور اسی پر بھروسہ کرتا ہوں اور اس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ اکیلا ہے، اس کا کوئی شریک نہیں اور حضرت محمد (ﷺ) اس کے بندے اور رسول ہیں جنہیں اللہ نے ہدایت اور دین حق دے کر بھیجا؛ تاکہ ان کے ذریعہ سے اللہ تمہاری تمام بیماریوں کو دور کر دے اور تمہیں غفلت سے بیدار کر دے، اور یہ بات جان لو کہ ایک دن تم لوگوں نے مرنا ہے اور مرنے کے بعد قیامت کے دن تم لوگوں کو اٹھایا جائے گا اور اعمال پر لا کر کھڑا کر دیا جائے گا اور پھر ان اعمال کا بدلہ تمھیں دیا جائے گا۔ لہذا دنیاوی زندگی تمہیں دھوکہ میں نہ ڈال دے۔ پھر آگے پہلی حدیث جیسا مضمون ذکر کیا ہے۔ (صفۃ الصفوۃ)۔

ایک جنازے کے موقع پر حضرت علیؓ کی تقریر

حضرت جعفر بن محمد رحمۃ اللہ علیہ کے دادا کہتے ہیں کہ حضرت علی ایک جنازے کے ساتھ تشریف لے گئے۔ جب اس میت کو قبر میں رکھا جانے لگا تو اس کے گھر والے اور رشتہ دار سب اونچی آواز سے رونے لگے۔ حضرت علی نے فرمایا: کیوں روتے ہو؟ غور سے سنو! اللہ کی قسم! ان لوگوں کے مرنے والے نے اب قبر میں جا کر جو منظر دیکھ لیا ہے اگر یہ لوگ بھی وہ منظر دیکھ لیں تو یہ اپنے مردے کو بھول جائیں، موت کے فرشتے نے بار بار ان لوگوں کے پاس آنا ہے، یہاں تک کہ ان میں سے ایک بھی باقی نہیں رہے گا پھر (بیان کے لئے) کھڑے ہوئے اور فرمایا: اللہ کے بندو! میں تمہیں اس اللہ سے ڈرنے کی وصیت کرتا ہوں جس نے تمہارے لئے مثالیں بیان کیں، تمہاری موت کا وقت مقرر کیا اور تمہارے ایسے کان بنائے کہ ان میں جو بات پہنچتی ہے، اسے سمجھ کر محفوظ کر لیتے ہیں اور ایسی آنکھیں عطا فرمائیں کہ جو کچھ پردے میں ہے، اسے وہ ظاہر کر دیتی ہیں، اور ایسے دل دیئے جو ان مصائب اور مشکلات کو سمجھتے ہیں جو ان کی صورتوں کی ترکیب میں ان کو پیش آتے ہیں اور اس چیز کو بھی سمجھتے ہیں جس نے ان دلوں کو آباد کیا یعنی ذکر الٰہی کو۔ اللہ تعالی نے تمہیں بے کار پیدا نہیں کیا اور تم سے نصیحت والی کتاب یعنی قرآن کو ہٹایا بھی نہیں (بلکہ تمہیں نصیحت والی کتاب عطا فرمائی) بلکہ پوری نعمتوں سے تمہیں نوازا اور مکمل عطیات دیئے، اور اللہ تعالی نے تمہارا پوری طرح احاطہ اور شمار کیا ہوا ہے اور خوشی اور نفع کی حالت میں اور نقصان اور رنج کی حالت میں آپ لوگ جو کچھ کرتے ہیں اللہ تعالی نے اس کا بدلہ تیار کیا ہوا ہے۔ اللہ کے بندو! اللہ سے ڈرو اور دین کی طلب میں مزید کوشش کرو اور خواہشات کے ٹکڑے کر دینے والی اور لذتوں کو توڑ دینے والی چیز یعنی موت سے پہلے پہلے نیک عمل کر لو؛ کیونکہ دنیا

کی نعمتیں ہمیشہ نہیں رہیں گی اور اس کے دردناک حادثات سے امن نہیں ہے ۔دنیا ایک دھوکہ ہے جس کی شکل بدلتی رہتی ہے اور کمزور سا سایہ ہے اور ایسا سہارا ہے جو جھک جاتا ہے یعنی بوقت ضرورت کام نہیں آتا۔شروع میں یہ دھوکہ نیا نظر آتا ہے؛ لیکن جلد ہی پرانا ہوکر گزر جاتا ہے اور اپنے پیچھے چلنے والے کو اپنی شہوتوں میں تھکا کر اور دھوکہ کا دودھ پلا کر ہلاک کر دیتا ہے۔اللہ کے بندو! عبرت کی چیزوں سے نصیحت پکڑو اور قرآنی آیتوں اور نبوی حدیثوں سے عبرت حاصل کرو اور ڈرانے والی چیزوں سے ڈر جاؤ اور وعظ ونصیحت کی باتوں سے نفع حاصل کرو۔یوں سمجھو کہ موت نے اپنے پنجے تم میں گاڑ دیے ہیں اور مٹی کے گھر نے تمہیں اپنے اندر سمیٹ لیا ہے اور بڑے سخت اور ہولناک مناظر تم پر اچانک آ گئے ہیں (ان مناظر کی تفصیل یہ ہے کہ) صور پھونک دیا گیا ہے اور قبروں میں سے تمام انسانوں کو اٹھایا جارہا ہے اور اللہ تعالی اپنی زبردست قدرت سے تمام انسانوں کو ہانک کر محشر میں لا رہے ہیں اور حساب کے لئے کھڑا کر رہے ہیں اور ہر انسان کے ساتھ اللہ نے ایک فرشتہ لگا رکھا ہے جو اسے محشر کی طرف ہانک رہا ہے اور ہر انسان کے ساتھ ایک فرشتہ ہے جو اس کے خلاف اس کے برے اعمال کی گواہی دے رہا ہے اور زمین اپنے رب کے نور سے چمک اٹھی ہے اور اعمال کے حساب کا دفتر لا کر رکھ دیا گیا ہے اور انبیاء اور گواہ سب حاضر کر دیئے گئے ہیں، اور ان کے درمیان انصاف کے ساتھ فیصلہ کیا جارہا ہے اور ان پر کسی طرح کا ظلم نہیں کیا جارہا ہے۔اس دن کی وجہ سے تمام شہر تھرا رہے ہیں اور ایک اعلان کرنے والا اعلان کر رہا ہے اور یہ اولین اور آخرین کی باہمی معاملات کا دن ہے اور اللہ کی طرف سے خاص تجلی ظاہر ہورہی ہے اور سورج بے نور ہورہا ہے، جگہ جگہ وحشی جانور گھبرا کر اکٹھے ہو گئے ہیں اور چھپے ہوئے تمام راز کھل گئے ہیں اور شریر لوگ ہلاک ہورہے ہیں اور انسانوں کے دل کانپ رہے ہیں اور جہنم والوں پر اللہ کی طرف سے ہلاک کر دینے والا رعب اور رلانے والی سزا اتر رہی ہے۔جہنم کو ظاہر کر دیا گیا ہے اسے دیکھنے میں اب کوئی آڑ نہیں ہے۔اس میں آنکڑے اور شور ہے، اور کڑک جیسی بھیانک آواز ہے۔جہنم سخت غصہ میں ہے اور دھمکیاں دے رہی ہے اور اس کی آگ بھڑک رہی ہے اور اس کا گرم پانی ابل رہا ہے اور اس کی گرم ہوا میں اور تیزی آرہی ہے اور اس میں ہمیشہ رہنے والے کا کوئی غم اور پریشانی دور نہیں کی جائے گی، اور اس جہنم میں رہنے والوں کی حسرتیں بھی ختم نہیں ہوں گی اور اس جہنم کی بیڑیاں بھی توڑی نہیں جائیں گی، اور ان جالیوں کے ساتھ فرشتے ہیں جو انہیں گرم پانی کی آگ میں داخل ہونے کی خوشخبری دے رہے ہیں اور انہیں اللہ کے دیدار سے روک دیا گیا ہے اور انہیں دوستوں سے جدا کر دیا گیا ہے، اور سب جہنم کی آگ کی طرف چلے جارہے ہیں۔اللہ کے بندو! اللہ سے اس آدمی کی طرح ڈرو جس نے دب کر عاجزی اختیار کر لی ہو اور (دشمن سے) ڈر کر کوچ کر گیا ہو اور

جسے برے کاموں سے ڈرایا گیا ہو اور دیکھ بھال کر ان سے رک گیا ہو، اور جلدی جلدی تلاش کرنے لگا ہو اور بھاگ کر نجات حاصل کر لی ہو، اور آخرت کے لئے اس نے نیک اعمال آگے بھیج دیے ہوں، جہاں لوٹ کر جانا ہے اور نیک اعمال کے توشہ سے اس نے مدد حاصل کی ہو اور بدلہ لینے اور دیکھنے میں اللہ کافی ہے اور جھگڑنے اور حجت کرنے میں اللہ کی کتاب کافی ہے، اور جنت ثواب کے لئے اور جہنم وبال اور سزا کے لئے کافی ہے، اور میں اپنے لئے اور آپ لوگوں کے لئے اللہ سے مغفرت طلب کرتا ہوں۔ (ابونعیم فی الحلیۃ)۔

عمل آخرت پر ابھارنے کے لیے حضرت علیؓ کی تقریر

ایک مرتبہ حضرت علی نے بیان فرمایا، پہلے اللہ کی حمد وثناء بیان کی، پھر فرمایا:

اما بعد! دنیا نے پشت پھیر لی ہے اور جدائی کا اعلان کر دیا ہے اور آخرت سامنے آرہی ہے اور بلندی سے جھانک رہی ہے۔ آج گھوڑے دوڑانے کا یعنی عمل کا میدان ہے، کل تو ایک دوسرے سے آگے نکلنا ہوگا۔ غور سے سنو! تم آجکل دنیاوی امیدوں کے دنوں میں ہو؛ لیکن ان کے پیچھے موت آرہی ہے اور جس نے امید کے دنوں میں موت کے آنے سے پہلے نیک اعمال میں کوتاہی کی، وہ ناکام ونامراد ہوگیا۔ توجہ سے سنو! جیسے تم خوف کے وقت عمل کرتے ہو، ایسے ہی دوسرے اوقات میں بھی شوق اور رغبت سے عمل کیا کرو۔ غور سے سنو میں نے ایسی کوئی چیز نہیں دیکھی جو جنت جیسی ہو اور پھر بھی اس کا طالب سویا ہوا ہو اور نہ ہی ایسی کوئی چیز دیکھی جو جہنم جیسی ہو اور پھر بھی اس سے بھاگنے والا سوتا رہے۔ غور سے سنو! جو حق سے نفع نہیں اٹھاتا، اسے باطل ضرور نقصان پہنچاتا ہے۔ جسے ہدایت سیدھے راستے پر نہ چلا سکی، اسے گمراہی سیدھے راستے سے ہٹا دے گی۔ غور سے سنو! آپ لوگوں کو یہاں سے کوچ کرنے کا اور سفر آخرت کا حکم مل چکا ہے اور اس سفر کا توشہ بھی آپ لوگوں کو بتا دیا گیا ہے۔ اے لوگو! غور سے سنو! یہ دنیا تو ایسا سامان ہے جو سامنے موجود ہے اور اس میں سے اچھا برا ہر ایک کھا رہا ہے اور اللہ نے آخرت کا جو وعدہ فرما رکھا ہے، وہ بالکل سچ ہے اور وہاں وہ بادشاہ فیصلہ کرے گا جو بڑی قدرت والا ہے۔ غور سے سنو! شیطان تمھیں فقیر اور محتاج ہونے سے ڈراتا ہے اور تمھیں بے حیائی کے کاموں کا حکم دیتا ہے اور اللہ تعالی اپنی طرف سے مغفرت اور فضل کا وعدہ فرماتے ہیں اور اللہ تعالی بہت وسعت والے اور خوب جاننے والے ہیں۔ اے لوگو! اپنی موجودہ زندگی میں اچھے عمل کر لو انجام کار محفوظ رہو گے؛ کیونکہ اللہ تعالی نے فرمانبردار سے جنت اور نافرمان سے جہنم کا وعدہ فرما رکھا ہے۔ جہنم کی آگ میں جہنمیوں کا چیخنا بھی ختم نہ ہوگا۔ اس کے قیدی کو کبھی رہا نہیں جا سکے گا اور اس میں جس کی ہڈی ٹوٹے گی تو کبھی جڑ نہ سکے گی، اس کی گرمی بہت سخت ہے، وہ بہت گہری ہے اور اس کا پانی خون اور پیپ

ہے اور مجھے تم پر سب سے زیادہ خطرہ دو باتوں کا ہے: ایک خواہشات کے پیچھے چلنے کا، دوسرے امیدیں لمبی رکھنے کا اور ایک روایت میں یہ بھی ہے کہ خواہشات کے پیچھے چلنے سے انسان حق سے ہٹ جاتا ہے اور لمبی امیدوں کی وجہ سے آخرت بھول جاتا ہے۔ (دینوری وابن عساکر)۔

جنگ نہروان کے بعد حضرت علیؓ کی تقریر

حضرت زیاد اعرابی رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ خوارج کے فتنہ کے بعد اور نہروان شہر سے فارغ ہونے کے بعد امیر المومنین حضرت علی بن ابی طالب کوفہ کے منبر پر تشریف فرما ہوئے، پہلے اللہ کی حمد وثناء بیان کی، پھر آنسوؤں کی وجہ سے ان کے گلے میں پھندا لگ گیا اور اتنا روئے کہ آنسوؤں سے داڑھی تر ہوگئی اور آنسو نیچے گرنے لگے، پھر انہوں نے اپنی ڈاڑھی جھاڑی تو اس کے قطرے کچھ لوگوں پر جا گرے، تو ہم یہ کہا کرتے تھے کہ حضرت علی کے آنسو جس پر گرے ہیں، اسے اللہ تعالیٰ جہنم پر حرام کر دیں گے، پھر حضرت علیؓ نے فرمایا: اے لوگو! ان میں سے نہ بنو جو بغیر کچھ کیے آخرت کی امید رکھتے ہیں اور لمبی امیدوں کی وجہ سے توبہ کو ٹالتے رہتے ہیں۔ دنیا کے بارے میں باتیں تو زاہدوں جیسی کرتے ہیں؛ لیکن دنیا کے کام ان لوگوں کی طرح کرتے ہیں جن میں دنیا کی رغبت اور شوق ہو۔ اگر انہیں دنیا ملے تو وہ سیر نہیں ہوتے اور اگر نہ ملے تو ان میں قناعت بالکل نہیں ہے۔ جو نعمتیں انہیں اللہ دے رہا ہے، ان کا شکر نہیں کرتے اور پھر چاہتے ہیں کہ نعمتیں اور بڑھ جائیں۔ دوسروں کو نیک کاموں کا حکم کرتے ہیں؛ لیکن خود نہیں کرتے، اوروں کو برے کاموں سے روکتے ہیں؛ لیکن خود نہیں رکتے۔ محبت تو نیک لوگوں سے کرتے ہیں؛ لیکن ان کے والے عمل نہیں کرتے اور ظالموں سے بغض رکھتے ہیں؛ لیکن خود ظالم ہیں اور (دنیا کے) جن کاموں پر کچھ ملنے کا صرف گمان ہی ہے، ان کا نفس ان سے وہ کام تو کروا لیتا ہے اور (آخرت کے) جن کاموں پر ملنا یقینی ہے، وہ کام ان سے نہیں کروا سکتا۔ اگر انہیں مال مل جائے تو فتنہ میں پڑ جاتے ہیں۔ اگر بیمار ہو جائیں تو غمگین ہو جاتے ہیں، اگر فقیر ہو جائیں تو نا امید ہو کر کمزور پڑ جاتے ہیں۔ وہ گناہ بھی کرتے ہیں اور نعمتیں بھی استعمال کرتے ہیں۔ عافیت ملتی ہے تو شکر نہیں کرتے اور جب کوئی آزمائش آتی ہے تو صبر نہیں کرتے۔ ایسے نظر آتا ہے جیسے دوسروں کو موت سے ڈرایا گیا ہے، انہیں نہیں، اور آخرت کے سارے وعدے اور وعید دوسروں کے لئے ہیں۔ اے موت کا نشانہ بننے والو! اور موت کے پاس گروی رکھے جانے والو! اے بیماریوں کے برتنو! اے زمانے کے لوٹے ہوئے لوگو! اے زمانہ پر بوجھ نہ بننے والو! اے زمانہ کے پھلو! اے حادثات کی کلیو! اے دلائل کے سامنے گونگے بن جانے والو! اے فتنہ میں ڈوبے ہوئے لوگو! اے وہ لوگو جن کے اور عبرت کی چیزوں کے درمیان رکاوٹیں ہیں، میں حق بات کہہ رہا ہوں

کہ آدمی صرف اپنے آپ کو پہچان کر ہی نجات پاسکتا ہے اور آدمی اپنے ہاتھوں ہی ہلاک ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: یــا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا قُوا أنفسكم و أهليكم ناراً، (سورت تحریم)۔(اے ایمان والو! تم اپنے کو اور اپنے گھر والوں کو (دوزخ کی) آگ سے بچاؤ)۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اور آپ کو ان لوگوں میں سے بنائے جو وعظ ونصیحت سن کر قبول کر لیتے ہیں اور جب ان کو عمل کی دعوت دی جاتی ہے تو وہ اسے قبول کر کے عمل کر لیتے ہیں۔ (ابن نجار)۔

امر بالمعروف اور نہی عن المنکر سے متعلق حضرت علیؓ کا خطبہ

حضرت یحیٰی بن یعمر رحمتہ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت علی بن ابی طالب نے لوگوں میں بیان فرمایا، پہلے اللہ کی حمد وثناء بیان کی، پھر فرمایا: اے لوگو! تم سے پہلے لوگ صرف گناہوں کے ارتکاب کی وجہ سے ہی ہلاک ہوئے، ان کے علماء اور فقہاء نے انہیں روکا نہیں،، اللہ نے ان پر سزائیں نازل کیں۔ غور سے سنو! نیکی کا حکم کرو اور برائی سے روکو، اس سے پہلے کہ تم پر بھی وہ عذاب اترے جوان پر اترا تھا، اور یہ سن لو کہ نیکی کا حکم کرنے اور برائی سے روکنے سے نہ رزق کم ہوتا ہے اور نہ موت جلدی آتی ہے۔ آسمان سے تقدیر کے فیصلے بارشوں کے قطروں کی طرح اترتے ہیں۔ چنانچہ ہر انسان کے اہل وعیال، مال وجان کے بارے میں کم ہوجانے یا بڑھ جانے کا جو فیصلہ اللہ نے مقدر میں لکھا ہوا ہے، وہ آسمان سے اترتا ہے۔ اب جب تمہارے اہل وعیال، مال وجان میں کسی قسم کا نقصان ہو اور تمہیں دوسروں کے اہل وعیال، مال وجان میں نقصان کے بجائے اور اضافہ نظر آئے تو اس سے تم فتنہ میں نہ پڑ جانا۔ مسلمان آدمی اگر دنائت وکمینگی کا ارتکاب کرنے والا نہ ہو تو اسے جب بھی یہ نقصان یاد آئے گا، وہ عاجزی، انکساری، دعا اور التجاء کا مظاہرہ کرے گا اور یوں اسے باطنی نفع ہوگا، اور کمینے لوگوں کو اس پر بہت غصہ آئے گا۔ جیسے کہ کامیاب ہونے والا جوئے باز، تیروں سے جوا کھیلنے میں پہلی دفعہ ہی ایسی کامیابی کا انتظار کرتا ہے جس سے خوب مال ملے اور تاوان وغیرہ اسے نہ دینا پڑے، ایسے ہی خیانت سے پاک مسلمان آدمی جب اللہ سے دعا کرتا ہے تو دو اچھائیوں میں سے ایک کی اسے امید ہوتی ہے کہ یا تو جو مانگا ہے وہ دنیا میں مل سے جائے گا اور اگر وہ نہ ملا تو پھر اس دعا کے دنیا میں قبول نہ ہونے کے بدلہ میں آخرت میں اسے ثواب ملے گا۔ جو اللہ کے پاس ہے، وہ اس کے لئے بہتر ہے، یا پھر اللہ اسے مال دیں گے اور اس کے اہل وعیال میں خوب کثرت ہوگی اور وہ خوب مالدار ہوگا۔ کھیتی دو طرح کی ہے (ایک دنیا کی و دسری آخرت کی)، دنیا کی کھیتی مال اور بیٹے ہیں اور آخرت کی کھیتی نیک اعمال ہیں، اور کبھی اللہ تعالیٰ بعض لوگوں کو دونوں قسم کی کھیتیاں عطا فرماتے ہیں۔ (ابن عساکر)۔

حضرت سفیان بن عیینہ کہتے ہیں کہ حضرت علی ابن ابی طالب کے علاوہ اور کون ایسا ہے جو یہ بات اتنے اچھے

طریقہ سے کہہ سکے۔البدایہ کی روایت اسی جیسی ہے اوراس کے آخر میں یہ ہے: یا تو اللہ اس کی دعا دنیا میں پوری کر دیں گے اور وہ بہت زیادہ مال اور اولا دوالا ہو جائے گا۔خاندانی شرافت اور دین کی نعمت بھی اسے حاصل ہوگی یا پھر اسے اس دعا کا بدلہ آخرت میں دیں گے۔اور آخرت دنیا سے ہزار درجہ بہتر اور ہمیشہ رہنے والی ہے۔کھیتیاں دو ہیں: دنیا کی کھیتی مال اور تقوی ہے (بظاہر مال اور اولا د ہے) اور آخرت کی کھیتی باقی رہنے والے اعمال صالحہ ہیں۔(البدایہ)۔

حضرت علیؓ کی کوفہ میں ایک تقریر

حضرت ابو وائل رحمتہ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت علی نے کوفہ میں لوگوں میں بیان فرمایا، میں نے انہیں اس بیان میں یہ کہتے ہوئے سنا: اے لوگو! جو جان بوجھ کر محتاج بنتا ہے، وہ محتاج ہو ہی جاتا ہے اور جس کی عمر بہت زیادہ ہو جاتی ہے وہ مختلف بیماریوں اور کمزوریوں میں مبتلا ہو جاتا ہے، جو بلا اور آزمائش کے لئے تیاری نہیں کرتا، جب اس پر آزمائش آتی ہے تو وہ صبر نہیں کرسکتا۔ جو کسی چیز پر قابو پالیتا ہے وہ اپنے کو دوسروں پر ترجیح دیتا ہے۔ جو کسی سے مشورہ نہیں کرتا، اسے ندامت اٹھانی پڑتی ہے اور اس گفتگو کے بعد یہ فرمایا تھا: عنقریب ایسا زمانہ آئے گا کہ اسلام کا صرف نام اور قرآن کا صرف ظاہری نشان باقی رہ جائے گا اور یہ بھی فرمایا تھا: غور سے سنو! آدمی کو سیکھنے میں حیا نہیں کرنی چاہئے اور جس آدمی سے ایسی بات پوچھی جائے جسے وہ نہیں جانتا تو اسے کہنے میں حیا نہیں کرنی چاہئے کہ میں نہیں جانتا۔تمہاری مسجدیں ویسے تو اس دن آباد ہوں گی؛ لیکن تمہارے دل اور جسم اجڑے ہوئے اور ہدایت سے خالی ہوں گے۔آسمان کے سایہ تلے رہنے والے تمام انسانوں میں سب سے برے تمہارے فقہاء ہوں گے، ان میں سے ہی فتنہ ظاہر ہوگا اور ان ہی میں لوٹ کر واپس آئے گا، اس پر ایک آدمی نے کھڑے ہو کر کہا: اے امیر المومنین؟ ایسا کب ہوگا؟ حضرت علی نے فرمایا: جب علم تمہارے گھٹیا لوگوں میں ہوگا اور تمہارے سرداروں میں زنا اور بے حیائی عام ہوگی اور بادشاہت تمہارے چھوٹے لوگوں میں ہوگی (جنہیں نہ تجربہ ہوگا نہ سمجھ ہوگی) اس وقت قیامت قائم ہوگی۔(بیہقی)۔

حضرت علیؓ کے متفرق خطبے

بنو تمیم کے ایک بڑے میاں کہتے ہیں کہ حضرت علی نے ایک مرتبہ ہم میں بیان فرمایا جس میں ارشاد فرمایا: لوگوں پر ایسا زمانہ آئے گا جس میں لوگ ایک دوسرے کو کاٹ کھائیں گے اور مالدار اپنے مال کو روک کر رکھے گا، بالکل خرچ نہیں کرے گا، حالانکہ اسے اس کا حکم نہیں دیا گیا تھا (بلکہ اسے تو ضرورت سے زائد سارا مال دوسروں پر

خرچ کرنے کا حکم دیا گیا تھا)۔اللہ تعالی نے فرمایا ہے: ولا تنسوا الفضل بینکم (سورت بقرہ)۔(ترجمہ:اور آپس میں احسان کرنے سے غفلت مت کرو)۔ برے لوگ زور پر ہوں گے، غالب آجائیں گے۔ نیک لوگ بالکل دب جائیں گے اور مجبور لوگوں سے خرید وفروخت کی جائے گی، یا تو انہیں خرید وفروخت پر کسی طرح مجبور کیا جائے گا یا وہ قرضے وغیرہ کی وجہ سے مجبور ہو کر اپنا سامان وغیرہ سستے داموں بیچیں گے) حالانکہ حضورﷺ نے مجبور انسان سے اس طرح خریدنے سے اور دھوکہ کی خرید وفروخت سے اور پکنے سے پہلے پھل بیچ دینے سے منع فرمایا ہے۔(احمد)۔

حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کے آزاد کردہ غلام حضرت ابوعبید رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ میں حضرت علی کے ساتھ عید اضحیٰ کی نماز میں شریک ہوا۔ حضرت علی نے خطبہ سے پہلے اذان اور اقامت کے بغیر عید کی نماز پڑھائی، پھر خطبہ دیا۔اس میں ارشاد فرمایا: اے لوگو! حضورﷺ نے تمہیں تین دن کے بعد قربانی کا گوشت کھانے سے منع فرمایا ہے، لہذا تم لوگ تین دن تو گوشت کھاؤ۔اس کے بعد نہ کھاؤ۔(حضور نے پہلے تو منع فرمایا تھا لیکن بعد میں تین دن کے بعد بھی کھانے کی اجازت دے دی تھی)۔(احمد)۔

حضرت ربعی بن حراش رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت علی کو بیان میں یہ کہتے ہوئے سنا کہ حضورﷺ نے فرمایا: میرے بارے میں جھوٹ نہ بولو؛ کیونکہ جو میرے بارے میں جھوٹ بولے گا وہ جہنم کی آگ میں داخل ہو گا۔(احمد)۔

حضرت ابوعبدالرحمٰن سلمی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ حضرت علی نے بیان کیا جس میں ارشاد فرمایا: اے لوگو! اپنے غلام اور باندیوں پر شرعی حدود قائم کرو، چاہے وہ شادی شدہ ہوں یا غیر شادی شدہ؛ کیونکہ حضورﷺ کی ایک باندی سے زنا صادر ہو گیا تھا تو حضور نے مجھے حکم دیا کہ میں اس پر حد شرعی قائم کروں۔ میں اس کے پاس گیا تو دیکھا کہ اس کے ہاں کچھ دیر پہلے بچہ پیدا ہوا ہے تو مجھے ڈر ہوا کہ اگر میں اسے کوڑے ماروں گا تو وہ مر جائے گی۔ میں نے حضور کی خدمت میں آکر یہ بات عرض کی۔آپ نے فرمایا تم نے اچھا کیا۔(احمد)۔

حضرت عبداللہ بن سبع رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ حضرت علی نے ہم سے بیان فرمایا جس میں ارشاد فرمایا: اس ذات کی قسم جس نے دانے کو پھاڑا اور جان کو پیدا کیا! میری داڑھی سر کے خون سے ضرور رنگین ہوگی یعنی مجھے قتل کیا جائے گا۔اس پر لوگوں نے کہا: آپ ہمیں بتائیں کہ وہ (آپ کو قتل کرنے والا) آدمی کون ہے؟ اللہ کی قسم ہم اس کے سارے خاندان کو تباہ کر دیں گے۔ حضرت علی نے فرمایا: میں تمہیں اللہ کا واسطہ دے کر کہتا ہوں کہ میرے قاتل کے علاوہ کوئی اور ہرگز قتل نہ ہو۔لوگوں نے کہا: اگر آپ کو یقین ہے کہ عنقریب آپ کو قتل کر دیا جائے گا تو آپ کسی کو اپنا خلیفہ

مقرر فرمادیں ۔فرمایا:نہیں ؛ بلکہ میں تو تمہیں اس کے سپرد کرتا ہوں جس کے سپرد حضورﷺ کر کے گئے تھے (یعنی حضورﷺ نے اپنے بعد کسی کو خلیفہ مقرر نہیں کیا تھا؛ بلکہ اللہ کے حوالے کیا تھا میں بھی ایسے ہی کرتا ہوں)۔(احمد)۔

حضرت عمرو بن علاء رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ حضرت علی نے بیان فرمایا جس میں ارشاد فرمایا: اے لوگو! اس ذات کی قسم جس کے سوا کوئی معبود نہیں! میں نے تمہارے مال میں سے اس شیشی کے علاوہ اور کچھ نہیں لیا اور اپنے کرتے کی آستین سے خوشبو کی ایک شیشی نکال کر فرمایا: یہ ایک گاؤں کے چودھری نے مجھے ہدیہ کی ہے۔(ابونعیم)۔

حضرت عمیر بن عبدالملک رحمتہ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ حضرت علی نے کوفہ کے منبر پر ہم لوگوں میں بیان فرمایا جس میں ارشاد فرمایا: اگر میں خود حضورﷺ سے نہ پوچھتا تو آپ مجھے خود بتا دیتے اور اگر میں آپ سے خیر کے بارے میں پوچھتا تو آپ اس کے بارے میں بتاتے۔آپ نے اپنے رب کی طرف سے مجھے یہ حدیث سنائی ہے کہ اللہ تعالی فرماتے ہیں: میرے اپنے عرش کے اوپر بلند ہونے کی قسم! جس بستی والے اور جس گھر والے اور جنگل میں اکیلے رہنے والے سب میری نافرمانی پر ہوں جو کہ مجھے ناپسند ہے پھر یہ اسے چھوڑ کر میری اطاعت اختیار کرلیں جو مجھے پسند ہے،تو میرا عذاب جو انہیں ناپسند ہے،ان سے ہٹا کر اپنی رحمت کو ان کی طرف متوجہ کردوں گا جو انہیں پسند ہے۔اور جس بستی والے اور جس گھر والے اور جنگل میں اکیلے رہنے والے سب میری اطاعت پر ہوں جو مجھے پسند ہے، وہ اسے چھوڑ کر میری نافرمانی اختیار کرلیں جو مجھے ناپسند ہے،تو میری رحمت جو انہیں پسند ہے، وہ ان سے ہٹا کر اپنا غصہ ان کی طرف متوجہ کردوں گا جو انہیں ناپسند ہے۔(احمد)۔

امیر المؤمنین حضرت علی بن ابی طالب کی نصیحتیں

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت عمر نے جب حضرت علی سے فرمایا: اے ابوالحسن مجھے کچھ نصیحت کرو۔تو حضرت علی نے کہا: آپ اپنے یقین کو شک نہ بنائیں (یعنی روزی کا ملنا یقینی ہے اس کی تلاش میں اس طرح اور اتنا نہ لگیں کہ گویا آپ کو اس میں کچھ شک ہے) اور اپنے علم کو جہالت نہ بنائیں (جو علم پر عمل نہیں کرتا وہ اور جاہل دونوں برابر ہوتے ہیں) اور اپنے گمان کو حق نہ سمجھیں (یعنی آپ اپنی رائے کو وحی کی طرح حق نہ سمجھیں) اور یہ بات آپ جان لیں کہ آپ کی دنیا تو صرف اتنی ہے کہ جو آپ کو ملی، اور آپ نے اسے آگے چلا دیا، یا تقسیم کر کے برابر کردیا، یا پہن کر پرانا کردیا۔حضرت عمر نے فرمایا: اے ابوحسن! آپ نے بھی سچ کہا۔(ابن عساکر)۔

حضرت علی بن ابی طالب نے حضرت عمر سے کہا: اے امیر المومنین! اگر آپ کی خوشی یہ ہے کہ آپ اپنے دونوں ساتھیوں؛ حضورﷺ اور حضرت ابوبکر سے جا ملیں تو آپ اپنی امیدیں مختصر کریں اور کھانا کھائیں؛ لیکن پیٹ نہ

بھریں، اورلنگی بھی چھوٹی پہنیں،اور کرتے پر پیوند لگائیں،اوراپنے ہاتھ سے جوتی گانٹھیں۔اس طرح کریں گے تو ان دونوں سے جاملیں گے۔(بیہقی)۔

خیر کی حقیقت کے سلسلے میں حضرت علیؓ کی موعظت

حضرت علی نے فرمایا: خیر یہ نہیں ہے کہ تمہارا مال اور تمہاری اولاد زیادہ ہو جائے؛ بلکہ خیر یہ ہے کہ تمہارا علم زیادہ ہواور تمہاری بردباری کی صفت بڑی ہو،اوراپنے رب کی عبادت میں تم لوگوں سے آگے نکلنے کی کوشش کرو۔ اگر تم سے نیکی کا کام ہو جائے تو اللہ کی تعریف کرو اور اگر برائی کا کام ہو جائے تو اللہ سے استغفار کرو اور دنیا میں صرف دو آدمیوں میں سے ایک کے لئے خیر ہے: ایک تو وہ آدمی جس سے کوئی گناہ ہو گیا اور پھر اس نے توبہ کر کے اس کی تلافی کر لی،دوسرا وہ آدمی جو نیک کاموں میں جلدی کرتا ہو۔اور جو عمل تقوی کے ساتھ ہو،وہ کم شمار نہیں ہو سکتا؛ کیونکہ جو عمل اللہ کے ہاں قبول ہو،وہ کیسے کم شمار ہوسکتا ہے۔(ابونعیم)۔

حضرت علیؓ کی حضرت حسنؓ کو نصیحت

حضرت عقبہ بن ابوصہباء رحمۃ اللہ علی کہتے ہیں کہ جب ابن ملجم نے حضرت علی پر خنجر مارا تو حضرت حسن ان کی خدمت میں حاضر ہوئے۔حضرت حسن رورہے تھے۔حضرت علی نے فرمایا:اے میرے بیٹے! کیوں رو رہے ہو؟ عرض کیا: میں کیوں نہ روؤں جبکہ آج آپ کا آخرت کا پہلا دن اور دنیا کا آخری دن ہے۔حضرت علی نے فرمایا: چار اور چار(کل آٹھ) چیزوں کو پلے باندھ لو۔ان آٹھ چیزوں کو تم اختیار کرو گے تو پھر تمہارا کوئی عمل تمھیں نقصان نہیں پہنچا سکے گا۔حضرت حسن نے عرض کیا: ابا جان! وہ چیزیں کیا ہیں؟ فرمایا: سب سے بڑی مالداری عقلمندی ہے یعنی مال سے بھی زیادہ کام آنے والی چیز عقل اور سمجھ ہے،اور سب سے بڑی فقیری حماقت اور بے وقوفی ہے۔سب سے زیادہ وحشت کی چیز اور سب سے بڑی تنہائی عجب اور خود پسندی ہے اور سب سے زیادہ بڑائی اچھے اخلاق ہیں۔حضرت حسن فرماتے ہیں: میں نے کہا:اے ابا جان! یہ تو چار چیزیں ہوئیں، مجھے باقی چار چیزیں بھی بتادیں۔فرمایا: بے وقوف کی دوستی سے بچنا؛ کیونکہ وہ فائدہ پہنچاتے پہنچاتے تمہارا نقصان کر دے گا اور جھوٹے کی دوستی سے بچنا؛ کیونکہ جو تم سے دور ہے یعنی تمہارا دشمن ہے اسے تمہارے قریب کر دے گا اور جو تمہارے قریب ہے یعنی تمہارا دوست ہے، اسے تم سے دور کر دے گا۔(یا وہ دور والی چیز کو نزدیک اور نزدیک والی چیز کو دور بتائے گا اور تمہارا نقصان کر دے گا)، اور کمینوں کی دوستی سے بھی بچنا؛ کیونکہ جب تمہیں اس کی سخت ضرورت ہوگی وہ اس وقت تم سے دور ہو جائے گا،اور بدکار کی دوستی سے بچنا؛ کیونکہ وہ تمہیں معمولی سی چیز کے بدلے میں بیچ دے گا۔(ابن عساکر)۔

حضرت علی نے فرمایا: توفیق خداوندی سب سے بہترین قائد ہے، اور اچھے اخلاق بہترین ساتھی ہیں، عقلمندی بہترین مصاحب ہے، حسن ادب بہترین میراث ہے اور عجب وخود پسندی سے زیادہ سخت تنہائی اور وحشت والی کوئی چیز نہیں ہے۔ (بیہقی)۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اسے مت دیکھو کہ کون بات کر رہا ہے؛ بلکہ یہ دیکھو کہ کیا بات کہہ رہا ہے۔

حضرت علی نے فرمایا: ہر بھائی چارہ ختم ہو جاتا ہے، صرف وہی بھائی چارہ باقی رہتا ہے جو لالچ کے بغیر ہو۔ (ابن سمعانی)۔

حضور ﷺ کی دعا سے حضرت علیؓ کی بیماری کا دور ہو جانا

حضرت علی فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ میں بیمار ہوا۔ نبی کریم ﷺ کا میرے پاس سے گزر ہوا۔ اس وقت میں یہ دعا مانگ رہا تھا: اے اللہ! اگر میری موت کا وقت آ گیا ہے تو مجھے موت دے کر راحت عطا فرما اور اگر اس میں دیر ہے تو پھر مجھے شفاء عطا فرما، اور اگر آزمائش ہی مقصود ہے تو پھر مجھے صبر کی توفیق عطا فرما۔ حضور ﷺ نے فرمایا: تم نے کیا کہا؟ میں نے اپنی دعا دہرا دی۔ آپ نے مجھے اپنا پاؤں مار کر فرمایا: اے اللہ! اسے شفاء عطا فرما۔ اس دعا کے بعد یہ بیماری مجھے کبھی نہیں ہوئی۔ (ابو نعیم)۔

پیچھے حضرت سہل رضی اللہ عنہ کی حدیث گزر چکی ہے کہ غزوہ خیبر کے دن حضرت علی کی آنکھیں دکھ رہی تھیں۔ حضور ﷺ نے ان کی آنکھوں پر دم فرمایا تو اسی وقت ان کی آنکھیں ٹھیک ہو گئیں اور اس کے بعد کبھی دکھنے نہ آئیں اور نصرت کے باب میں ابو رافع کے قتل کے قصہ میں حضرت براء رضی اللہ عنہ کی حدیث گزر چکی ہے کہ حضرت عبداللہ بن عتیک فرماتے ہیں کہ اس واقعہ میں میری ٹانگ ٹوٹ گئی تھی، جب میں نبی کریم ﷺ کی خدمت میں پہنچا تو میں نے آپ کو بتایا۔ آپ نے فرمایا: اپنی ٹانگ پھیلاؤ۔ میں نے ٹانگ پھیلائی۔ آپ نے اس پر اپنا دست مبارک پھیرا تو وہ ایک دم ایسے ٹھیک ہو گئی کہ گویا اس میں کوئی تکلیف ہی نہیں تھی۔

حضرت علیؓ پر گرمی اور سردی کا اثر نہ کرنا

حضرت عبدالرحمٰن بن ابی لیلی رحمہ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ حضرت علی سردیوں میں ایک لنگی اور ایک چادر اوڑھ کر باہر نکلا کرتے تھے اور یہ دونوں کپڑے پتلے ہوتے تھے اور گرمیوں میں موٹے کپڑے اور ایسا جبہ پہن کر نکلا کرتے تھے جس میں روئی بھری ہوئی ہوتی تھی۔ لوگوں نے مجھ سے کہا: آپ کے ابا جان رات کو حضرت علی سے باتیں کرتے ہیں۔ آپ اپنے ابا جان سے کہیں کہ وہ حضرت علی سے اس بارے میں پوچھیں۔ میں نے اپنے والد سے کہا: لوگوں نے امیر المومنین کا ایک کام دیکھا ہے جس سے وہ حیران ہیں۔ میرے والد نے کہا: وہ کیا ہے؟ میں نے کہا: وہ سخت

گرمی میں روئی والے جبہ میں اور موٹے کپڑوں میں باہر آتے ہیں اور انہیں گرمی کی کوئی پرواہ نہیں ہوتی اور سخت سردی میں پتلے کپڑوں میں باہر آتے ہیں۔ نہ انہیں سردی کی کوئی پرواہ ہوتی ہے اور نہ وہ سردی سے بچنے کی کوشش کرتے ہیں تو کیا آپ نے ان سے اس بارے میں کچھ سنا ہے؟ لوگوں نے مجھے کہا ہے کہ آپ جب رات کو ان سے باتیں کریں تو یہ بات بھی ان سے پوچھ لیں۔ چنانچہ جب رات کو میرے والد حضرت علی کے پاس گئے تو ان سے کہا: اے امیر المومنین! لوگ آپ سے ایک چیز کے بارے میں پوچھنا چاہتے ہیں۔ حضرت علی نے کہا: وہ کیا ہے؟ میرے والد نے کہا: آپ سخت گرمی میں روئی والا جبہ اور موٹے کپڑے پہن کر باہر آتے ہیں اور سخت سردی میں دو پتلے کپڑے پہن کر باہر آتے ہیں، نہ آپ کو سردی کی پرواہ ہوتی ہے اور نہ اس سے بچنے کی کوشش کرتے ہیں؟ حضرت علی نے فرمایا: اے ابولیلیٰ! کیا آپ خیبر میں ہمارے ساتھ نہیں تھے؟ میرے والد نے کہا: اللہ کی قسم! میں آپ لوگوں کے ساتھ تھا۔ حضرت علی نے فرمایا: حضورﷺ نے پہلے حضرت ابوبکر کو بھیجا، وہ لوگوں کو لے کر قلعہ پر حملہ آور ہوئے؛ لیکن قلعہ فتح نہ ہوسکا، وہ واپس آ گئے۔ حضورﷺ نے پھر حضرت عمر کو بھیجا، وہ لوگوں کو لے کر حملہ آور ہوئے؛ لیکن قلعہ فتح نہ ہوسکا۔ وہ بھی واپس آ گئے۔ اس پر حضور نے فرمایا: اب میں جھنڈا ایسے آدمی کو دوں گا جسے اللہ اور اس کے رسول سے بہت محبت ہے، اللہ اس کے ہاتھوں فتح نصیب فرمائے گا اور وہ بھگوڑا بھی نہیں ہے۔ چنانچہ حضورﷺ نے آدمی بھیج کر مجھے بلایا۔ میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ میری آنکھیں دکھ رہی تھیں، مجھے کچھ نظر نہیں آ رہا تھا۔ حضور نے میری آنکھوں پر اپنا لعاب لگایا اور یہ دعا کی: اے اللہ! گرمی اور سردی سے اس کی حفاظت فرما۔ اس کے بعد مجھے نہ کبھی گرمی لگی اور نہ کبھی سردی۔ (ابن ابی شیبہ واحمد وابن ماجہ)۔

ابونعیم کی روایت میں ہے کہ حضورﷺ نے اپنی دونوں ہتھیلیوں پر لعاب لگایا اور پھر دونوں ہتھیلیاں میری آنکھوں پر مل دیں اور یہ دعا فرمائی: اے اللہ اس سے گرمی اور سردی دور کردے۔ اس ذات کی قسم جس نے حضورﷺ کو حق دے کر بھیجا ہے! اس کے بعد سے آج تک گرمی اور سردی نے مجھے کچھ تکلیف نہیں پہنچائی۔

طبرانی کی ایک روایت میں یہ ہے کہ حضرت سوید بن غفلہ فرماتے ہیں کہ ہماری حضرت علی سے سردیوں میں ملاقات ہوئی۔ انہوں نے صرف دو کپڑے پہنے ہوئے تھے۔ ہم نے ان سے کہا: آپ ہمارے علاقہ سے دھوکہ نہ کھائیں۔ ہمارا علاقہ آپ کے علاقہ جیسا نہیں ہے۔ یہاں سردی بہت زیادہ پڑتی ہے۔ حضرت علی نے فرمایا: مجھے سردی بہت لگا کرتی تھی، جب حضورﷺ مجھے خیبر بھیجنے لگے تو میں نے عرض کیا کہ میری آنکھیں دکھ رہی ہیں، آپ نے میری آنکھوں پر لعاب لگایا اور اس کے بعد مجھے نہ کبھی گرمی لگی اور نہ کبھی سردی اور نہ کبھی میری آنکھیں دکھنے آئیں۔

حضرت علیؓ کا حضور ﷺ کو خواب میں دیکھنا

حضرت حسن یا حضرت حسین فرماتے ہیں کہ حضرت علی نے فرمایا: خواب میں مجھے میرے محبوب نبی یعنی نبی کریم ﷺ ملے۔ میں نے حضور سے ان کے بعد عراق والوں کی طرف سے پیش آنے والی تکلیفوں کی شکایت کی تو آپ نے مجھ سے وعدہ فرمایا کہ عنقریب تمہیں ان سے راحت مل جائے گی، چنانچہ اس کے بعد حضرت علی صرف تین دن ہی زندہ رہے۔(عدنی)۔

حضرت ابو صالح رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ حضرت علی نے فرمایا: میں نے خواب میں نبی کریم ﷺ کو دیکھا تو میں نے آپ سے آپ کی امت کی شکایت کی کہ وہ مجھے جھٹلاتے ہیں اور تکلیف پہنچاتے ہیں، پھر میں رونے لگا۔ آپ نے فرمایا: مت روؤ، اور ادھر دیکھو۔ میں نے ادھر دیکھا تو مجھے دو آدمی نظر آئے جو بیڑیوں میں بندھے ہوئے تھے۔ بظاہر یہ حضرت علی کا قاتل ابن ملجم اور اس کا ساتھی ہوگا) اور بڑے بڑے پتھر ان دونوں کے سر پر مارے جارہے تھے جس سے ان کے سر ریزہ ریزہ ہو جاتے، پھر سر ٹھیک ہو جاتے۔ (یوں ہی ان دونوں کو مسلسل عذاب دیا جا رہا تھا)۔ حضرت ابو صالح کہتے ہیں کہ میں اگلے دن اپنے روزانہ کے معمول کے مطابق صبح کے وقت گھر سے حضرت علی کی طرف چلا۔ جب میں قصائیوں کے محلے میں پہنچا تو مجھے کچھ لوگ ملے جنھوں نے بتایا کہ امیر المومنین کو شہید کر دیا گیا ہے۔(ابویعلی)۔

ایک نجومی کے ساتھ حضرت علیؓ کا قصہ

حضرت عبداللہ بن عوف بن احمرؒ کہتے ہیں کہ جب حضرت علیؓ انبار شہر سے نہروان والوں کی طرف جانے لگے تو مسافر بن عوف بن احمر نے ان سے کہا: اے امیر المومنین! آپ اس گھڑی میں نہ چلیں؛ بلکہ جب دن چڑھے کو تین گھڑیاں گزر جائیں پھر یہاں سے چلیں۔ حضرت علی نے پوچھا: کیوں؟ اس نے کہا: اگر آپ اس گھڑی میں چلیں گے تو آپ کو اور آپ کے ساتھیوں کو بہت تکلیفیں آئیں گی اور سخت نقصان ہوگا اور اگر آپ اس گھڑی میں سفر شروع کریں جو میں نے بتائی ہے تو آپ کامیاب ہوں گے اور دشمن پر غلبہ پائیں گے اور آپ کو مقصد حاصل ہو جائے گا۔ حضرت علی نے فرمایا: نہ تو حضرت محمد ﷺ کا کوئی نجومی تھا اور نہ ان کے بعد اب تک کوئی تھا۔ کیا تمہیں معلوم ہے کہ میری اس گھوڑی کے پیٹ میں کیا ہے؟ اس نے کہا: اگر میں حساب لگاؤں تو پتہ چلا سکتا ہوں۔ حضرت علی نے فرمایا: جو تمہاری اس بات کو سچا مانے گا، وہ قرآن کو جھٹلانے والا ہوگا؛ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: إِنَّ اللَّهَ عِنْدَهُ عِلْمُ

السَّاعَةِ ویُنزل الغَیثَ وَیَعْلَمُ مَا فِی الْاَرْحَامِ۔ (ترجمہ: بے شک اللہ ہی کو قیامت کی خبر ہے اور وہی مینہ برساتا ہے اور وہی جانتا ہے جو کچھ رحم میں ہے)۔ جس چیز کے جاننے کا تم نے دعوی کیا ہے، اس کے جاننے کا تو حضرت محمد ﷺ نے بھی دعوی نہیں کیا تھا۔ اور کیا تم یہ بھی کہتے ہو کہ تم اس گھڑی کو بھی جانتے ہو جس میں سفر شروع کرنے والے کو نقصان ہوگا؟ اس نے کہا: ہاں، میں جانتا ہوں۔ حضرت علی نے فرمایا: جو تمہاری اس بات کو سچا مان لے گا، اسے تو ناگواریوں اور پریشانیوں کے دور کرنے میں اللہ کی ضرورت نہیں رہے گی، اور جو تمہاری اس بات کو مان لے گا وہ تو اپنے رب اللہ کو چھوڑ کر اپنا ہر کام تمہارے سپرد کر دے گا؛ کیونکہ تم دعوی کر رہے ہو کہ تم وہ گھڑی جانتے ہو جس میں سفر شروع کرنے والا ہر شر اور تکلیف سے محفوظ رہے گا، لہذا اس بات پر جو ایمان لے آئے گا مجھے تو اس کے بارے میں یہی خطرہ ہے کہ وہ اس آدمی کی طرح ہو جائے گا جو اللہ کے علاوہ کسی اور کو اللہ کا مقابل اور ہمسر بنا لے۔ اے اللہ! اچھا اور برا شگون وہی ہے جو تو نے مقدر فرمایا ہے اور خیر وہی ہے جو تو عطا فرمائے اور تیرے علاوہ اور کوئی معبود نہیں۔ اے مسافر! ہم تجھے جھٹلاتے ہیں۔ لہذا ہم تیری مخالفت کریں گے اور ہم اس گھڑی میں سفر شروع کریں گے جس میں سفر کرنے سے تو منع کر رہا ہے۔ پھر حضرت علی نے لوگوں کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا: اے لوگو! ان ستاروں کا علم سیکھنے سے بچو؛ البتہ ستاروں کا صرف اتنا علم سیکھو جس سے خشکی اور سمندر کی تاریکی میں راستہ معلوم ہو سکے۔ نجومی تو کافر کی طرح ہے اور کافر جہنم میں جائے گا۔ (پھر مسافر کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا) اللہ کی قسم! اگر مجھے یہ خبر ملی کہ تو ستاروں کو دیکھ کر ان کے مطابق عمل کرتا ہے تو جب تک تو زندہ رہا اور میں زندہ رہا اس وقت تک میں تجھے قید میں رکھوں گا اور جب تک میری خلافت رہے گی تجھے وظیفہ نہیں دوں گا۔ پھر حضرت علی نے اسی گھڑی میں سفر شروع کیا جس سے مسافر نے منع کیا تھا اور جا کر نہردان والوں پر غلبہ پا کر انہیں قتل کیا، اور فرمایا: اگر ہم اس گھڑی میں سفر شروع کرتے جس کا مسافر کہہ رہا تھا اور پھر ہم کامیاب ہوتے اور دشمن پر غالب آتے تو لوگ یہی کہتے کہ نجومی نے جس گھڑی میں سفر شروع کرنے کو کہا تھا، اس گھڑی میں حضرت علی نے سفر شروع کیا تھا، اس وجہ سے دشمن پر غالب آ گئے۔ حضرت محمد ﷺ کے ہاں کوئی نجومی نہیں تھا اور ان کے بعد ہمارے ہاں بھی کوئی نہیں تھا؛ لیکن پھر بھی اللہ تعالی نے کسری اور قیصر کے ملکوں پر اور دوسرے ملکوں پر ہمیں فتح فرمائی۔ اے لوگو! اللہ پر توکل کرو اور اس پر اعتماد کرو؛ کیونکہ اللہ جس کے کام بنائے گا اسے کسی اور کی ضرورت نہیں رہے گی۔ (**الخطیب فی کتاب النجوم**)۔

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور اقدس ﷺ ایک دن اُن کے پاس تشریف لائے اور فرمایا: میرے دونوں بیٹے حسن اور حسین کہاں ہیں؟ حضرت فاطمہ نے کہا کہ صبح کو ہمارے گھر میں چکھنے کے لیے بھی کوئی چیز نہ تھی، تو

حضرت علی (رضی اللہ عنہ) نے کہا : میں ان دونوں کو اپنے ساتھ لے جاتا ہوں، کیوں کہ مجھے ڈر ہے کہ یہ دونوں تمہارے پاس (بھوک کی وجہ سے) روتے رہیں گے اور تمہارے پاس کوئی چیز ہے نہیں۔ چناں چہ وہ فلاں یہودی کے ہاں (مزدوری کے لیے) گئے ہیں۔حضورﷺ ان کے پاس تشریف لے گئے۔ (آپ جب وہاں پہنچے تو دیکھا کہ دونوں بچے ایک حوض میں کھیل رہے ہیں اور ان دونوں کے سامنے کچھ کھجوریں رکھی ہوئی ہیں۔ آپ نے فرمایا :اے علی! کیا گرمی تیز ہونے سے پہلے تم میرے دونوں بیٹوں کو گھر نہیں واپس لے جاتے ؟ انھوں نے کہا : آج صبح ہمارے گھر میں کوئی چیز نہیں تھی۔ یا رسول اللہ! آپ تھوڑی دیر تشریف رکھیں، میں فاطمہ کے لیے بھی کچھ کھجوریں جمع کرلوں۔حضورﷺ وہاں بیٹھ گئے۔تھوڑی دیر میں حضرت فاطمہ کے لیے بھی کچھ کھجوریں جمع ہوگئیں۔حضرت علی نے ان کھجوروں کو ایک کپڑے میں باندھ لیا، پھر وہ حضورﷺ کے پاس آئے۔ پھر حضورﷺ نے ایک بچے کو اٹھایا دوسرے کو حضرت علی نے اٹھایا یہاں تک کہ دونوں کو گھر واپس لے آئے۔(مجمع الزوائد:10/316)

حضرت عطاء رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ مجھے یہ خبر پہنچی کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ کئی دن ایسے گزرے کہ نہ ہمارے پاس کوئی چیز تھی اور نہ حضورﷺ کے پاس۔ میں (گھر سے) باہر نکلا تو مجھے راستہ میں ایک دینار پڑا ہوا ملا۔تھوڑی دیر تو میں سوچتا رہا کہ اسے اُٹھاؤں یا نہ اُٹھاؤں، لیکن بالآخر میں نے اسے اٹھالیا کیوں کہ (کئی دن کے فاقہ کی وجہ سے) ہم بڑی مشقت میں تھے۔ میں اسے لے کر ایک دکان پر گیا اور اس کا آٹا خرید کر حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے پاس لایا اور میں نے کہا:اسے گوندھ کر روٹی پکاؤ۔ چناں چہ وہ آٹا گوندھنے لگیں۔ (بھوک کی وجہ سے) اُن کی کمزوری کا یہ حال تھا کہ اُن کی پیشانی کے بال (آٹے کے) برتن سے ٹکرا رہے تھے۔ پھر انھوں نے روٹی پکائی، پھر میں نے حضورﷺ کی خدمت میں حاضر ہوکر سارا قصہ سنایا۔آپ نے فرمایا:تم اسے کھالو، کیوں کہ یہ وہ روزی ہے جو اللہ تعالیٰ نے تم کو (غیبی خزانہ سے) عطا فرمائی ہے۔(کنز العمال:7/328)

حضورﷺ کے گھر والوں کا اکرام کرنا

حضرت عروہؓ فرماتے ہیں:ایک آدمی نے حضرت عمرؓ کی موجودگی میں حضرت علیؓ کی برائی کا تذکرہ کیا۔حضرت عمر نے (حضورﷺ کی قبر کی طرف اشارہ کرتے ہوئے) کہا : تم اس قبر والے کو جانتے ہو؟ یہ حضرت محمد بن عبد اللہ بن عبد المطّلب ہیں اور وہ علی بن ابی طالب بن عبد المطّلب ہیں (حضرت علیؓ حضورﷺ کے چچازاد بھائی ہیں)۔ ہمیشہ حضرت علی کا تذکرہ خیر کے ساتھ کیا کرو، کیوں کہ اگر تم ان کو تکلیف پہنچاؤ گے تو اس ذاتِ اقدس کو قبر میں تکلیف پہنچاؤ گے۔(منتخب کنز العمال:5/46)

حضرت ابوبکر بن خالد بن عُرْفُطَہؓ کہتے ہیں: میں حضرت سعد بن مالکؓ کی خدمت میں حاضر ہوا اور میں نے ان سے پوچھا کہ مجھے یہ خبر ملی ہے کہ آپ لوگوں کو کوفہ میں حضرت علیؓ کو برا بھلا کہنے پر مجبور کیا جاتا ہے، تو آپ نے ان کو کبھی برا بھلا کہا ہے؟ حضرت سعد نے کہا: اللہ کی پناہ! اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں سعد کی جان ہے! میں نے حضورﷺ سے حضرت علی کی شان کے بارے میں کچھ ایسے فضائل سنے ہیں کہ اگر میرے سر کی مانگ پر آرہ بھی رکھ دیا جائے تو بھی میں حضرت علی کو برا بھلا نہیں کہوں گا۔ (مجمع الزوائد: 9/130)

حضرت عامر بن سعد بن ابی وقاصؓ کہتے ہیں: مجھے میرے والد حضرت سعدؓ نے یہ قصہ سنایا کہ معاویہ بن ابی سفیان نے مجھے حکم دیا اور یوں کہا کہ آپ ابوتراب (حضرت علی) کو برا بھلا کیوں نہیں کہتے؟ میں نے کہا: حضورﷺ نے حضرت علی کے بارے میں تین ایسی باتیں ارشاد فرمائی ہیں کہ اگر مجھے ان میں سے ایک بات بھی مل جاتی تو مجھے سرخ اونٹوں سے زیادہ محبوب ہوتی۔ اور یہ تین باتیں مجھے جب تک یاد ہیں میں ان کو برا بھلا نہیں کہہ سکتا۔ ایک غزوہ میں (یعنی غزوہ تبوک میں) جاتے ہوئے حضورﷺ نے حضرت علی کو مدینہ میں اپنی جگہ پیچھے چھوڑنا چاہا تو حضرت علی نے حضورﷺ کی خدمت میں عرض کیا: یا رسول اللہ! کیا آپ مجھے عورتوں اور بچوں کے ساتھ پیچھے چھوڑ کر جا رہے ہیں؟ حضورﷺ نے فرمایا: کیا تم اس بات پر راضی نہیں ہو کہ تم میرے لیے ایسے ہو جاؤ جیسے حضرت ہارون (علیہ السلام) حضرت موسیٰ (علیہ السلام) کے لیے تھے، ہاں اتنی بات ہے کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا۔ اور غزوہ خیبر میں میں نے حضورﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ آج میں جھنڈا اس آدمی کو دوں گا جو اللہ اور اس کے رسول سے محبت کرتا ہے، اور اللہ اور اس کے رسول اس سے محبت کرتے ہیں۔ یہ فضیلت سن کر مجھے بہت شوق ہوا کہ یہ جھنڈا مجھے مل جائے اور اس شوق میں میں بار بار اپنا سر اٹھاتا (کہ شاید اب حضورﷺ مجھے بلا کر جھنڈا دے دیں) لیکن حضورﷺ نے فرمایا: علی کو بلا کر میرے پاس لاؤ۔ حضرت علی آئے تو ان کی آنکھیں دکھ رہی تھیں۔ آپ نے ان کی آنکھوں پر لعاب مبارک لگایا اور پھر جھنڈا انھیں دیا اور اللہ تعالیٰ نے ان کے ہاتھوں مسلمانوں کو فتح نصیب فرمائی۔ اور جب یہ آیت نازل ہوئی:

﴿فَقُلْ تَعَالَوْا نَدْعُ اَبْنَآءَ نَا وَاَبْنَآءَ كُمْ وَنِسَآءَ نَا وَنِسَآءَ كُمْ وَاَنْفُسَنَا وَاَنْفُسَكُمْ﴾۔ (آل عمران: 61)

''تو آپ فرما دیجیے کہ آ جاؤ ہم اور (تم) بلا لیں اپنے بیٹوں کو اور تمہارے بیٹوں کو اور اپنی عورتوں کو اور تمہاری عورتوں کو اور خود اپنے تنوں کو اور تمہارے تنوں کو، پھر (ہم سب مل کر) خوب دل سے دعا کریں اس طور پر کہ اللہ کی لعنت بھیجیں ان پر جو (اس بحث میں) ناحق پر ہوں''۔

اس پر حضورﷺ نے حضرت علی، حضرت فاطمہ، حضرت حسن اور حضرت حسینؓ کو بلایا اور فرمایا: اے اللہ! یہ میرے

گھر والے ہیں۔(أحمد،مسلم،الترمذی)

حضرت ابونجیح ؒ کہتے ہیں: معاویہ حج کو آئے تو انھوں نے حضرت سعد بن ابی وقاص کا ہاتھ پکڑ کر کہا:اے ابو اسحاق!غزوات کی مشغولی کی وجہ سے کئی سالوں سے ہم لوگ حج نہ کر سکے جس کی وجہ سے ہم حج کی بہت سی سنتیں بھولتے جا رہے ہیں،لہٰذا آپ طواف کریں ہم بھی آپ کے ساتھ طواف کریں گے۔طواف کے بعد معاویہ ان کو اپنے ساتھ دار الندوہ لے گئے اور انھیں اپنے ساتھ اپنے تخت پر بٹھایا۔ پھر حضرت علی کا تذکرہ شروع کر دیا اور حضرت علی بن ابی طالبؓ کے بارے میں نامناسب کلمات کہنے لگے۔حضرت سعد نے فرمایا: آپ نے مجھے اپنے گھر میں لاکر اپنے تخت پر بٹھایا، پھر آپ حضرت علی کو برا بھلا کہنے لگ گئے ہیں۔اللہ کی قسم! حضرت علی میں تین ایسی باتیں پائی جاتی ہیں کہ اگر ان میں سے ایک بھی مجھے مل جائے تو یہ مجھے ساری دنیا کے مل جانے سے بھی زیادہ محبوب ہے۔پہلی بات یہ ہے کہ غزوہ تبوک میں حضورﷺ نے حضرت علی کو فرمایا تھا: تم میرے لیے ایسے ہو جیسے حضرت ہارونؑ حضرت موسیٰؑ کے لیے تھے، ہاں اتنی بات ضرور ہے کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا۔اگر حضورﷺ مجھے یہ فرما دیتے تو یہ مجھے ساری دنیا کے مل جانے سے بھی زیادہ محبوب تھا۔ دوسری بات یہ ہے کہ جنگِ خیبر کے دن حضورﷺ نے حضرت علی کے بارے میں فرمایا: میں آج جھنڈا ایسے آدمی کو دوں گا جو اللہ اور اس کے رسول سے محبت کرتا ہے، اور اللہ اور اس کے رسول اس سے محبت کرتے ہیں، اللہ اس کے ہاتھوں فتح نصیب فرمائیں گے اور وہ میدان سے بھاگنے والا آدمی نہیں۔اگر حضورﷺ میرے بارے میں یہ کلمات فرما دیتے تو یہ مجھے ساری دنیا کے مل جانے سے زیادہ محبوب ہوتا۔تیسری بات یہ ہے(کہ وہ حضورﷺ کے داماد ہیں)اگر میں حضورﷺ کا داماد ہوتا اور میری شادی ان کی بیٹی سے ہوتی اور حضرت علی کی طرح میرے ان سے بیٹے ہوتے تو یہ مجھے ساری دنیا کے مل جانے سے زیادہ محبوب ہوتا۔ میں آج کے بعد کبھی تمہارے گھر نہیں آؤں گا۔یہ فرما کر حضرت سعد نے اپنی چادر جھاڑی اور باہر تشریف لے گئے۔

(البداية و النهاية341-7/340)

حضرت ابوعبداللہ جدلیؒ کہتے ہیں: میں حضرت اُمّ سلمہؓ کی خدمت میں حاضر ہوا تو انھوں نے مجھ سے فرمایا: کیا تم سب کے بیچ میں رسول اللہﷺ کو برا بھلا کہا جاتا ہے؟ میں نے کہا: اللہ کی پناہ، سبحان اللہ! یا اس جیسا اور کلمہ میں نے کہا۔ انھوں نے فرمایا: میں نے حضورﷺ کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جس نے علی کو برا بھلا کہا اس نے مجھے برا بھلا کہا۔
(مجمع الزوائد :9/130)

حضرت ابوعبداللہ جدلیؒ کہتے ہیں: مجھ سے حضرت اُمِّ سلمہؓ نے فرمایا: کیا تم سب کے بیچ میں حضورﷺ کو برا بھلا نہیں

کہا جاتا؟ میں نے کہا : حضورﷺ کو کیسے برا بھلا کہا جا سکتا ہے؟ انھوں نے فرمایا: کیا حضرت علی کو اور ان سے محبت کرنے والوں کو برا بھلا نہیں کہا جاتا؟ حالاں کہ حضورﷺ ان سے محبت فرماتے تھے۔(منتخب کنز العمال:5/46)

حضرت ابوصادقؓ کہتے ہیں کہ حضرت علیؓ نے فرمایا: جوحضورﷺ کا خاندان تھا وہی میرا خاندان ہے۔ جوحضورﷺ کا دین تھا وہی میرا دین ہے۔لہٰذا جو میری بے عزّتی کر رہا ہے وہ حقیقت میں حضورﷺ کی بے عزّتی کر رہا ہے۔(منتخب کنز العمال:5/46)

حضرت عبدالرحمٰن بن اَصبہانیؒ کہتے ہیں: حضرت ابوبکرؓ ایک دن حضورﷺ کے منبر پر تھے کہ اتنے میں حضرت حسن بن علیؓ آئے (یہ ابھی کم عمر بچے تھے)۔انھوں نے کہا: آپ میرے نانے ابا کے منبر سے نیچے اُتر آئیں۔حضرت ابوبکر نے کہا:تم ٹھیک کہہ رہے ہو، یہ تمہارے نانے ابا کے بیٹھنے کی جگہ ہے۔اور حضرت ابوبکر نے انھیں اپنی گود میں بٹھالیا اور رو پڑے۔حضرت علیؓ نے کہا:اللہ کی قسم! یہ بچہ میرے کہنے کی وجہ سے نہیں کہہ رہا (بلکہ یہ اپنی طرف سے کہہ رہا ہے)۔حضرت ابوبکر نے فرمایا: آپ ٹھیک کہہ رہے ہیں،اللہ کی قسم! مجھے آپ پر کوئی شبہ نہیں۔(ابونعیم)

حضرت عروہؓ فرماتے ہیں:ایک دن حضرت ابوبکرؓ منبر پر خطبہ دے رہے تھے کہ اتنے میں حضرت حسنؓ آئے اور انھوں نے منبر پر چڑھ کر کہا: آپ میرے نانے ابا کے منبر سے اُتر آئیں۔اس پر حضرت علی نے کہا: یہ بات ہمارے مشورہ کے بغیر ہوئی ہے۔(کنز العمال :3/32)

حضرت ابوالبَختَرِیؒ کہتے ہیں :ایک دن حضرت عمر بن خطّابؓ منبر پر بیان فرما رہے تھے کہ اتنے میں حضرت حسین بن علیؓ نے کھڑے ہو کر کہا کہ آپ میرے نانے ابا کے منبر سے نیچے اُتر آئیں۔حضرت عمر نے فرمایا : بے شک یہ تمہارے نانے ابا کا منبر ہے میرے باپ کا نہیں ہے،لیکن ایسا کرنے کو تمھیں کس نے کہا؟ اس پر حضرت علی نے کھڑے ہو کر کہا: اسے کسی نے نہیں کہا۔ حضرت عمر نے کہا : میرے بھتیجے کو کچھ نہ کہنا یہ ٹھیک کہہ رہا ہے، یہ اس کے نانے ابا کا منبر ہے۔ (کنز العمال :7/105)

حضرت حسین بن علیؓ فرماتے ہیں :میں منبر پر چڑھ کر حضرت عمر بن خطّابؓ کے پاس گیا اور میں نے ان سے کہا: میرے نانے ابا کے منبر سے آپ نیچے اُتر جائیں اور اپنے والد کے منبر پر تشریف لے جائیں۔حضرت عمر نے کہا : میرے باپ کا تو کوئی منبر نہیں۔ یہ کہہ کر حضرت عمر نے مجھے اپنے پاس بٹھا لیا۔ پھر وہ منبر سے اُتر کر مجھے اپنے گھر لے گئے اور مجھ سے فرمایا :اے میرے بیٹے ! تمھیں یہ کس نے سکھایا تھا؟ میں نے کہا: کسی نے نہیں۔انھوں نے فرمایا :اگر تم ہمارے پاس آیا جایا کرو تو بہت اچھا ہوگا۔ چناں چہ میں ایک دن ان کے ہاں گیا تو وہ معاویہ سے تنہائی میں بات کر رہے تھے اور میں نے

دیکھا کہ حضرت ابنِ عمرؓ دروازے پر کھڑے ہیں انھیں بھی اجازت نہیں ملی ہے۔ یہ دیکھ کر میں واپس آ گیا۔ اس کے بعد جب ان سے ملاقات ہوئی تو انھوں نے مجھ سے فرمایا: اے میرے بیٹے! تم ہمارے پاس آتے کیوں نہیں؟ میں نے کہا: میں ایک دن آیا تھا آپ معاویہ سے تنہائی میں بات کر رہے تھے اور آپ کے بیٹے حضرت ابنِ عمر کو بھی اجازت نہیں ملی تھی، تو میں نے دیکھا کہ وہ واپس چلے گئے ہیں اس لیے میں بھی واپس آ گیا۔ حضرت عمر نے فرمایا: نہیں، تم عبداللہ بن عمر سے زیادہ اجازت ملنے کے حق دار ہو، کیوں کہ ہمارے سروں پر جو یہ تاجِ شرافت آج نظر آ رہا ہے یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ نے آپ کے گھرانے کی برکت سے دیا ہے۔ اور پھر میرے سر پر حضرت عمر نے شفقتاً ہاتھ رکھا۔ (کنز العمال :7/105)

حضرت عمیر بن اسحاق ؒ کہتے ہیں: میں نے دیکھا کہ حضرت ابو ہریرہؓ کی حضرت حسن بن علیؓ سے ملاقات ہوئی تو حضرت ابو ہریرہ نے ان سے کہا: آپ اپنے پیٹ کی اس جگہ سے کپڑا ہٹا دیں جس جگہ کا بوسہ لیتے ہوئے میں نے حضور ﷺ کو دیکھا تھا۔ چناں چہ حضرت حسن نے اپنے پیٹ سے کپڑا ہٹا دیا اور حضرت ابو ہریرہؓ نے ان کے پیٹ کا بوسہ لیا۔ ایک روایت میں یہ ہے کہ حضرت ابو ہریرہؓ نے ان کی ناف کا بوسہ لیا۔ (مجمع الزوائد:9/177)

حضرت مَقبُری ؒ کہتے ہیں: ہم لوگ حضرت ابو ہریرہؓ کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے کہ اتنے میں حضرت حسن بن علیؓ وہاں سے گزرے۔ انھوں نے سلام کیا، لوگوں نے سلام کا جواب دیا۔ حضرت ابو ہریرہؓ ہمارے ساتھ تھے، لیکن انھیں حضرت حسنؓ کے گزرنے اور سلام کرنے کا پتا نہیں چلا۔ کسی نے ان سے کہا: یہ سلام حضرت حسن بن علیؓ نے کیا تھا۔ وہ فوراً ان کے پیچھے گئے اور ان سے کہا: اے میرے سردار! وَعَلَیْکَ السَّلامُ۔ کسی نے ان سے پوچھا: آپ انھیں اے میرے سردار! کہہ رہے ہیں؟ حضرت ابو ہریرہؓ نے فرمایا: میں اس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ حضور ﷺ نے فرمایا تھا کہ یہ سردار ہیں۔ (مجمع الزوائد:9/178)

حضرت ابو ہریرہؓ کے مرض الوفات میں مروان ان کے پاس آیا اور ان سے کہا: جب سے ہم آپ کے ساتھ رہ رہے ہیں اس وقت سے آج تک مجھے آپ کی کسی بات پر غصہ نہیں آیا، بس اس بات پر غصہ آیا ہے کہ آپ حضرت حسن اور حضرت حسینؓ سے بہت محبت کرتے ہیں۔ یہ سنتے ہی حضرت ابو ہریرہؓ سمٹ کر بیٹھ گئے اور فرمایا: میں اس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ ہم لوگ ایک سفر میں حضور ﷺ کے ساتھ گئے۔ راستہ میں ایک جگہ حضور ﷺ نے حضرت حسن اور حضرت حسینؓ کے رونے کی آواز سنی۔ وہ دونوں اپنی والدہ کے ساتھ تھے۔ حضور ﷺ تیزی سے چل کر ان کے پاس پہنچے اور فرمایا: میرے بیٹوں کو کیا ہوا؟ حضرت فاطمہؓ نے کہا: پیاس کی وجہ سے رو رہے ہیں۔ حضور ﷺ نے اپنے پیچھے مشکیزہ کی طرف ہاتھ بڑھا کر پانی دیکھا (لیکن اس میں پانی نہیں تھا)۔ اس دن پانی بہت کم تھا لوگوں کو تھوڑا تھوڑا پانی مل رہا تھا۔ لوگ بھی پانی

تلاش کر رہے تھے۔حضور ﷺ نے اعلان فرمایا:کسی کے پاس پانی ہے؟اس اعلان پر ہر آدمی نے اپنے پیچھے اپنے مشکیزہ کو ہاتھ لگا کر دیکھا کہ اس میں پانی ہے یا نہیں؟لیکن کسی کو بھی پانی کا ایک قطرہ نہ ملا۔

اس پر حضور ﷺ نے فرمایا:(اے فاطمہ!) ایک بچہ مجھے دے دو۔انھوں نے پردے کے نیچے سے حضور ﷺ کو ایک بچہ دے دیا۔بچہ دیتے ہوئے حضرت فاطمہ کے بازووں کی سفیدی مجھے نظر آئی۔حضور ﷺ نے بچے کو لے کر اپنے سینہ سے لگایا۔وہ بچہ رو رہا تھا چپ نہیں کر رہا تھا۔حضور ﷺ نے اپنی زبان مبارک نکالی تو وہ بچہ اسے چوسنے لگا اور چوستے چوستے چپ ہوگیا اور مجھے اس کے رونے کی آواز سنائی نہیں دے رہی تھی (اس نے رونا چھوڑ دیا تھا)۔دوسرا بچہ ویسے ہی رو رہا تھا چپ نہیں کر رہا تھا۔پھر حضور ﷺ نے فرمایا:یہ دوسرا بھی مجھے دے دو۔حضرت فاطمہ نے دوسرا بچہ بھی حضور ﷺ کو دے دیا۔حضور ﷺ نے لے کر اس کے ساتھ بھی ویسے ہی کیا،وہ بھی چپ ہوگیا اور مجھے کسی کے رونے کی آواز نہیں آ رہی تھی۔پھر حضور ﷺ نے فرمایا:چلو۔چناں چہ عورتوں کی وجہ سے ہم اِدھر اُدھر چلے گئے (تا کہ حضور ﷺ کی عورتوں کے ساتھ ہمارا اختلاط نہ ہو۔ہم لوگ وہاں سے چل دیے اور) راستہ کے درمیانی حصہ میں حضور ﷺ سے دوبارہ جا ملے۔جب میں نے حضور ﷺ کا حضرت حسن،حضرت حسینؓ کے ساتھ یہ مشفقانہ رویہ دیکھا ہے تو میں ان دونوں سے کیوں نہ محبت کروں۔(مجمع الزوائد :9/181)

امیر المومنین حضرت حسن بن علیؓ کے بیانات

حضرت ہُبَیرہ کہتے ہیں:جب حضرت علی بن ابی طالبؓ کا انتقال ہوگیا تو حضرت حسن بن علیؓ کھڑے ہو کر منبر پر تشریف فرما ہوئے اور فرمایا:

اے لوگو! آج رات ایسی ہستی دنیا سے اٹھالی گئی ہے جن سے پہلے لوگ آگے نہیں جا سکے اور جنھیں پچھلے لوگ پا نہیں سکیں گے۔حضور ﷺ انھیں کسی جگہ بھیجتے تو انھیں دائیں طرف سے حضرت جبرائیلؑ اور بائیں طرف سے حضرت میکائیلؑ اپنے گھیرے میں لے لیتے،اور جب تک اللہ انھیں فتح نہ دیتے یہ واپس نہ آتے۔یہ صرف سات سو درہم چھوڑ کر گئے ہیں۔آپ اس سے ایک خادم خریدنا چاہتے تھے۔آج ستائیس رمضان کی رات میں ان کی روح قبض کی گئی ہے۔اسی رات میں حضرت عیسیٰ بن مریم کو آسمانوں کی طرف اٹھایا گیا۔

ایک روایت میں ہے:

وہ سونا چاندی کچھ نہیں چھوڑ کر گئے،صرف سات سو درہم چھوڑ کر گئے ہیں جو اُن کے بیت المال میں سے ملنے والے وظیفہ میں سے بچے ہیں۔

اس روایت میں اس سے آگے نہیں ہے۔(طبقات ابن سعد 3/38)

جب حضرت علیؓ شہید ہوگئے تو حضرت حسنؓ نے کھڑے ہوکر بیان فرمایا۔ پہلے اللہ کی حمد وثنا بیان کی پھر فرمایا:

امابعد! آج رات تم نے ایک آدمی کو قتل کر دیا ہے۔اسی رات میں قرآنِ پاک نازل ہوا،اسی میں حضرت عیسیٰ بن مریمؑ کو اٹھایا گیا اوراسی رات میں حضرت موسیٰؑ کے خادم حضرت یوشع بن نونؑ کو شہید کیا گیا اوراسی میں بنی اسرئیل کی توبہ قبول ہوئی۔(منتخب کنزالعمال 5/161)

طبرانی کی روایت میں اس کے بعد یہ ہے کہ پھر حضرت حسنؓ نے فرمایا:

جو مجھے جانتا ہے وہ تو جانتا ہے اور جو مجھے نہیں جانتا میں اسے اپنا تعارف کرادیتا ہوں۔ میں حضرت محمدﷺ کا بیٹا حسن ہوں (میں حضورﷺ کو اپنا باپ اس وجہ سے کہہ رہا ہوں کہ حضرت یوسفؑ نے حضرت ابراہیم اور حضرت اسحاقؑ کو اپنا باپ کہا ہے، حالاں کہ یہ دونوں ان کے دادا پردادا تھے)۔

پھر انھوں نے یہ آیت پڑھی جس میں حضرت یوسفؑ کا قول ہے:

﴿وَاتَّبَعْتُ مِلَّةَ اٰبَآئِیْٓ اِبْرٰهِیْمَ وَاِسْحٰقَ وَیَعْقُوْبَ﴾[یوسف:38]

’’ اور میں نے اپنے ان باپ دادوں کا مذہب اختیار کر رکھا ہے ابراہیم کا،اسحاق اور یعقوبؑ کا‘‘۔

پھر اللہ کی کتاب میں سے کچھ اور پڑھنے لگے، پھر (حضورﷺ کے مختلف نام لے کر) فرمایا:

میں بشارت دینے والے کا بیٹا ہوں۔ میں ڈرانے والے کا بیٹا ہوں۔ میں نبیﷺ کا بیٹا ہوں۔ میں اللہ کے حکم سے اللہ کی دعوت دینے والے کا بیٹا ہوں۔ میں روشن چراغ کا بیٹا ہوں۔ میں اس ذات کا بیٹا ہوں جنھیں رحمۃٌ للعالمین بنا کر بھیجا گیا۔ میں اس گھرانے کا فرد ہوں جن سے اللہ نے گندگی دور کردی اور جنھیں خوب اچھی طرح پاک کیا۔ میں اس گھرانے کا فرد ہوں جن کی محبت اور دوستی کو اللہ نے فرض قرار دیا۔ چناں چہ جو قرآن حضرت محمدﷺ پر اللہ نے نازل کیا اس میں اللہ نے فرمایا ہے:

﴿قُلْ لَّا اَسْئَلُكُمْ عَلَیْهِ اَجْرًا اِلَّا الْمَوَدَّةَ فِی الْقُرْبٰی﴾[الشوری:23]

’’آپ (ان سے) یوں کہیے کہ میں تم سے کچھ مطلب نہیں چاہتا بجز رشتہ داری کی محبت کے‘‘۔(طبرانی)

طبرانی کی دوسری روایت میں یہ مضمون بھی ہے کہ

حضورﷺ انھیں جھنڈا دیا کرتے اور جب جنگ میں گُھمسان کا رَن پڑتا تو جبرائیلؑ ان کے دائیں جانب آکر لڑتے۔

راوی کہتے ہیں: یہ رمضان کی اکیسویں رات تھی۔(مجمع الزوائد:9/146)

حاکم کی روایت میں یہ بھی ہے کہ

میں نبوی گھرانہ میں سے ہوں۔حضرت جبرائیلؑ (آسمان سے) اُتر کر ہمارے پاس آیا کرتے تھے اور ہمارے پاس سے (آسمان کو) اوپر جایا کرتے تھے۔

اس روایت میں اسی آیت کا یہ حصہ بھی ہے:

﴿وَمَنْ يَّقْتَرِفْ حَسَنَةً نَّزِدْ لَه فِيْهَا حُسْنًا﴾[الشوری:23]

''اور جو شخص کوئی نیکی کرے گا ہم اس میں اور خوبی زیادہ کردیں گے''۔

یہاں نیکی کرنے سے مراد ہمارے سارے گھرانے سے محبت کرنا ہے۔(المستدرک للحاکم:3/172)

حضرت ابو جمیلہ کہتے ہیں: حضرت علیؓ کی شہادت کے بعد حضرت حسن بن علیؓ خلیفہ بنے۔ایک دفعہ وہ لوگوں کو نماز پڑھا رہے تھے کہ اتنے میں ایک آدمی نے آگے بڑھ کر ان کی سرین پر خنجر مارا جس سے وہ زخمی ہوگئے اور چند ماہ بیمار رہے۔ پھر کھڑے ہوکر انھوں نے بیان فرمایا تو اس میں فرمایا:

اے عراق والو! ہمارے مارنے میں اللہ سے ڈرو، کیوں کہ ہم تمہارے امراء بھی ہیں اور مہمان بھی، اور ہم اس گھرانے کے ہیں جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

﴿اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيْرًا﴾[الأحزاب:33]

''اللہ تعالیٰ کو یہ منظور ہے کہ اے گھر والو! تم سے آلودگی کو دور رکھے اور تم کو (ہر طرح ظاہراً اور باطناً) پاک صاف رکھے۔

حضرت حسن اس موضوع پر کافی دیر گفتگو فرماتے رہے یہاں تک کہ مسجد کا ہر آدمی روتا ہوا نظر آنے لگا۔(مجمع الزوائد:9/172)

ابن ابی حاتم کی روایت میں یہ ہے کہ حضرت حسنؓ ان باتوں کو بار بار کہتے رہے یہاں تک کہ مسجد کا ہر آدمی آواز سے رونے لگا۔(تفسیر ابن کثیر 3/486)

حضرت شعبی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: جب معاویہ نے حضرت حسن بن علیؓ سے نُخَیلہ مقام پر صلح کی تو حضرت معاویہ نے ان سے کہا: جب یہ (صلح کی) بات طے ہوگئی ہے تو آپ کھڑے ہوکر گفتگو کریں، اور لوگوں کو بتادیں کہ آپ نے خلافت چھوڑ دی ہے اور اسے میرے حوالے کردیا ہے۔ چناں چہ حضرت حسن اٹھے اور منبر پر بیان کیا۔حضرت شعبی کہتے ہیں: میں

اس بیان کوسن رہا تھا، حضرت حسنؓ نے پہلے اللہ کی حمد وثنا بیان کی پھر فرمایا:

اما بعد! سب سے زیادہ سمجھ داری تقویٰ اختیار کرنا ہے اور سب سے بڑی حماقت گناہوں میں مبتلا ہونا ہے۔ میرا اور معاویہ کا خلافت کے بارے میں آپس میں اختلاف تھا، یا تو یہ میرا حق تھا جسے میں نے معاویہ کے لیے اس لیے چھوڑ دیا تا کہ اس اُمّت کا آپس کا معاملہ ٹھیک رہے اور ان کے خون محفوظ رہیں، یا کوئی اور اس خلافت کا مجھ سے زیادہ حق دار ہے تو اب میں نے یہ خلافت اس کے حوالے کر دی ہے۔

اور یہ آیت تلاوت فرمائی:

﴿وَاِنْ اَدْرِیْ لَعَلَّه فِتْنَةٌ لَّكُمْ وَمَتَاعٌ اِلٰی حِیْنٍ﴾[الأنبياء:111]

’’ اور میں (بالتعین) نہیں جانتا (کہ کیا مصلحت ہے) شاید وہ (تاخیرِ عذاب) تمہارے لیے (صورتاً) امتحان ہو اور ایک وقت (یعنی موت) تک (زندگی سے) فائدہ پہنچانا ہو‘‘۔ (مجمع الزوائد:4/208)

حضرت شعبی کہتے ہیں: جب حضرت حسن بن علیؓ نے معاویہ سے صلح کی تو انھوں نے نُخَیلہ مقام میں ہم میں بیان کیا اور کھڑے ہو کر اللہ کی حمد وثنا بیان کی۔ اور پچھلی حدیث جیسا مضمون بیان کیا اور آخر میں مزید یہ بھی ہے:

میں اسی پر اپنی بات ختم کرتا ہوں، اور میں اپنے لیے اور تمہارے لیے اللہ سے اِستغفار کرتا ہوں۔ (**المستدرک للحاکم**:3/175)

حضرت حسن بن علیؓ نے اپنے اس بیان میں یہ بھی فرمایا:

اما بعد! اے لوگو! اللہ تعالیٰ نے ہمارے پہلوں کے ذریعہ سے (یعنی حضور ﷺ کے ذریعہ سے) تمھیں ہدایت دی اور ہمارے پچھلوں کے ذریعہ (یعنی میرے ذریعہ) تمہارے خون کی حفاظت کی۔ اس خلافت کی تو ایک خاص مدت ہے اور دنیا تو آنے جانے والی چیز ہے کبھی کسی کے پاس ہوتی ہے کبھی کسی کے پاس۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کریم ﷺ سے فرمایا ہے:

﴿وَاِنْ اَدْرِیْ لَعَلَّه فِتْنَةٌ لَّكُمْ وَمَتَاعٌ اِلٰی حِیْنٍ﴾[الأنبياء:111]

’’ اور میں (بالتعین) نہیں جانتا (کہ کیا مصلحت ہے) شاید وہ (تاخیرِ عذاب) تمہارے لیے (صورتاً) امتحان ہو اور ایک وقت (یعنی موت) تک (زندگی سے) فائدہ پہنچانا ہو‘‘۔ (**تاريخ ابن جرير الطبری**:4/124)

حضرت حسین بن علیؓ کا بیان

حضرت محمد بن حسن کہتے ہیں: جب عمر بن سعد نے (لشکر لے کر) حضرت حسینؓ کے پاس پڑاؤ کیا اور حضرت حسین کو یقین ہو گیا کہ یہ لوگ انھیں قتل کر دیں گے، تو انھوں نے اپنے ساتھیوں میں کھڑے ہو کر بیان کیا۔ پہلے اللہ کی حمد وثنا بیان کی

پھر فرمایا:

جو معاملہ تم دیکھ رہے وہ سر پر آن پڑا ہے (ہمیں قتل کرنے کے لیے لشکر آ گیا ہے)۔ دنیا بدل گئی ہے اور اَوپری ہوگئی ہے۔ اس کی نیکی پیٹھ پھیر کر چلی گئی ہے اور دنیا کی نیکی میں سے صرف اتنا رہ گیا جتنا برتن کے نچلے حصہ میں رہ جایا کرتا ہے۔ بس گھٹیا زندگی رہ گئی ہے جیسے مضرِ صحت چراگاہ ہوا کرتی ہے جس کا گھاس کھانے سے ہر جانور بیمار ہو جاتا ہے۔ کیا آپ لوگ دیکھتے نہیں ہیں کہ حق پر عمل نہیں کیا جارہا اور باطل سے رکا نہیں جارہا؟ (ان حالات میں) مومن کو اللہ سے ملاقات کا شوق ہونا چاہیے۔ میں تو اس وقت موت کو بڑی سعادت کی چیز اور ظالموں کے ساتھ زندگی کو پریشانی اور بے چینی کی چیز سمجھتا ہوں۔ (مجمع الزوائد: 9/193)

حضرت عقبہ بن ابی العیزار کی روایت تاریخ ابنِ جریر میں اس طرح ہے کہ حضرت حسینؓ نے ذی حُسُم مقام میں کھڑے ہو کر بیان کیا اور اللہ کی حمد وثنا بیان کی۔ اور پچھلی حدیث جیسا مضمون ذکر کیا۔ (تاریخ ابن جریر: 4/305)

حضرت عقبہ بن ابی العیزار کہتے ہیں: حضرت حسینؓ نے بیضہ مقام میں اپنے ساتھیوں میں اور حُر بن یزید کے ساتھیوں میں بیان کیا۔ پہلے اللہ کی حمد وثنا بیان کی پھر فرمایا:

اے لوگو! حضور ﷺ نے فرمایا ہے کہ جو آدمی ایسے ظالم سلطان کو دیکھے جو اللہ کی حرام کردہ چیزوں کو حلال سمجھے اور اللہ سے کیے ہوئے معاہدے کو توڑے، اور حضور ﷺ کی سنت کا مخالف ہو، اور اللہ کے بندوں کے بارے میں گناہ اور زیادتی کے کام کرتا ہو، اور پھر وہ آدمی اس بادشاہ کو اپنے قول اور فعل سے نہ بدلے، تو اللہ پر حق ہوگا کہ وہ اسے اس جرم کے لائق جگہ یعنی جہنم میں داخل کرے۔ غور سے سنو! ان لوگوں نے شیطان کی اطاعت کو لازم پکڑ لیا ہے اور رحمٰن کی اطاعت چھوڑ دی ہے اور فساد کو غالب کر دیا ہے اور اللہ کی مقرر کردہ حدود کو چھوڑ دیا ہے، اور مالِ غنیمت پر خود قبضہ کر لیا ہے، اور اللہ کی حرام کردہ چیزوں کو حلال اور اللہ کی حلال کردہ چیزوں کو حرام قرار دے دیا ہے۔ ان لوگوں کو بدلنے کا سب سے زیادہ حق مجھ پر ہے۔ تمہارے خط میرے پاس آئے تھے اور تمہارے قاصد بھی مسلسل آتے رہے کہ تم مجھ سے بیعت ہونا چاہتے ہو اور مجھے بے یار و مددگار نہیں چھوڑو گے۔ اب اگر تم اپنی بیعت پر پورے اترتے ہو تو تمہیں پوری ہدایت ملے گی۔ اور پھر میں بھی علی کا بیٹا حسین ہوں اور حضور ﷺ کی صاحب زادی فاطمہ کا بیٹا ہوں۔ میری جان تمہاری جان کے ساتھ ہے اور میرے گھر والے تمہارے گھر والوں کے ساتھ ہیں۔ تم لوگوں کے لیے میں بہترین نمونہ ہوں۔ اور اگر تم نے ایسا نہ کیا اور عہد توڑ دیا اور میری بیعت کو اپنی گردن سے اتار پھینکا تو میری جان کی قسم! ایسا کرنا تم لوگوں کے لیے کوئی اجنبی اور اوپری چیز نہیں ہے، بلکہ تم لوگ تو ایسا میرے والد، میرے بھائی اور میرے چچا زاد بھائی (مسلم بن عقیل) کے ساتھ بھی کر چکے ہو۔ جو تم لوگوں سے

دھوکا کھائے وہ اصل دھوکہ میں پڑا ہوا ہے۔تم اپنے حصے سے چوک گئے اور تم نے (خوش قسمتی میں سے) اپنا حصہ ضائع کر دیا۔ اور جو عہد توڑے گا تو اس کا نقصان خود اسی کو ہوگا اور عن قریب اللہ تعالیٰ تم لوگوں سے مستغنی کر دے گا تم لوگوں کی مجھے ضرورت نہ رہے گی۔ والسلام علیکم ورحمۃ اللہ۔ (تاریخ ابن جریر)۔

حضرت حسن بن علیؓ کی نصیحتیں

حضرت حسن بن علیؓ نے فرمایا: جو دنیا کو طلب کرتا ہے دنیا اسے لے بیٹھتی ہے اور جو دنیا سے بے رغبتی اختیار کر لیتا ہے تو اسے اس کی پروا بھی نہیں ہوتی کہ کون دنیا کو استعمال کر رہا ہے۔ دنیا کی طلب والا اس آدمی کا غلام ہوتا ہے جو دنیا کا مالک ہوتا ہے۔ اور جس کے دل میں دنیا کی طلب نہیں ہوتی اسے تھوڑی دنیا کافی ہو جاتی ہے، اور جس کے دل میں طلب ہوتی ہے اسے ساری دنیا بھی مل جائے تو بھی اس کا کام نہیں چلتا۔ اور جس کا آج کا دن دینی اعتبار سے کل گزشتہ کی طرح ہے تو وہ دھوکے میں ہے اور جس کا آج کا دن کل آیندہ سے بہتر ہے، یعنی کل آیندہ میں اس کی دینی حالت آج سے خراب ہوگئی تو وہ سخت نقصان میں ہے۔ اور جو اپنی ذات کے بارے میں نقصان کی چھان بین نہیں کرتا تو وہ بھی نقصان میں ہے اور جو نقصان میں چل رہا ہے اس کا مر جانا ہی بہتر ہے۔ (کنز العمال:8/222)

حضرت حسن بن علیؓ نے فرمایا: یہ جان لو کہ حلم اور بُردباری زینت ہے، اور وعدہ پورا کرنا مردانگی ہے اور جلد بازی بے وقوفی ہے اور سفر کرنے سے انسان کمزور ہو جاتا ہے اور کمینہ لوگوں کے ساتھ بیٹھنا عیب کا کام ہے اور فاسق فاجر لوگوں کے ساتھ میل جول رکھنے سے انسان پر تہمت لگتی ہے۔ (کنز العمال:8/237)

حضرت حسن بن علیؓ نے فرمایا: لوگ چار قسم کے ہوتے ہیں: ایک تو وہ جسے بھلائی میں سے بہت حصہ ملا، لیکن اس کے اخلاق اچھے نہیں۔ دوسرا وہ جس کے اخلاق تو اچھے ہیں، لیکن بھلائی کے کاموں میں اس کا کوئی حصہ نہیں۔ تیسرا وہ جس کے نہ اخلاق اچھے ہیں اور نہ بھلائی کے کاموں میں اس کا کوئی حصہ ہے، یہ تمام لوگوں میں سب سے برا ہے۔ چوتھا وہ جس کے اخلاق بھی اچھے ہیں اور بھلائی کے کاموں میں اس کا حصہ بھی خوب ہے، یہ لوگوں میں سب سے اَفضل ہے۔ (کنز العمال:8/237)

صحابہ کرامؓ کے لیے روشنی کا چمکنا

حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں: ہم لوگ حضور ﷺ کے ساتھ عِشاء کی نماز پڑھ رہے تھے۔ حضور ﷺ جب سجدے میں جاتے تو حضرت حسین اور حضرت حسنؓ کود کر آپ کی پیٹھ پر چڑھ جاتے۔ جب آپ سجدے سے سر اُٹھاتے تو نرمی سے پکڑ کر ان دونوں کو پیٹھ سے اُتار دیتے۔ آپ جب دوبارہ سجدے میں جاتے تو یہ دونوں پھر چڑھ جاتے۔ حضور ﷺ نے جب

نماز پوری کر لی تو دونوں کو اپنی ران پر بٹھالیا۔ میں کھڑے ہو کر حضورﷺ کی خدمت میں گیا اور عرض کیا: یا رسول اللہ! ان دونوں کو گھر چھوڑ آؤں؟ اتنے میں بجلی چمکی تو حضورﷺ نے ان دونوں سے فرمایا: اپنی ماں کے پاس چلے جاؤ۔ بجلی کی روشنی اتنی دیر رہی کہ یہ دونوں اپنی والدہ کے پاس پہنچ گئے۔(مجمع الزوائد:9/181)

حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں: حضورﷺ کو حضرت حسنؓ سے بہت زیادہ محبت تھی۔ ایک دفعہ اندھیری رات میں حضرت حسن حضورﷺ کے پاس تھے، حضرت حسن نے کہا: میں اپنی امی کے پاس چلا جاؤں؟ میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! میں اس کے ساتھ چلا جاؤں؟ آپ نے فرمایا: نہیں۔ اتنے میں آسمان میں بجلی چمکی اور اس کی روشنی اتنی دیر رہی کہ اس میں چل کر حضرت حسن اپنی والدہ کے پاس پہنچ گئے۔(دلائل النبوة لأبی نعیم، ص:205)

صحابہؓ کو ستانے کی وجہ سے نافرمانوں پر کیا کیا مصیبتیں آئیں

حضرت (عبدالجبار) بن وائل یا حضرت علقمہ بن وائل کہتے ہیں: جو کچھ وہاں (کربلا میں) ہوا تھا، میں اس موقع پر وہاں موجود تھا۔ چناں چہ ایک آدمی نے کھڑے ہو کر پوچھا: کیا آپ لوگوں میں حسین (رضی اللہ عنہ) ہیں؟ لوگوں نے کہا: ہاں ہیں۔ اس آدمی نے حضرت حسینؓ کو گستاخی کے انداز میں کہا: آپ کو جہنم کی بشارت ہو۔ حضرت حسین نے فرمایا: مجھے دو بشارتیں حاصل ہیں: ایک تو نہایت مہربان ربّ وہاں ہوں گے، دوسرے وہ نبیؐ وہاں ہوں گے جو سفارش کریں گے اور ان کی سفارش قبول کی جائے گی۔ لوگوں نے پوچھا: تو کون ہے؟ اس نے کہا: میں ابنِ جویرہ یا ابنِ جویزہ ہوں۔ حضرت حسینؓ نے یہ دعا کی: اللہ! اس کے ٹکڑے ٹکڑے کر کے اسے جہنم میں ڈال دے۔ چناں چہ اس کی سواری زور سے بدکی جس سے وہ سواری سے اس طرح نیچے گرا کہ اس کا پاؤں رکاب میں پھنسا رہ گیا اور سواری تیز بھاگتی رہی اور اس کا جسم او سر زمین پر گھسٹتا رہا جس سے اس کے جسم کے ٹکڑے ٹکڑے گرتے رہے۔ اللہ کی قسم میں صرف اس کی ٹانگ رکاب میں لٹکی رہ گئی۔ (مجمع الزوائد:9/193)

حضرت کلبی کہتے ہیں: حضرت حسینؓ پانی پی رہے تھے ایک آدمی نے ان کو تیر مارا جس سے ان کے دونوں جبڑے شل ہو گئے، تو حضرت حسینؓ نے کہا: اللہ تجھے کبھی سیراب نہ کرے۔ چناں چہ اس نے پانی پیا لیکن پیاس نہ بجھی۔ آخر اتنا پانی پیا کہ اس کا پیٹ پھٹ گیا۔(مجمع الزوائد:9/193)

عبیداللہ بن زیاد کا دربان بیان کرتا ہے کہ جب عبیداللہ بن زیاد حضرت حسینؓ کو شہید کر کے آیا تو میں اس کے پیچھے محل میں داخل ہوا۔ میں نے دیکھا کہ محل میں ایک دم آگ بھڑک اٹھی جو اس کے چہرے کی طرف بڑھی، اس نے فوراً اپنی آستین چہرے کے سامنے کر دی اور مجھ سے پوچھا: تم نے بھی یہ آگ دیکھی ہے؟ میں نے کہا: ہاں۔ اس نے کہا: اسے چھپا کر رکھنا

کسی کو مت بتانا۔(مجمع الزوائد:9/196)

حضرت سفیان کہتے ہیں: میری دادی نے مجھے بتایا کہ قبیلہ جُعفی کے دو آدمی حضرت حسین بن علیؓ کی شہادت کے وقت وہاں موجود تھے۔ان میں سے ایک کی شرم گاہ اتنی لمبی ہوگئی تھی کہ وہ اسے لپیٹا کرتا تھا اور دوسرے کو اتنی زیادہ پیاس لگتی تھی کہ مشک کو منہ لگا کر ساری پی جایا کرتا تھا۔حضرت سفیان کہتے ہیں: میں نے ان دونوں میں سے ایک کا بیٹا دیکھا وہ بالکل پاگل نظر آرہا تھا۔(مجمع الزوائد:9/197)

حضرت اَعمش کہتے ہیں :ایک آدمی نے حضرت حسینؓ کی قبر پر پاخانہ کرنے کی گستاخی کی تو اس سے اس کے گھر والوں میں پاگل پن،کوڑھ اور خارش کی وجہ سے کھال سفید ہو جانے کی بیماریاں پیدا ہوگئیں،اور سارے گھر والے فقیر ہوگئے۔(مجمع الزوائد:9/197)

صحابہ کرامؓ کے قتل ہونے کی وجہ سے پوری دنیا کے نظام میں کیا کیا تبدیلیاں آئیں

حضرت زُہری کہتے ہیں:عبد الملک نے مجھ سے کہا:اگر آپ مجھے یہ بتادیں کہ حضرت حسینؓ کی شہادت کے دن کون سی نشانی پائی گئی تھی تو پھر آپ واقعی بہت بڑے عالم ہیں۔میں نے کہا:اس دن بیت المقدس میں جو بھی کنکری اٹھائی جاتی اس کے نیچے تازہ خون ملتا۔عبد الملک نے کہا:اس بات کو روایت کرنے میں میں اور آپ دونوں برابر ہیں(مجھے بھی یہ بات معلوم ہے)۔(مجمع الزوائد:9/196)

حضرت زُہری کہتے ہیں:جس دن حضرت حسینؓ کو شہید کیا گیا اس دن شام میں جو بھی پتھر اٹھایا جاتا اس کے نیچے خون ہوتا۔(مجمع الزوائد:9/196)

حضرت اُمّ حکیمؓ کہتی ہیں:جس دن حضرت حسینؓ کو شہید کیا گیا اس دن میں کم عمر لڑکی تھی،تو کئی دن تک آسمان خون کی طرح سرخ رہا۔(مجمع الزوائد:9/197)

حضرت ابو قُبیل کہتے ہیں:جب حضرت حسین بن علیؓ کو شہید کیا گیا تو اسی وقت سورج کو اتنا زیادہ گرہن لگا کہ عین دوپہر کے وقت ستارے نظر آنے لگے اور ہم لوگ سمجھے کہ قیامت آگئی۔(مجمع الزوائد:9/197)

صحابہ کرامؓ کے قتل ہونے پر جنّات کا نوحہ کرنا

حضرت اُمّ سلمہؓ فرماتی ہیں:میں نے جنات کو حضرت حسین بن علیؓ پر نوحہ کرتے ہوئے سنا ہے۔(مجمع الزوائد:9/199)

ایک مرتبہ حضرت اُمّ سلمہؓ نے فرمایا: جب سے حضورﷺ کا انتقال ہوا ہے میں نے کبھی بھی جنّ کو کسی کے مرنے پر نوحہ کرتے ہوئے نہیں سنا، لیکن آج رات میں نے سنا ہے اور میرا خیال یہ ہے کہ میرا بیٹا (حضرت حسینؓ) فوت ہوگیا ہے۔ چناں چہ انھوں نے اپنی باندی سے کہا: باہر جا اور پتا کرکے آ۔ چناں چہ باندی نے آکر بتایا کہ واقعی حضرت حسینؓ شہید ہوگئے ہیں۔ پھر حضرت اُمّ سلمہؓ نے بتایا کہ ایک جنّی یہ شعر پڑھ کر نوحہ کررہی تھی:

اَلَا یَا عَیْنُ فَاحْتَفِلِیْ بِجَھْدِیْ
وَمَنْ یَبْکِیْ عَلَی الشُّھَدَاءِ بَعْدِیْ

''اے آنکھ! غور سے سن! اور میں جو رونے کی کوشش اور محنت کررہی ہوں اس کا اہتمام کریں اگر نہیں رووٗں گی تو میرے بعد شُہَدا پر کون روئے گا؟''۔

عَلٰی رَھْطٍ تَقُوْدُھُمُ الْمَنَایَا
اِلٰی مُتَجَبِّرٍ فِیْ مُلْکِ عَبْدٖ

''شُہدا کی وہ جماعت جن کو موت کھینچ کر ایسے ظالم اور جابر انسان کے پاس لے گئی (یعنی عبیداللہ بن زیاد) جو کہ ایک غلام یعنی یزید کی بادشاہت میں فوج کا سپہ سالار ہے''۔

(مجمع الزوائد:9/199)

حضرت میمونہؓ فرماتی ہیں: میں نے جنّات کو حضرت حسین بن علیؓ پر نوحہ کرتے ہوئے سنا۔

(مجمع الزوائد:9/199)

حضرت ابنِ عباسؓ فرماتے ہیں: میں نے دوپہر کے وقت حضورﷺ کو خواب میں دیکھا کہ آپ کے بال بکھرے ہوئے ہیں اور آپ پر گردوغبار پڑا ہوا ہے اور آپ کے ہاتھ میں ایک شیشی ہے۔ میں نے پوچھا: یہ شیشی کیسی؟ آپ نے فرمایا: اس میں حسین اور اس کے ساتھیوں کا خون ہے جسے میں صبح سے جمع کررہا ہوں۔ پھر ہم نے دیکھا تو واقعی حضرت حسینؓ اسی دن شہید ہوئے تھے۔

(تاریخ بغداد:1/142)

ابنِ عبدالبر کی روایت میں یہ بھی ہے کہ آپ کے ہاتھ میں ایک شیشی ہے جس میں خون ہے۔

☆☆☆

الأبواب المنتخبة

منتخب ابواب

حضرت جی مولانا محمد انعام الحسن کاندھلوی رحمہ اللہ

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے مناقب وفضائل کا بیان
(فصل اول)

علی رضی اللہ عنہ میں ہارون علیہ السلام کی مشابہت

(۲۱۱۳) حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول خدا ﷺ نے حضرت علی سے فرمایا: تم میرے لیے ایسے ہو جیسے موسیٰ علیہ السلام کے لیے ہارون علیہ السلام تھے، بس فرق یہ ہے کہ میرے بعد کوئی نبی نہ ہوگا۔ (بخاری، مسلم)

ایمان اور نفاق کی علامت

(۲۱۱۴) حضرت زر بن حبیش (تابعی) کہتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: قسم ہے اس ذات کی جس نے دانہ کو پھاڑا (یعنی اُگایا) اور ذی روح کو پیدا کیا! نبی اُمی ﷺ نے مجھے وصیت کی تھی کہ جو مومن ہوگا وہ مجھ سے محبت رکھے گا، اور جو منافق ہوگا وہ مجھ سے عداوت رکھے گا۔ (مسلم)

اللہ اور اس کے رسول کا محبوب

(۲۱۱۵) حضرت سہل بن سعد ساعدی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول خدا ﷺ نے غزوہ خیبر کے دن ارشاد فرمایا: کل میں یہ جھنڈا ایک ایسے شخص کو دوں گا جس کے ہاتھ پر اللہ تعالیٰ فتح عطا فرمائے گا، اور وہ شخص اللہ اور اس کے رسول کو دوست رکھتا ہے، اور اللہ اور اس کا رسول اس کو دوست رکھتے ہیں۔ چنانچہ لوگوں نے جب صبح کی تو ہر شخص اس آرزو کے ساتھ رسول خدا ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا کہ جھنڈا اسی کو ملے۔ آنحضرت ﷺ نے تمام صحابہ پر نظر ڈال کر ارشاد فرمایا: علی بن ابی طالب کہاں ہیں؟ صحابہ نے عرض کیا: یا رسول اللہ! وہ آشوب چشم میں مبتلا ہیں (اس لیے یہاں حاضر نہیں ہوئے) آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا: کسی کو بھیج کر ان کو بلوا لو، چنانچہ حضرت علی کو بلا کر لایا گیا۔ پھر رسول خدا ﷺ نے اپنا لعاب دہن ان کی آنکھوں میں ڈالا تو وہ ٹھیک ہو گئے گویا ان کو کوئی تکلیف اور درد تھا ہی نہیں، اس کے بعد آپ نے ان کو جھنڈا عطا فرمایا۔ حضرت علی نے پوچھا: یا رسول اللہ! میں ان لوگوں

(یعنی دشمنوں) سے اس وقت تک لڑتا رہوں جب تک وہ ہماری طرح (مسلمان) نہ ہو جائیں؟ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا: جاؤ اور نرمی اور بردباری کے ساتھ چل کر ان (دشمنوں) کے علاقہ میں پہنچو، پھر (سب سے پہلے) ان کو اسلام کی دعوت دو اور ان کو اللہ کے وہ حقوق بتاؤ جو اسلام میں ان پر عائد ہوتے ہیں، پس خدا کی قسم! تمہارے ذریعہ اللہ تعالیٰ کسی ایک شخص کو بھی ہدایت دیدے تو تمہارے لیے تمہیں ملنے والے سرخ اونٹوں سے بہت بہتر ہے۔ (بخاری مسلم)

(فصل دوم)

کمال قرب و تعلق کا اظہار

(۲۱۱۶) حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: علی مجھ سے ہیں اور میں علی سے ہوں۔ نیز وہ (علی) ہر مومن کے دوست و مددگار ہیں (ترمذی)

(۲۱۱۷) حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: میں جس کا دوست ہوں علی بھی اس کے دوست ہیں۔ (احمد، ترمذی)

(۲۱۱۸) حضرت حبشی بن جنادہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول خدا ﷺ نے ارشاد فرمایا: علی مجھ سے ہیں اور میں علی سے ہوں، میری طرف سے (نقض عہد کی ذمہ داری) میرے اور علی کے علاوہ کوئی ادا نہ کرے (ترمذی)

(۲۱۱۹) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب رسول خدا ﷺ نے اپنے صحابہ کے درمیان بھائی چارہ کر دیا تو حضرت علی اس حال میں (آنحضرت ﷺ کے پاس) آئے کہ ان کی آنکھوں سے آنسو جاری تھے، اور عرض کیا: آپ نے اپنے صحابہ کے درمیان بھائی چارہ فرما دیا لیکن میرا کسی سے بھائی چارہ نہیں کیا (یہ سن کر) رسول خدا ﷺ نے ارشاد فرمایا: تم میرے بھائی ہو دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی۔ (ترمذی)

خدا کا محبوب ترین بندہ

(۲۱۲۰) حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ (ایک دن) نبی کریم ﷺ کے سامنے (بھنا یا پکا ہوا) پرندہ رکھا ہوا تھا۔ آپ نے دعا مانگی اے اللہ! تیری مخلوق میں جو بہت زیادہ تجھ کو محبوب ہے، اس کو میرے پاس بھیج دے تاکہ وہ میرے ساتھ اس پرندہ کا گوشت کھائے۔ پس حضرت علی آئے، اور انہوں نے آنحضرت ﷺ کے ساتھ کھایا۔ (ترمذی)

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ حضور ﷺ کا برتاؤ

(۲۱۲۱) حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں رسول خدا ﷺ سے جب بھی کچھ مانگتا تو آپ عطا فرما دیتے، اور جب میں خاموش رہتا (یعنی مانگنے سے حجاب برتا) تو آپ ازخود دیدتے تھے۔ (ترمذی)

علم وحکمت کا گھر اوراس کا دروازہ

(۲۱۲۲) حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول خدا ﷺ کا ارشاد ہے: میں حکمت و دانائی کا گھر ہوں اور علی اس گھر کا دروازہ ہیں۔ (ترمذی)

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے حضور ﷺ کی سرگوشی

(۲۱۲۳) حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ غزوہ طائف کے دن رسول خدا ﷺ نے حضرت علی کو بلایا، اوران سے سرگوشی کرنے لگے (اور جب باتوں کا سلسلہ کچھ دراز ہوگیا) تو (منافقین نے یا صحابہ میں سے عام) لوگوں نے کہا: اپنے چچا کے بیٹے کے ساتھ رسول اللہ ﷺ نے بڑی دیر تک کانا پھوسی کی! رسول اللہ ﷺ نے یہ سنا تو) ارشاد فرمایا: علی کے ساتھ میں نے سرگوشی نہیں کی بلکہ اللہ نے ان سے سرگوشی کی ہے۔ (یعنی اللہ تعالیٰ نے مجھے خفیہ طریقہ پر جو باتیں پہنچانے کا حکم دیا تھا، میں نے وہی باتیں خفیہ طریقہ پر ان کو پہنچائی ہیں) (ترمذی)

حضور ﷺ کی اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خصوصیت

(۲۱۲۴) حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول خدا ﷺ نے حضرت علی سے فرمایا اے علی! میرے اور تمہارے سوا کسی کو جائز نہیں کہ وہ جنابت یعنی ناپاکی کی حالت میں مسجد میں آئے۔ علی بن منذر کا بیان ہے کہ میں نے ضِرار بن صُرَد سے پوچھا: اس حدیث کا کیا مطلب ہے؟ تو انہوں نے بتایا (اس کے معنی یہ ہیں کہ) میرے اور تمہارے سوا کسی شخص کے لیے جائز نہیں ہے کہ وہ جنابت یعنی ناپاکی کی حالت میں مسجد کو گزرگاہ بنائے اور اس کے اندر سے آوے جاوے۔ (ترمذی)

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے حضور ﷺ کی محبت

حضرت ام عطیہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ (ایک مرتبہ) رسول خدا ﷺ نے (کسی جنگی مہم پر) ایک لشکر روانہ فرمایا، اس میں حضرت علی بھی شامل تھے۔ اُمِ عطیہ کا بیان ہے کہ اس موقع پر میں نے رسول ﷺ کو ہاتھ اٹھا کر یہ دعا مانگتے سنا الٰہی! مجھ کو اس وقت تک موت نہ دینا جب تک تو مجھے علی کو (عافیت وسلامتی کے ساتھ واپس لاکر) نہ دکھادے۔ (ترمذی)

(فصل سوم)

منافق اور مومن کی نشانی

(۲۱۲۶) حضرت اُم سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول خداﷺ نے ارشاد فرمایا منافق علی سے محبت نہیں رکھتا، اور مومن علی سے بغض اور دشمنی نہیں رکھتا۔ (احمد، ترمذی)

حضرت علی رضی اللہ عنہ کو برا کہنا کتنا برا ہے؟

(۲۱۲۷) حضرت اُم سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول خداﷺ نے ارشاد فرمایا جس شخص نے علی کو برا کہا اس نے گویا مجھ کو برا کہا۔ (احمد)

علی رضی اللہ عنہ میں عیسی علیہ السلام کی مشابہت

(۲۱۲۸) حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ (ایک دن) رسول خداﷺ نے مجھ سے ارشاد فرمایا تم میں عیسیٰ علیہ السلام کی ایک مشابہت ہے، یہودیوں نے ان (عیسی علیہ السلام) سے اتنا زیادہ بغض وعناد رکھا کہ ان کی ماں (مریم) پر (زنا کا) بہتان باندھا، اور عیسائیوں نے ان سے اتنی زیادہ محبت کی کہ ان کو اس مرتبہ ومقام پر پہنچا دیا جو ان کے لیے ثابت نہیں ہے (یعنی ان کو خدا یا خدا کا بیٹا قرار دے ڈالا)

یہ حدیث بیان کرنے کے بعد حضرت علی نے فرمایا (مجھے یقین ہے کہ ارشاد نبوی کے مطابق حضرت عیسی کی طرح) میرے بارے میں بھی دو شخص یعنی دو گروہ ہلاک (یعنی گمراہ) ہوں گے، ایک حد سے زیادہ محبت کرنے والا جو مجھ کو ان خوبیوں اور بڑائیوں کا حامل قرار دے گا جو مجھ میں نہیں ہیں، اور دوسرا مجھ سے بغض وعنادر رکھنے والا جو میری دشمنی سے مغلوب ہو کر مجھ پر بہتان باندھے گا۔ (احمد)

غدیرخم کا واقعہ

(۲۱۲۹) حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ اور زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول خداﷺ جب غَدِیرِخُم پر اترے تو آپ نے (صحابہ کو جمع کیا، پھر) حضرت علی کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے کر فرمایا: (اے میرے اصحاب!) کیا تم نہیں جانتے کہ میں مؤمنین سے ان کی جانوں سے زیادہ قریب وعزیز ہوں؟ صحابہ نے عرض کیا: بے شک جانتے ہیں، اس کے بعد آپﷺ نے فرمایا: کیا تم نہیں جانتے کہ میں ہر مؤمن سے اس کی جان سے زیادہ قریب وعزیز ہوں؟ صحابہ نے عرض کیا: بے شک جانتے ہیں۔ تب آپ نے ارشاد فرمایا: اے اللہ! جس

شخص کا میں دوست ہوں علی اس کا دوست ہے۔ الٰہی تو اس شخص کو دوست رکھ جو علی کو دوست رکھے اور تو اس شخص کو اپنا دشمن قرار دے جو علی سے دشمنی رکھے۔

اس واقعہ کے بعد حضرت عمر جب حضرت علی سے ملے تو ان سے کہا: اے ابن ابی طالب مبارک ہو تم تو صبح کے وقت بھی اور شام کے وقت بھی (یعنی ہر آن ہر لحہ) ہر مسلمان مرد و عورت کے دوست ہو۔ (احمد)

حضرت علی سے حضرت فاطمہ کا نکاح

(۲۱۳۰) حضرت بُریدہ رضی اللہ عنہبیان فرماتے ہیں کہ حضرت ابوبکر اور حضرت عمر نے فاطمہ سے نکاح کا پیغام دیا تو رسول خدا ﷺ نے کہہ دیا کہ وہ کم سن ہے، پھر جب حضرت علی نے فاطمہ سے اپنے نکاح کا پیغام دیا تو آپ نے ان سے فاطمہ کا نکاح کر دیا۔ (نسائی)

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی ایک خصوصیت

(۲۱۳۱) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے (مسجد نبوی کی طرف کھلنے والے دروازوں میں سے) حضرت علی کے دروازہ کے علاوہ اور سب دروازوں کو بند کرنے کا حکم فرمایا۔ (ترندی)

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی قدر و منزلت

(۲۱۳۲) حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ رضی اللہ عنہ کے نزدیک مجھ کو ایسی قدر و منزلت حاصل تھی جو خلقت میں سے کسی کو حاصل نہیں تھی، میں آپ کے پاس اخیر رات میں پہنچ جاتا (اور دروازہ پر کھڑے ہو کر طلب اجازت کے لیے) کہتا السلام علیک یا نبی اللہ! اگر آنحضرت ﷺ (میرا اسلام سن کر) کھنکار دیتے تو میں اپنے گھر واپس چلا آتا، اور اگر آپ نہ کھنکارتے تو میں (بے تکلف) آنحضرت ﷺ کے پاس چلا جاتا۔ (نسائی)

حضور ﷺ کی مقبول دعا

(۲۱۳۳) حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ (ایک مرتبہ) میں سخت بیمار تھا، اور رسول خدا ﷺ میرے پاس سے گزرے، جب کہ میں (مرض کی شدت سے جناب ہو کر) یہ دعا مانگ رہا تھا الٰہی! اگر میری موت کا وقت آ پہنچا ہے تو مجھ کو (موت دے کر مرض کی اذیت سے نجات اور ابدی) سکون عطا فرما، اور اگر ابھی وقت نہیں آیا ہے تو (صحت بحال کر کے) مجھ کو راحت و کشادگی (یعنی صحت و تندرستی کی خوشی) عطا فرما، اور اگر یہ بیماری

امتحان و آزمائش ہے تو مجھے صبر و برداشت کی قوت عطا فرما! (تاکہ میں بے تابی و بے قراری کا اظہار نہ کروں رسول خدا ﷺ نے (مجھے یوں دعا مانگتے سنا تو) ارشاد فرمایا: تم کس طرح دعا مانگ رہے تھے؟ میں نے دعا کے الفاظ آپ کے سامنے دہرائے۔ آپ نے (دعا کے الفاظ سننے کے بعد) اپنے پاؤں سے مجھ کو ٹھوکا دیا، پھر یوں دعا فرمائی الٰہی! اس (علی) کو عافیت عطا فرما یا یہ فرمایا اس کو شفا عطا فرما (یہ راوی کا اظہار شک ہے) حضرت علی کہتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ کی اس دعا کے بعد پھر مجھ کو وہ بیماری کبھی لاحق نہیں ہوئی (ترمذی)

نبی کریم ﷺ کے اہل بیت کے مناقب وفضائل کا بیان

(فصل اول)

چار حضرات اہل بیت میں شامل ہیں

(۲۱۶۰) حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ جب یہ آیت ﴿قُلْ تَعَالَوْا نَدْعُ أَبْنَاءَ نَا وَأَبْنَاءَ كُمْ﴾ نازل ہوئی تو رسول اللہ ﷺ نے حضرت علی، حضرت فاطمہ، حضرت حسن اور حضرت حسین کو بلایا اور کہا خداوند! یہ میرے اہل بیت ہیں (مسلم)

(۲۱۶۱) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں کہ ایک دن صبح کو نبی کریم ﷺ باہر نکلے، اس وقت آپ کے بدنِ مبارک پر ایک سیاہ بالوں کی کملی تھی جس پر اونٹ کے کجاووں کی تصویریں بنی ہوئی تھیں۔ اتنے میں حضرت حسن بن علی آ گئے، اور آپ نے ان کو اپنی کملی کے اندر لے لیا، پھر حضرت حسین آئے، اور آپ نے ان کو بھی حضرت حسن کے ساتھ کملی کے اندر لے لیا، پھر حضرت فاطمہ آئیں، اور آپ نے ان کو بھی کملی کے اندر لے لیا، پھر حضرت علی آئے، اور آپ نے ان کو بھی کملی کے اندر لے لیا، پھر آپ نے یہ آیت پڑھی: ﴿إِنَّمَا يُرِيدُ اللَّهُ لِيُذْهِبَ عَنكُمُ الرِّجْسَ أَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيرًا﴾ یعنی اے اہل بیت! اللہ تعالیٰ چاہتا ہے کہ تم کو (گناہوں اور برائیوں کی) پلیدی سے بچائے، اور تم کو پاک صاف رکھے۔ (مسلم)

حضور ﷺ کی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے سرگوشی

(۲۱۶۳) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ہم نبی کریم ﷺ کی بیویاں آپ کے پاس بیٹھی ہوئی تھیں کہ حضرت فاطمہ آئیں۔ ان کی چال رسول خدا ﷺ کی چال سے (ذرا بھی) مختلف نہیں تھی (یعنی آنحضرت اور حضرت فاطمہ دونوں ایک ہی طرح چلتے تھے) بہر حال آنحضرت ﷺ نے جب حضرت فاطمہ کو (آتے) دیکھا تو

ارشاد فرمایا میری بیٹی مَرحَباً، پھر آپ نے ان کو (اپنے پاس بٹھا لیا، اور چپکے چپکے ان سے باتیں کیں تو حضرت فاطمہ زور زور سے رونے لگیں۔ آپ نے دیکھا کہ فاطمہ بہت رنجیدہ ہوگئی ہیں تو پھر ان سے سرگوشی کرنے لگے اور حضرت فاطمہ ہنسنے لگیں۔ پھر جب رسول اللہ ﷺ اٹھ کر چلے گئے تو میں نے حضرت فاطمہ سے پوچھا: تم سے آنحضرت ﷺ چپکے چپکے کیا باتیں کر رہے تھے؟ حضرت فاطمہ نے جواب دیا: رسول اللہ ﷺ کا راز میں افشاء کرنے والی نہیں ہوں۔ اس وقت میں خاموش ہوگئی لیکن جب آنحضرت ﷺ کی وفات ہوئی تو میں نے حضرت فاطمہ سے کہا: (ماں ہونے کی حیثیت سے) تم پر میرا جو حق ہے اس کا واسطہ اور قسم دے کر کہتی ہوں کہ مجھ کو اس سرگوشی کے بارے میں بتا دو جو (اس دن) آنحضرت ﷺ نے تم سے کی تھی۔ فاطمہ بولیں ہاں اب (جب کہ آنحضرت ﷺ اس دنیا سے تشریف لے جاچکے ہیں اس راز کو ظاہر کرنے میں کوئی مضائقہ نہ سمجھتے ہوئے) میں بتاتی ہوں کہ آنحضرت ﷺ نے جو پہلی بار مجھ سے سرگوشی کی تھی تو اس میں مجھ سے یہ ارشاد فرمایا تھا کہ جبرئیل مجھ سے سال بھر میں ایک مرتبہ (یعنی رمضان میں) قرآن کا دور کیا کرتے تھے لیکن اس سال (رمضان میں) انہوں نے مجھ سے دوبار دور کیا، اس کا مطلب میں نے یہ نکالا ہے کہ میری موت کا وقت قریب آ گیا ہے، پس (اے فاطمہ!) میں تمہیں وصیت کرتا ہوں کہ اللہ سے ڈرتی رہنا، اور صبر کرنا، بلاشبہ میں تمہارے لیے بہترین پیش رو ہوں۔ (یہ وہ بات تھی جس کو سن کر) میں رونے لگی، پھر جب آپ نے میری بے صبری کو دیکھا تو دوبارہ مجھ سے سرگوشی کی، اور فرمایا: اے فاطمہ! کیا تم اس بات سے خوش نہیں ہو کہ تم اہلِ جنت کی عورتوں یا یہ فرمایا کہ مؤمنین کی عورتوں کی سردار بنائی جاؤ۔ (یہ سن کر میں ہنسنے لگی تھی)۔

اور ایک روایت میں حضرت فاطمہ کے یہ الفاظ منقول ہیں کہ جب آپ نے (پہلی مرتبہ) مجھ سے سرگوشی کی تو یہ فرمایا تھا کہ آپ اس بیماری میں وفات پا جائیں گے تو میں رونے لگی تھی، پھر (دوسری مرتبہ) آپ نے مجھ سے سرگوشی کی اور مجھ کو یہ بتایا کہ آپ کے اہل بیت میں سب سے پہلے میں ہی آپ سے جا کر ملوں گی تو میں ہنسنے لگی تھی۔ (بخاری، مسلم)

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی فضیلت

(۲۱۶۴) حضرت مِسوَر بن مَخرَمہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: فاطمہ میرے گوشت کا ٹکڑا ہے جس نے فاطمہ کو خفا کیا اس نے مجھ کو خفا کیا''،

اور ایک روایت میں یہ الفاظ (بھی) ہیں: جو چیز فاطمہ کو تشویش میں ڈالتی ہے وہ مجھ کو تشویش میں مبتلا کر دیتی ہے، اور جو چیز فاطمہ کو دکھ دیتی ہے وہ چیز مجھ کو بھی دکھ دیتی ہے۔ (بخاری مسلم)

حضور ﷺ کی نہایت اہم وصیت

(۲۱۶۵) حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ یہ فرماتے ہیں کہ رسول خدا ﷺ ایک دن مکہ اور مدینہ کے درمیان ایک پانی کے مقام پر جس کو خم کہا جاتا ہے خطاب عام کے لیے ہمارے سامنے کھڑے ہوئے، پہلے اللہ کی حمد وثنا بیان کی، پھر لوگوں کو (اچھی باتوں اور اچھے اعمال کی) نصیحت فرمائی، اور ان کو اللہ کا ثواب وعذاب یاد دلایا، اور غفلت وکوتاہی سے خبردار کیا، پھر ارشاد فرمایا:

بعد ازاں، اے لوگو! آگاہ ہو، میں ایک انسان ہوں، وہ وقت قریب ہے جب میرے پروردگار کا قاصد (یعنی ملک الموت) آئے، اور میں اپنے پروردگار کا حکم قبول کروں، اور میں تمہارے درمیان دو بھاری اور عظیم چیزیں چھوڑ جاتا ہوں جن میں سے ایک کتاب اللہ ہے جس میں ہدایت، اور نور ہے، پس تم کتاب اللہ کو پکڑو اور مضبوط تھامو، غرض کہ آپ ﷺ نے لوگوں کو کتاب اللہ کے تئیں خوب جوش دلایا اور اس کی طرف راغب کیا پھر ارشاد فرمایا اور (ان دو عظیم چیزوں میں سے دوسری چیز) میرے اہل بیت ہیں، میں تمہیں اللہ کا وہ عذاب یاد دلاتا ہوں جو میرے اہل بیت کے حقوق کی ادائیگی میں کوتاہی کے سبب ہوگا۔ میں (دوبارہ) تمہیں اللہ کا وہ عذاب یاد دلاتا ہوں جو میرے اہل بیت کے حقوق کی ادائیگی میں کوتاہی کے سبب ہوگا۔ اور ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں: کتاب اللہ، اللہ کی رسی ہے، جو شخص کتاب اللہ کی اتباع کرے گا (یعنی اس پر ایمان لائے گا، اس کو یاد کرے گا، اخلاص کے ساتھ اس کا علم حاصل کرے گا، اور اس پر عمل پیرا رہے گا) وہ راہ راست پر رہے گا، اور جو شخص اس کو چھوڑ دے گا وہ گمراہ ہوگا۔ (مسلم)

حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے حضور ﷺ کی محبت

(۲۱۶۷) حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے (ایک دن) نبی کریم ﷺ کو اس حال میں دیکھا کہ حضرت حسن بن علی آپ کے کاندھے پر سوار تھے اور آپ فرما رہے تھے: اے اللہ! میں اس سے (بہت) محبت رکھتا ہوں، تو بھی اس سے محبت رکھ۔ (بخاری، مسلم)

(۲۱۶۸) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ دن کے ایک حصہ میں باہر نکلا، جب آپ حضرت فاطمہ کے گھر پہنچے تو پوچھا کیا یہاں منا ہے؟ کیا یہاں مُنا ہے؟ یعنی حسن ہے؟ ابھی آپ نے چند ہی لمحے گزارے تھے کہ حضرت حسن دوڑتے ہوئے آئے، پھر حضرت حسن آنحضرت ﷺ کے گلے سے اور آنحضرت ﷺ حضرت حسن کے گلے سے لپٹ گئے، پھر رسول خدا ﷺ نے ارشاد فرمایا خدایا! میں اس سے

بہت محبت رکھتا ہوں تو بھی اس سے محبت رکھ اور اس شخص سے بھی محبت رکھ جو اس سے محبت رکھے۔(بخاری، مسلم)

(۲۱۶۹) حضرت ابو بکرہ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ (ایک دن) میں نے رسول اللہ ﷺ کو اس حال میں منبر پر (خطبہ دیتے ہوئے) دیکھا کہ حضرت حسن بن علی آپ کے پہلو میں تھے، کبھی آپ (وعظ و نصیحت کے لیے) لوگوں کی طرف دیکھتے، اور کبھی (پیار و محبت بھری نظروں سے) حضرت حسن بن علی کی طرف دیکھتے، اور فرماتے یہ میرا بیٹا سید ہے، اور امید ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کے ذریعہ مسلمانوں کے دو بڑے گروہوں کے درمیان صلح کرائے گا (بخاری)

حضور ﷺ کے دو پھول

(۲۱۷۰) حضرت عبدالرحمٰن بن ابی نُعم کہتے ہیں: میں نے حضرت عبداللہ بن عمر سے سنا جب کہ اہل عراق یعنی اہل کوفہ میں سے کسی شخص نے ان سے محرم کے بارے میں پوچھا تھا (اس روایت کو حضرت عبدالرحمٰن سے روایت کرنے والے راوی حضرت شعبہ کہتے ہیں کہ میرا خیال ہے کہ پوچھنے والے نے یہ دریافت کیا تھا کہ مُحرم مکھی کو مار ڈالے تو اس کا کیا بدلہ دے؟ اس پر حضرت ابن عمر نے فرمایا عراق یعنی کوفہ کے لوگ مجھ سے مکھی مار ڈالنے کے بارے میں شرعی حکم دریافت کرتے ہیں! حالانکہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کی بیٹی کے بیٹے کو مار ڈالا جن کے متعلق رسول اللہ ﷺ نے یہ ارشاد فرمایا تھا کہ یہ دونوں (یعنی حسن اور حسین) میری دنیا کے دو پھول ہیں۔ (بخاری)

حضور ﷺ سے حسنین کی جسمانی مشابہت

(۲۱۷۱) حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ سے سب سے زیادہ مشابہت رکھنے والے حضرت حسن بن علی کے علاوہ کوئی نہیں تھا، نیز حضرت انس نے حضرت حسین کے بارے میں بھی کہا کہ وہ بھی رسول اللہ ﷺ سے بہت زیادہ مشابہ تھے۔(بخاری)

(فصل دوم)

کتاب اللہ اور اہل بیت کو مضبوطی سے تھامنے کی وصیت

(۲۱۷۷) حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ انہوں نے فرمایا: میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ آپ اپنے حج کے موقع پر عرفہ کے دن اپنی قصواء نامی اونٹنی پر خطبہ دے رہے ہیں، پس میں نے آپ کو یہ فرماتے ہوئے سنا لوگو! میں تمہارے درمیان وہ چیز چھوڑ کر جارہا ہوں کہ تم نے اگر اس کو مضبوطی سے پکڑے رکھا تو تم کبھی گمراہ نہیں ہو گے۔ یعنی اللہ تعالیٰ کی کتاب، اور میری اولاد یعنی میرے اہل بیت۔ (ترمذی)

(۲۱۷۸) حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا میں تم میں دو چیزیں چھوڑ کر جارہا ہوں میرے بعد جب تک تم انہیں پکڑے رہو گے کبھی گمراہ نہ ہو گے۔ ان میں سے ایک دوسرے سے عظیم تر ہے۔ وہ ایک (جو عظیم تر) ہے اللہ کی کتاب ہے، اور آسمان سے زمین کی طرف پھیلی ہوئی رسی ہے، اور دوسری میری اولاد یعنی میرے گھر والے ہیں، اور وہ دونوں الگ نہ ہوں گے یہاں تک کہ حوض کوثر پر وہ دونوں میرے پاس آ پہنچیں گے، پس تم لوگ سوچ لو کہ تم میرے بعد ان کے ساتھ کیسا معاملہ کرتے ہو؟۔ (ترمذی)

اہل بیت سے عداوت رکھنے کا انجام

(۲۱۷۹) حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے حضرت علی، حضرت فاطمہ، حضرت حسن اور حضرت حسین کے حق میں ارشاد فرمایا جو کوئی ان سے لڑے گا میں اس سے لڑوں گا اور جو کوئی ان سے مصالحت رکھے گا میں اس سے مصالحت رکھوں گا۔ (ترمذی)

حضرت فاطمہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہما کی فضیلت

(۲۱۸۰) حضرت جُمَیع بن عُمیر (تابعی) کہتے ہیں کہ (ایک دن) میں اپنی پھوپھی کے ساتھ اُم المومنین حضرت عائشہ کی خدمت میں حاضر ہوا تو میں نے پوچھا: رسول خدا ﷺ کو سب سے زیادہ محبت کس سے تھی؟ حضرت عائشہ نے جواب دیا فاطمہ سے پھر میں نے پوچھا: اور مردوں میں سب سے زیادہ محبت کس سے تھی؟ حضرت عائشہ نے فرمایا: فاطمہ کے شوہر (علی مرتضیٰ) سے۔ (ترمذی)

حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہما کے فضائل

(۲۱۸۸) حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول خدا ﷺ نے ارشاد فرمایا: حسن اور حسین دونوں جنتی جوانوں کے سردار ہیں۔ (ترمذی)

(۲۱۸۹) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا حسن اور حسین دونوں میری دنیا کے دو پھول ہیں۔ (ترمذی)

(۲۱۹۰) حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں ایک دن رات میں اپنی کسی ضرورت سے نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ (اپنے گھر سے) اس حال میں باہر تشریف لائے کہ کسی چیز کو لپیٹے ہوئے تھے، اور میں نہیں جانتا تھا کہ وہ کیا چیز ہے؟ پھر جب میں اپنی ضرورت کو عرض کر چکا تو پوچھا: یہ کیا چیز ہے جو آپ نے لپیٹ رکھی ہے؟ آپ نے اس چیز کو کھولا تو کیا دیکھتا ہوں کہ حسن اور حسین آپ کی دونوں کوکھوں پر تھے (آپ نے ان دونوں کو گود میں لے کر چادر سے لپیٹ رکھا تھا) پھر آپ نے ارشاد فرمایا یہ دونوں میرے بیٹے ہیں اور میری بیٹی کے بیٹے ہیں، خداوند! میں ان دونوں کو محبوب رکھتا ہوں تو بھی ان کو محبوب رکھ اور ہر اس شخص کو محبوب رکھ جو ان دونوں کو محبوب رکھے۔ (ترمذی)

(۲۱۹۱) حضرت سلمی (جو حضرت ابو رافع کی بیوی ہیں) بیان فرماتی ہیں کہ (ایک دن) میں ام المومنین حضرت اُم سلمہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوئی تو کیا دیکھتی ہوں کہ وہ رو رہی ہیں۔ میں نے پوچھا: کیوں رو رہی ہو؟ انہوں نے جواب دیا: میں نے رسول خدا ﷺ کو (خواب میں) اس حالت میں دیکھا کہ آپ کا سر اور ڈاڑھی گرد آلود ہے۔ پھر میں نے دریافت کیا یا رسول اللہ! آپ گرد آلود کیوں ہیں؟ تو آپ نے ارشاد فرمایا: میں ابھی حسین کی قتل گاہ میں حاضر ہوا تھا (اس لیے گرد آلود ہوں) (ترمذی)

(۲۱۹۲) حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ رسول خدا ﷺ سے پوچھا گیا کہ آپ کے اہل بیت میں سے کون شخص آپ کو سب سے زیادہ عزیز و محبوب ہے۔ آپ نے ارشاد فرمایا حسن اور حسین۔ اور (حضرت انس نے یہ بھی بیان فرمایا کہ) آنحضرت ﷺ (کسی وقت حسن و حسین کو گھر میں نہ دیکھتے تو) حضرت فاطمہ سے ارشاد فرماتے: میرے دونوں بیٹوں کو بلاؤ۔ پھر (جب حسن و حسین آ جاتے تو) آپ ان دونوں کو سونگھتے (اس لیے کہ وہ آپ کے پھول تھے) اور ان کو اپنے گلے سے لگاتے۔ (ترمذی)

(۲۱۹۳) حضرت بُریدہ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ (ایک دن) رسول خدا ﷺ ہمارے سامنے خطبہ

ارشادفرمارہے تھے کہ اچانک حضرت حسن اورحضرت حسین آ گئے ۔ وہ دونوں سرخ کرتے پہنے ہوئے تھےاور(کم سنی اورکمزوری کی وجہ سے) وہ دونوں چلتے چلتے زمین پرگر پڑتے تھے۔ چنانچہ رسول خداﷺ (ان کو دیکھ کر)منبر سے اترےاوران کواپنی گود میں اُٹھالیا، پھران کواپنے پاس بٹھا کرارشادفرمایا:اللہ تعالیٰ نے سچ فرمایاہے :﴿إِنَّمَا اَمْوَالُكُمْ وَ اَوْلاَ دُكُمْ فِتْنَةٌ﴾ میں نے ان دونوں بچوں کودیکھا کہ ان سے چلانہیں جارہاہےاورگرتے پڑتے چلے آرہے ہیں تو(ان کی محبت میں) مجھ سےصبر نہ ہوسکا،اور میں نے اپنی بات (یعنی وعظ ونصیحت)کوموقوف کیا،اورمنبر سے اتر کران کوگود میں اٹھالیا۔(ترمذی،ابوداوٗد،نسائی)

(۲۱۹۴)حضرت یعلی بن مُرَّہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہﷺ نے ارشادفرمایا:حسین مجھ سے ہیں، اور میں حسین سے ہوں ،اور جس شخص نے حسین سے محبت رکھی ،اس نے اللہ تعالیٰ سے محبت رکھی،حسین نواسوں میں سے ایک نواساہے۔(ترمذی)

(۲۱۹۵) حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے روایت ہے کہ انہوں نے ارشادفرمایا حضرت حسن رسول خداﷺ سے بہت مشابہ ہیں سینہ سے لے کرسر تک ،اورحضرت حسین نبی کریمﷺ سے بہت مشابہ ہیں ان اعضاء میں جو سینہ سے نیچے ہیں۔(ترمذی)

(۲۱۹۶) حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ(ایک روز) میں نے اپنی والدہ سے کہا: آپ مجھے اجازت دیجیے کہ آج مغرب کی نماز جا کر رسول خداﷺ کے ساتھ پڑھوں ، پھر آنحضرتﷺ سے درخواست کروں کہ وہ میرے اور آپ کے لیے بخشش ومغفرت کی دعا فرمائیں۔ چنانچہ (میری والدہ نے مجھے اجازت دیدی اور) میں نبی کریمﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا،اور آپ کے ساتھ مغرب کی نماز پڑھی۔آپ (مغرب کی نماز پڑھنے کے بعد)نوافل پڑھتے رہے یہاں تک کہ عشاء کی نماز پڑھی،اور جب آپ نماز سے فارغ ہوکرگھر کی طرف چلے تو میں بھی آپ کے پیچھے پیچھے چلا،آپ نے میری آواز (یعنی میرے قدموں یا جوتوں کی آواز)سن لی، چنانچہ آپ نے پوچھا:یہ کون ہے؟ حذیفہ ہے؟ میں نے جواب دیا:جی ہاں!(میں حذیفہ ہوں) آپ نے پھر پوچھا: کیا چاہتے ہو،اللہ تعالیٰ تمہاری اورتمہاری ماں کی مغفرت فرمائے !(دیکھو)یہ ایک فرشتہ ہے جو اس رات سے پہلے کبھی زمین پرنہیں اترا، اس (فرشتہ) نے اپنے پروردگار سے اس بات کی اجازت لی ہے کہ (زمین پر)آ کر مجھ کوسلام کرے اور مجھ کو یہ خوشخبری سنائے کہ فاطمہ جنتی عورتوں کی سردار ہیں،اورحسن وحسین جنتی جوانوں کےسردار ہیں ۔ (ترمذی)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ (ایک روز) رسول خدا ﷺ حضرت حسن بن علی کو اپنے کندھے پر بٹھائے ہوئے تھے کہ ایک شخص نے کہا: اے (خوش نصیب) منے کیسی اچھی سواری پر تم سوار ہو، نبی کریم ﷺ نے (یہ سن کر) ارشاد فرمایا اور وہ سوار بھی اچھا ہے۔ (ترمذی)

ابن زیاد کی گستاخی

(۲۲۰۴) حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ جب حضرت حسین کا سر مبارک (تن پاک سے جدا کر کے) عبید اللہ بن زیاد کے سامنے لا کر ایک طشت میں رکھا گیا تو وہ بد بخت اپنی چھڑی سے اس سر مبارک کو چھیڑنے لگا، پھر اس نے ان کے حُسن کے بارے میں کچھ کہا، حضرت انس فرماتے ہیں میں نے کہا: خدا کی قسم! یہ وہ مقدس انسان ہے جو لوگوں میں سب سے زیادہ رسول خدا ﷺ سے مشابہ تھا۔ اس وقت حضرت حسین کا سر مبارک وَسْمَہ سے رنگا ہوا تھا۔ (بخاری)

اور ترمذی کی روایت میں یوں ہے کہ حضرت انس نے بیان فرمایا: میں ابن زیاد کے پاس تھا جب حضرت حسین کا سر مبارک اس کے سامنے لایا گیا، ابن زیاد ان کی ناک پر چھڑی مارتا جاتا تھا، اور (طنز آمیز لہجے میں) کہتا جاتا تھا: ایسا حسین شخص میں نے کبھی نہیں دیکھا۔ میں نے کہا تجھے معلوم بھی ہے، یہ وہ شخص ہے جو رسول اللہ ﷺ سے سب سے زیادہ مشابہ تھا۔

ایک خواب اور ایک پیشین گوئی

(۲۲۰۵) حضرت ام فضل بنت حارث رضی اللہ عنہا سے جو حضرت عباس کی زوجہ اور آنحضرت کی چچی ہیں، روایت ہے کہ وہ (ایک روز) رسول خدا ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر بولیں: یا رسول اللہ! آج رات میں نے ایک برا خواب دیکھا ہے، آنحضرت ﷺ نے پوچھا وہ کیا ہے؟ ام فضل نے عرض کیا: وہ خواب بہت برا ہے، آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا: مجھ کو بتاؤ تو سہی آخر وہ کیا ہے؟ ام فضل نے کہا میں نے (خواب میں) دیکھا کہ گویا آپ کے جسم مبارک سے ایک ٹکڑا کاٹا گیا اور میری گود میں رکھ دیا گیا ہے۔ (یہ سن کر) رسول خدا ﷺ نے ارشاد فرمایا: تم نے تو بہت اچھا اور مبارک خواب دیکھا ہے (اس کی تعبیر یہ ہے کہ) ان شاء اللہ فاطمہ کے یہاں لڑکا ہوگا، اور اس لڑکے کو تمہاری گود میں رکھا جائے گا۔

چنانچہ فاطمہ کے یہاں لڑکا (حسین) پیدا ہوا اور جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا تھا اس لڑکے کو میری گود میں دیا گیا۔ پھر ایک دن میں رسول اللہ ﷺ کے پاس گئی، اور حسین کو آپ کی گود میں رکھ کر ذرا دوسری طرف

متوجہ ہوئی، پھر (مڑ کر میں نے جو آپ کی طرف نظر اٹھائی تو) کیا دیکھتی ہوں کہ رسول اللہ ﷺ کی آنکھوں سے آنسو جاری ہیں، ام فضل کہتی ہیں کہ میں نے (گھبرا کر) پوچھا: اے اللہ کے نبی! میرے ماں باپ آپ پر قربان، آپ کو کیا ہوا؟ آپ نے ارشاد فرمایا: (ابھی) میرے پاس جبرئیل علیہ السلام آئے تھے انہوں نے مجھے بتایا کہ میری امت میرے اس بیٹے کو عنقریب قتل کر دے گی۔ میں نے پوچھا: کیا اس بیٹے کو؟ آپ نے ارشاد فرمایا ہاں (اسی بیٹے کو) اور جبرئیل میرے پاس اس زمین کی کچھ سرخ مٹی بھی لے کر آئے (جہاں میرے اس جگر پارے کا خون بہایا جائے گا)۔ (بیہقی)

شہادت حسین اور ابن عباس کا خواب

(۲۲۰۶) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے بیان فرمایا: ایک دن دو پہر کے وقت میں نے نبی کریم ﷺ کو اس طرح دیکھا جیسے کوئی سونے والا کسی کو دیکھتا ہے (یعنی خواب میں دیکھا) کہ آپ کے بال بکھرے ہوئے اور گرد آلود ہیں، اور آپ کے ہاتھ میں ایک بوتل ہے جو خون سے بھری ہوئی ہے۔ میں نے عرض کیا: میرے ماں باپ آپ پر قربان یہ کیا ہے؟ آپ نے ارشاد فرمایا یہ حسین اور اس کے ساتھیوں کا خون ہے جس کو میں آج صبح سے اب تک اس بوتل میں اکٹھا کرتا رہا۔ حضرت ابن عباس فرماتے ہیں پھر میں نے اس وقت کو یاد رکھا، چنانچہ (جب حضرت حسین کے قتل کی خبر آئی تو) میں نے پایا کہ حضرت حسین کو اسی دن اور اسی وقت قتل کیا گیا تھا (جب میں نے مذکورہ خواب دیکھا تھا)۔ (بیہقی)

اہل بیت سے محبت رکھنے کی تاکید

(۲۲۰۷) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا تم اللہ سے محبت رکھو ان نعمتوں کی وجہ سے جو تم کو کھانے کے لیے دیتا ہے، اور اللہ سے محبت رکھنے کی وجہ سے مجھ سے محبت رکھو، اور مجھ سے محبت رکھنے کی وجہ سے میرے اہل بیت سے محبت رکھو۔ (ترمذی)

اہل بیت کا حال

(۲۲۰۸) حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ (ایک دن) انہوں نے کعبہ کا دروازہ پکڑ کر فرمایا: میں نے نبی کریم ﷺ کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا اچھی طرح یاد رکھو حق میں میرے اہل بیت کا حال نوح علیہ السلام کی کشتی جیسا ہے جو نوح کی کشتی میں سوار ہو گیا اس نے نجات پائی، اور جو شخص اس کشتی میں سوار ہونے سے رہ گیا وہ ہلاک ہوا۔ (احمد)

☆☆☆☆☆

ضمیمہ
گلدستۂ اہل بیت

مولانا طارق جمیل حفظہ اللہ

پہلا باب

یہ باب درج ذیل فصول پر مشتمل ہے:

(۱) اہل بیت کا مطلب ومصداق

(۲) اہل بیت کی عظمت وفضیلت

(۳) صحابہ کرام اور ائمۂ فقہاء ومحدثین کی اہلِ بیتؓ کے ساتھ محبت

(۴) اہل بیت کے ہمارے اوپر حقوق

فصل اوّل : اہل بیت کا مطلب ومصداق

اہلِ بیت کا لغوی مطلب ہے: ''گھر والے'' اور شریعتِ مطہرہ کی اصطلاح میں ''حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے گھر والوں'' کو ''اہلِ بیت'' کہا جاتا ہے۔

حضرت فاطمہ، حضرت علی، حضرات حسنین کریمین سلام اللہ ورضوانہ علیھم اجمعین اور ان حضرات حسنین کریمینؓ کی اولاد اور قیامت تک ان کی اولاد در اولاد اہلِ بیت ہیں۔ چناں چہ درج ذیل نصوص وعبارات ملاحظہ ہوں:

(۱) آیتِ تطہیر:

﴿ إِنَّمَا يُرِيدُ اللَّهُ لِيُذْهِبَ عَنكُمُ الرِّجْسَ أَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيراً ﴾

''اے نبی کے اہلِ بیت! (گھر والو!) اللہ تو یہ چاہتا ہے کہ تم سے گندگی کو دور رکھے اور تمہیں ایسی پاکیزگی عطا کرے جو، ہر طرح مکمل ہو''۔

(۲) حدیثِ کساء:

عن عمر بن أبی سلمة، ان النبی صلی الله علیه وسلم،قال: نزلت هذه الآیة علی النبی صلی الله علیه وسلم { إنما یرید الله لیذهب عنکم الرجس أهل البیت ویطهر کم تطهیرًا } [الأحزاب: ۳۳]فی بیت أم سلمة، فدعاالنبی صلی الله علیه وسلم فاطمة ،حسناو حسیناً فجللهم بکساءٍ وعلی خلف ظهره فجلله بکساءٍ ثم قال: ،اللهم هؤلاء أهل بیتی فأذهب عنهم الرجس وطهر

هم تطهيرا ’’قالت أم سلمة: وأنامعهم يا رسول الله؟ قال: ’’أنت على مكانك وأنت إلى خير‘‘.

’’حضرت عمر بن ابی سلمہ سے روایت ہے کہ یہ آیت {إنما يريد الله ليذهب عنكم الرجس أهل البيت ويطهركم تطهيرًا } نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم پر ام المومنین حضرت ام سلمہؓ کے گھر میں نازل ہوئی تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے حضرت فاطمہ، حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہم کو بلایا اور انہیں اپنی چادر کے نیچے کرلیا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے پیچھے کھڑے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے ان کو بھی اپنی چادر کے نیچے کرلیا، پھر فرمایا: ’’اے اللہ یہ میرے اہلِ بیت ہیں۔ آپ ان سے گندگی کو دور رکھیے اور انہیں مکمل پاکیزگی عطا فرمایئے۔‘‘ حضرت ام سلمہؓ نے عرض کی: یارسول اللہ! میں بھی ان کے ساتھ ہوں؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے فرمایا: ’’تم تو اپنی جگہ پر ہو ہی، اور تم خیر پر ہو‘‘۔

(ب) عن عامر بن سعد بن أبي وقاص، عن أبيه، قال. في حديث طويل. :لمانزلت هذه الآية: {فَقُلْ تَعَالَوْاْ نَدْعُ أَبْنَاءنَا وَأَبْنَاءكُم}]

’’حضرت سعد بن ابی وقاصؓ فرماتے ہیں: جب یہ آیت { فَقُلْ تَعَالَوْاْ نَدْعُ أَبْنَاءنَا وَأَبْنَاءكُم } نازل ہوئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے حضرت علی، حضرت فاطمہ، حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہم کو بلایا، پھر کہا: ’’اے اللہ! یہ میرے اہلِ بیت ہیں‘‘۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اہلِ بیتؓ میں سے ان مذکورہ چار حضرات رضی اللہ عنہم کی خصوصی شان ہے۔

فصل دوم: اہلِ بیتؓ کی عظمت وفضیلت

اس فصل میں درج ذیل عناوین کے تحت اہلِ بیتؓ کی عظمت وفضیلت کو ذکر کیا جائے گا:

(۱) قرآن مجید کی روشنی میں

(۲) احادیث شریفہ کی روشنی میں

(۳) چند نصیحت آمیز واقعات کی روشنی میں

(۱) قرآن مجید کی روشنی میں

(۱) ﴿ إِنَّمَا يُرِيدُ اللَّهُ لِيُذْهِبَ عَنكُمُ الرِّجْسَ أَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيراً ﴾ ’’اے نبی کے اہلِ بیت! (گھر والو!) اللہ تو یہ چاہتا ہے کہ تم سے گندگی کو دور رکھے، اور تمہیں ایسی پاکیزگی عطا کرے جو ہر طرح مکمل ہو‘‘۔

اللہ تعالی نے حضور اکرم ﷺ کے اہل بیتؓ کو یہ اعزاز بخشا کہ قیامت تک اپنے زندہ وجاوید کلام ''قرآن مجید'' میں ان کا ذکر خیر فرمایا اوران کے تقوی وطہارت کی گواہی دی۔

(۲)﴿ومن يعظم شعائر الله فانها من تقوى القلوب﴾

امام نوویؒ جیسے جلیل القدر محدث وفقیہ نے یہ آیت اپنی معروف کتاب ریاض الصالحین میں **باب اکرام أهل بيت رسول الله صلى الله عليه وآله وسلّم وبيان فضلهم** کے تحت ذکر کی ہے، جس کا مطلب یہ ہے کہ اہل بیت کی تعظیم بھی شعائر اللہ کی تعظیم میں داخل ہے۔ لہٰذا جس طرح دیگر شعائر کی تعظیم ہر مسلم پر لازم ہے، اسی طرح اہل بیت کی تعظیم بھی ہر مسلمان پر ضروری ہے کیونکہ شعائر اللہ کی تعظیم درحقیقت اللہ ہی کی تعظیم ہے۔

(۲) احادیثِ شریفہ کی روشنی میں

(۱)عن المطلب بن أبي وداعة، قال: جاء العباس إلى رسول الله صلى الله عليه وسلم فكأنه سمع شيئًا فقام النبي صلى الله عليه وسلم على المنبر فقال:''من أنامن أنا''؟ قالوا:أنت رسول الله عليك السلام. قال:''أنامحمدبن عبدالله بن عبدالمطلب، إن الله خلق الخلق فجعلني في خير هم فرقةً، ثم جعلهم فرقتين فجعلني في خير هم فرقةً، ثم جعلهم قبائل فجعلني في خيرهم قبيلة، ثم جعلهم بيوتاً فجعلني في خير هم بيتا وخير هم نفسًا''.

''حضرت مطلب بن ابی وداعہ سے روایت ہے کہ ایک دفعہ حضرت عباسؓ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آئے۔ ایسے لگتا تھا جیسے وہ (اپنے متعلق ناگواری کی) کوئی بات سن کر آرہے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم منبر پر جلوہ افروز ہوئے اور لوگوں سے پوچھا: ''میں کون ہوں؟''۔ حاضرین نے کہا: آپ اللہ کے رسول ہیں، آپ پر اللہ کی سلامتی ہو۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے فرمایا:

''میں محمد بن عبداللہ بن عبدالمطلب ہوں، اللہ تبارک وتعالیٰ نے مخلوق کو پیدا کیا تو مجھے ان میں سے بہترین گروہ میں پیدا فرمایا، پھر اس مخلوق کے مزید دو گروہ بنائے تو مجھے ان میں سے بہترین گروہ میں پیدا فرمایا، پھر ان لوگوں کے قبیلے بنائے تو مجھے ان میں سے بہترین قبیلہ میں پیدا فرمایا، پھر ان کو گھروں میں تقسیم کیا تو مجھے ان لوگوں میں سے کیا جو گھر اور ذات کے اعتبار سے ان سب سے بہتر ہیں''۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کا گھرانہ لوگوں میں سب سے بہترین گھرانہ ہے۔

(۲) عن جابر بن عبد الله، قال: رأيت رسول الله صلى الله عليه وسلّم في حجته يوم عرفة

وھو علی ناقته القصواء یخطب، فسمعته یقول: ''یاأیھاالناس إنی ترکت فیکم ماإن أخذ تم به لن تضلوا: کتاب الله، وعترتی أھل بیتی''.

''حضرت جابر بن عبداللہ فرماتے ہیں: میں نے ۹ ذی الحجہ کو (یعنی عرفات والے دن) رسول اللہ صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلّم کو حج کے دوران دیکھا کہ آپ صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلّم اپنی ''قصواء'' اونٹنی پر جلوہ افروز ہوکر خطبہ دے رہے تھے، چناں چہ میں نے اس میں آپ صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلّم کو یہ فرماتے ہوئے سنا:

''اے لوگو! میں تمہارے اندر ایسی چیز چھوڑ کر جارہا ہوں، کہ اگر تم اسے تھامے رہو گے تو کبھی گمراہ نہیں ہو گے: اللہ کی کتاب، اور میرے اہلِ بیت''۔

(۳) عن العباس بن عبدالمطلب، قال: کنانلقی النفرمن قریش وھم یتحدثون فیقطعون حدیثھم، فذکرناذلک لرسول الله صلی الله علیه وسلم فقال: ''مابال أقوام یتحدثون، فإذارأوالرجل من أھل بیتی قطعواحدیثھم، والله لایدخل قلب رجل الایمان حتی یحبھم لله ولقرابتھم منی''.

''حضرت عباس بن عبدالمطلبؓ فرماتے ہیں: قریش کے لوگ آپس میں محوِ گفتگو ہوتے تھے، جب ہم ان سے آ کر ملتے تو (ہمارے آنے پر وہ ناراض ہوکر) اپنی باتیں بند کر لیتے تھے (گویا وہ ہم سے بات کرنا بھی گوارا نہیں کرتے تھے)۔ ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلّم کے سامنے اس پریشانی کا ذکر کیا تو یہ سن کر (آپ کے چہرہ انور پر غصہ کے آثار ظاہر ہو گئے حتیٰ کہ چہرۂ مبارک سرخ ہو گیا، پھر) آپ صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلّم نے فرمایا: ''لوگوں کو کیا ہو گیا ہے کہ وہ آپس میں بات کر رہے ہوتے ہیں پھر میرے اہلِ بیت میں سے جب کسی شخص کو دیکھتے ہیں تو اپنی بات بند کر دیتے ہیں۔ اللہ کی قسم! کسی آدمی کے دِل میں اس وقت تک ایمان داخل نہیں ہوسکتا جب تک وہ میرے اہلِ بیت سے، اللہ کی خاطر اور میری ان سے رشتہ داری کی وجہ سے ان سے محبت نہ کرے''۔

(۴) عن أم سلمة أن رسول الله صلی الله علیه وسلم قال لفاطمة: ''ائتینی بزوجک وابنیک.'' فجاء ت بھم، فألقی علیھم رسول الله صلی الله علیه وسلم کساءً، ثم قال: ''اللھم ھؤلاء آل محمد فاجعل صلواتک وبرکاتک علی آل محمد کماجعلتھاعلی إبراھیم إنک حمیدمجید''.

''حضرت ام سلمہؓ کہتی ہیں کہ ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلّم نے حضرت فاطمہؓ سے کہا: ''اپنے شوہر اور دونوں صاحبزادوں کو بلاؤ''۔ وہ ان کو بلا لائیں۔ حضور صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلّم نے ان پر اپنی چادر مبارک ڈال دی

اور پھر فرمایا: ''اے اللہ! یہ آلِ محمد ہیں۔ آپ آلِ محمد پر اپنی رحمتیں اور برکتیں نازل فرمائیے جیسے آپ نے ابراہیم علیہ السلام پر نازل فرمائیں، بلاشبہ آپ قابلِ تعریف اور مجد و بزرگی والے ہیں''۔

(۵) عن ابن عباس، قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: ''احبوا الله لما يغذ وكم به من نعمه وأحبوني لحب الله وأحبوا أهل بيتي لحبي''.

''حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے فرمایا: ''اللہ تبارک وتعالیٰ سے محبت کرو کہ وہ تمہیں اپنی نعمتوں سے نوازتا ہے، اور اُس اللہ کی محبت کی وجہ سے مجھ سے محبت کرو، اور میری محبت کی وجہ سے میرے اہلِ بیت سے محبت کرو''۔

(۶) عن زيد بن أرقم قال: قام رسول الله صلى الله عليه وسلم يوما فيناخطيبًا، بماءٍ يدعى خما بين مكة والمدينة فحمدالله وأثنى عليه، ووعظ وذكر، ثم قال: ''أمابعد، ألاأيهاالناس فإنماأنابشر يوشك أن يأتي رسول ربي فأجيب، وأناتارك فيكم ثقلين: أولهماكتاب الله فيه الهدى والنور فخذوا بكتاب الله، واستمسكوابه'' فحث على كتاب الله ورغب فيه، ثم قال: ''وأهل بيتي أذكركم الله في أهل بيتي، أذكركم الله في أهل بيتي، أذكركم الله في أهل بيتي''.

''حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم مکہ مکرمہ ومدینہ منورہ کے درمیان ''خُم'' نامی تالاب کے پاس خطبہ دینے کے لیے کھڑے ہوئے اور فرمایا: توجہ سے سنو! اے لوگو! میں ایک انسان ہوں، قریب ہے کہ میرے رب کا قاصد (یعنی فرشتۂ موت) میرے پاس آئے اور میں اس کی دعوت پر لبیک کہوں۔ میں تمہارے اندر دو بھاری (قیمتی) چیزیں چھوڑ کر جارہا ہوں: ان میں سے پہلی اللہ کی کتاب ہے اس میں ہدایت اور روشنی ہے، لہٰذا تم اللہ کی کتاب کو پکڑو اور اسے مضبوطی سے تھامو، غرض آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے کتاب پر اُبھارا اور اس کی ترغیب دی۔ پھر (دوسری چیز کا ذکر کرتے ہوئے) فرمایا: ''اور میرے اہلِ بیت، میں تمہیں اپنے اہلِ بیت کے بارے میں اللہ سے ڈراتا ہوں، میں تمہیں اپنے اہلِ بیت کے بارے میں اللہ سے ڈراتا ہوں، میں تمہیں اپنے اہلِ بیت کے بارے میں اللہ سے ڈراتا ہوں''۔

اختصار کی وجہ سے ہم نے یہاں صرف چند احادیث پر اکتفاء کیا ہے ورنہ حضرات اہلِ بیتؓ کے فضائل میں بہت ساری احادیث وارد ہوئی ہیں جنہیں علمائے اُمّت نے اپنی اپنی کتابوں میں درج کیا ہے، اور علامہ سیوطی نے تو اس پر ''إحياء الميت بفضائل أهل البيت'' کے نام سے ایک مستقل رسالہ تصنیف کیا ہے جس میں انہوں نے اہلِ بیت کے فضائل پر ساٹھ (۶۰) احادیث جمع کی ہیں۔

فصل ۳ : چند نصیحت آمیز واقعات کی روشنی میں

(۱) سیّدزادی کے طعام وقیام کا بندوبست کرنا

سیّدخاندان کے ایک صاحب ''بلخ'' میں رہتے تھے، ان کی اہلیہ بھی سادات میں سے تھیں۔ اللہ تعالیٰ نے اولاد میں ان کو بیٹیاں دی تھیں۔ ان پر فقر وغربت نے ڈیرے ڈالے، وہ حضرات اسی فاقہ کشی کی زندگی گزار رہے تھے کہ وہ صاحب اپنی اس بیوی اور ان صاحبزادیوں کو چھوڑ کر انتقال کر گئے۔ وہ سیدہ خاتون دشمنوں کے طعنوں کے خوف سے اپنی ان صاحبزادیوں کو لے کر بلخ سے سمرقند روانہ ہوگئی۔ جب یہ سمرقند پہنچی تو وہاں شدید سردی پڑ رہی تھی، اس نے اپنی ان بیٹیوں کو مسجد میں بٹھایا اور خود کھانے کی تلاش میں باہر نکل گئی۔ اسی تلاش میں اس کا گزر دو مجمعوں کے پاس سے ہوا: ایک مجمع ایک مسلمان کے پاس لگا ہوا تھا جو اس شہر کا حاکم تھا، اور دوسرا مجمع اسی شہر کے ایک بڑے مجوسی آدمی کے پاس لگا ہوا تھا۔

سب سے پہلے وہ اس مسلمان حاکم کے پاس گئی اور اس کے سامنے اپنی کسمپرسی کا پورا حال بیان کیا اور کہا کہ مجھے آج رات کا کھانا چاہیے۔ اس مسلمان حاکم نے کہا: پہلے میرے پاس اس بات کے گواہ لا کہ تو واقعی سیّدزادی ہے۔ اس خاتون نے کہا: مجھے تو اس شہر میں کوئی نہیں جانتا۔ اس جواب پر اس حاکم نے اس کو بے رخی دکھلائی (جس سے وہ بیچاری آگے چلتی بنی)۔

اس سیدزادی نے پھر اس مجوسی شخص کا رخ کیا، اسے اپنی ساری پریشانی بتائی اور اس مسلمان حاکم کا بھی پورا ماجرا کہہ سنایا۔ اس مجوسی نے اس سیدزادی کی پریشانی سن کر اپنے اہلِ خانہ کو اس عورت کے ساتھ مسجد بھیجا، وہ اسی وقت اس عورت کو بیٹیوں سمیت گھر لے آئے، اس مجوسی نے ان کے لیے اپنے گھر میں قیام وطعام کا انتظام کیا نیز عمدہ قسم کے کپڑوں سے انہیں نوازا۔

جب آدھی رات گزر گئی تو اس مسلمان حاکم نے خواب میں دیکھا کہ قیامت قائم ہوگئی ہے، حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کے ہاتھ میں جھنڈا ہے اور سامنے سبز زمرد کا ایک خوبصورت محل ہے۔ تو اس نے کہا: یارسول اللہ! یہ محل کس کا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے فرمایا: لِرَجُلٍ مُسْلِمٍ مُوَحِّدٍ (ایک موحد مسلمان آدمی کا ہے)۔ اس نے

کہا: یارسول اللہ! میں بھی مسلمان آدمی ہوں۔آپ صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلّم نے فرمایا:**أقم عندی البینة بأنک مسلم موحد** (پہلے اس بات کے میرے پاس گواہ لے آ کہ تو مسلمان شخص ہے)۔ یہ سنتے ہی وہ شخص ہکّا بکّا رہ گیا۔آپ صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلّم نے اس سے فرمایا: **لما قصدتک العلویة، قلت لها: أقیمی عندی البینة، فکذاأنت أقم عندی البینة** (جب وہ سیدزادی تمہارے پاس آئی تھی تو تم نے اس سے کہا تھا کہ پہلے اپنے سیدزادی ہونے پر گواہ لے آ، اسی طرح تم بھی پہلے اپنے مسلمان ہونے پر گواہ لے آؤ)۔اسی حال میں اس کو جاگ آ گئی، اس نے رونا اور سر پیٹنا شروع کر دیا اور اس سید زادی خاتون کو ڈھونڈنے کے لیے شہر میں چکر لگانا شروع کر دیا یہاں تک کہ اس کو سراغ مل گیا کہ وہ فلاں مجوسی کے گھر میں ہے۔ وہ اس مجوسی کے پاس آیا اور آ کر کہنے لگا کہ آپ کے پاس جو سیدزادی خاتون ہیں ان کو میں اپنے پاس لے کے جانا چاہتا ہوں۔ مجوسی نے کہا: یہ نہیں ہوسکتا۔ اس نے کہا: ایک ہزار سونے کی اشرفیاں مجھ سے لے لو اور وہ گھرانہ مجھے دے دو۔ مجوسی نے کہا: انہوں نے مجھ سے کھانا طلب کیا تھا، میں نے ان کو کھانا اور ٹھکانا دیا۔ اور اب تو میں اس مبارک گھرانے کی برکات اپنی کھلی آنکھوں مشاہدہ کر چکا ہوں۔ان بابرکت لوگوں کو اپنے پاس رکھنا میں اپنے لیے ضروری سمجھتا ہوں۔

پھر وہ مجوسی کہنے لگا: جس چیز کو تم طلب کر رہے ہو، میں اس کا زیادہ حقدار ہوں۔ وہ محل جو تم دیکھ کے آ رہے ہو وہ میرے مقدر میں ہے۔اللہ کی قسم! میں اور میرے اہلِ خانہ گزشتہ رات اس وقت تک نہیں سوئے جب تک ہم نے اس سیدزادی کے ہاتھ پر اسلام قبول نہیں کر لیا۔اور سنو! جیسا خواب تم نے دیکھا ہے، ویسا ہی خواب میں نے بھی رات دیکھا ہے، اُس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلّم نے مجھ سے دریافت فرمایا تھا:**العلویة وبناتها عندک؟** (وہ سیدزادی اور اس کی صاحبزادیاں آپ کے پاس ہیں؟) میں نے عرض کی: جی ہاں! آپ صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلّم نے فرمایا تھا:**القصر لک ولأهل دارک، وأنت وأهل دارک من أهل الجنة، خلقک الله مؤ منا فی الأزل** (یہ محل تمہارا اور تمہارے اہلِ خانہ کا ہے، تم اور تمہارے اہلِ خانہ جنتی لوگ ہیں، اللہ تعالیٰ نے اپنی تقدیر میں تمہیں ایمان والا ہی پیدا کیا تھا)۔

(۲) سیدزادے کی مالی مدد کرنا

احمد بن خُصَیب کہتے ہیں:

میں خلیفۂ وقت ''متوکل'' کی والدہ محترمہ ''شجاع'' کا بطورِ کاتب ملازم تھا۔ایک دن میں اپنے دفتر میں بیٹھا ہوا تھا کہ ان کا خادم ایک تھیلی لیے میرے پاس آیا اور آ کر کہنے لگا: امیر المومنین کی والدہ محترمہ آپ کو سلام کہنے کے

بعد یہ کہہ رہی ہیں: یہ ایک ہزار دینار میرے عمدہ و پاکیزہ مال میں سے ہے یہ لے لو اور اسے مستحق لوگوں میں تقسیم کردو اور ان مستحقین کے نام اور پتے بھی لکھ کر مجھے دے دینا، کہ جب اس طرح کا مال ہمارے پاس آیا کرے گا تو ہم انہی مستحقین میں اسے خرچ کیا کریں گے۔ بہر حال میں نے وہ تھیلی لی اور اپنے گھر کی طرف چلتا بنا۔ پھر میں نے اپنے قابلِ اعتماد احباب کو یہ ساری بات بتائی جو ''شجاع'' نے مجھے کہی تھی اور ساتھ میں نے ان سے یہ کہا کہ مجھے کچھ سفید پوش لوگوں کے نام بتاؤ جنہیں تم پہچانتے ہو۔ انہوں نے مجھے کچھ لوگوں کے نام بتائے۔ میں نے ان لوگوں میں تین سو دینار تقسیم کردیے۔ ابھی سات سو دینار باقی تھے اور مجھے کوئی مستحق نہیں ملا تھا کہ رات ہوگئی۔ گلیوں کے دروازے بند کردیے گئے اور میں ان دیناروں کے متعلق ہی سرگرداں تھا کہ گلی کے ایک دروازے کی آواز میں نے سنی کہ کوئی اسے کھٹکھٹا رہا ہے۔ مجھے بتایا گیا کہ دروازے پر کوئی سیدزادہ آیا ہے۔ میں نے کہا: آجائے۔ وہ اندر آیا اور آ کر مجھے سلام کیا۔ اِدھر میں اپنے دِل میں کہنے لگا کہ اس وقت رات کو میرے پاس یہ شخص آیا ہے جس کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلّم کے ساتھ تعلق و رشتہ ہے (یعنی سید خاندان سے ہے)۔ واللہ! اس وقت ہمارے پاس اس کو دینے کے لیے کوئی چیز نہیں تھی، میں نے اس کو صرف ایک دینار دیا اور بس۔ وہ شکر گزاری کے ساتھ اسے لے کر چلا گیا۔

جب وہ چلا گیا تو میری اہلیہ باہر آ کر مجھے کہنے لگی: آپ کو ''شجاع صاحبہ'' نے مستحقین کو دینے کے لیے ایک ہزار دینار دیے ہیں۔ بھلا آپ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلّم کی صاحبزادی کی اولاد سے بھی کوئی زیادہ حقدار نظر آتا ہے؟، آپ یہ بقیہ پوری تھیلی اسی سید زادے کو ہی دے دیں۔ گھر والی کی یہ بات سُن کر میں نے اس شخص کو واپس بلوایا اور وہ پوری تھیلی ہی اس کے حوالے کردی۔ جب وہ چلا گیا تو میرے ذہن میں شیطان نے یہ خیال ڈالا کہ کل اگر خلیفۂ وقت ''متوکل'' آپ سے یہ کہے کہ یہ تو سید خاندان کا آدمی نہیں تھا، تمہارے پاس اس کے سید ہونے کی کیا دلیل ہے؟ تو تم کیا جواب دو گے؟ چناں چہ میں نے بیوی سے کہا: تم نے تو مجھے مشکل میں ڈال دیا۔ وہ کہنے لگی: فکر نہ کرو، ہم ان کے نانا (صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلّم) پر اعتماد کرتے ہیں (کہ ان کی برکت سے اللہ تعالیٰ آسانی فرمائیں گے)۔ بہر حال مَیں اسی کشمکش میں اٹھا اور ان لوگوں کے ہمراہ چل دیا۔ میں وہاں جب ان کے گھر میں داخل ہونے لگا تو ایک خادم نے میرا ہاتھ پکڑا اور مجھے کہا: احمد! آپ نے خود ''امیر المومنین کی والدہ صاحبہ'' سے بات کرنی ہے۔ یہ کہہ کر اس نے مجھے اندر داخل کردیا۔ جب میں داخل ہوا تو دروازے پر ہی مجھے ٹھہرا لیا گیا اور یہ آواز آئی: احمد! میں نے عرض کی: ''جی! حاضر!''۔ شجاع صاحبہ کہنے لگیں: **حساب ألف دینارٍ، بل حساب سبع**

مـائة دینـارٍ (ایک ہزار دینار کا حساب، بلکہ ان سات سو دینار کا حساب؟'') یہ کہہ کر وہ رونے لگیں۔ میں نے دِل میں کہا: شاید اُس سیدزادے نے باہر آ کر ساری بات بتادی ہے(کہ میں نے پورے سات سو دینار کی تھیلی اُس سیدزادے کو بلاتحقیق ہی دے دی ہے) اور میرے قتل کا حکم جاری کیا جاچکا ہے، اب یہ مجھ پر رحم وشفقت کی وجہ سے رو رہی ہیں (کہ عنقریب میرا سَر قلم کردیا جائے گا)۔ پھر انہوں نے دوبارہ وہی بات کہی: ''احمد! ایک ہزار دینار کا حساب، بلکہ ان سات سو دینار کا حساب؟'' اور رونا شروع کردیا۔ تین بار انہوں نے اسی طرح کیا، اس کے بعد اس نے بمشکل اپنے رونے کو ضبط کر کے مجھ سے ان کا حساب طلب کیا۔ میں نے ان کو سچ سچ بتانا شروع کردیا، جب میں اس سید زادے کا ماجرا بیان کرنے لگا تو وہ ایک بار پھر آبدیدہ ہوگئیں اور کہا: احمد! اللہ تعالیٰ تمہارا بھلا کرے اور تمہاری اہلیہ کا بھی بھلا کرے۔ تم جانتے ہو کہ آج رات میرے ساتھ کیا بات پیش آئی ہے؟ میں نے عرض کیا: جی!

انہوں نے کہا: میں سوئی ہوئی تھی کہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی خواب میں زیارت ہوئی، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے مجھ سے فرمایا: **جـزاک الـلـه خیـرا، وجـزا أحمدبن الحصیب خیرًا، وجزامن فی منزله خیرًا، فقد فرجته فی هذه اللیلة عن ثلاثة من ولدی ما کان لهم شیء** (اللہ تعالیٰ تمہارا بھلا کرے، احمد بن خُصَیب کا بھلا کرے اور اس کی گھر والی کا بھلا کرے۔ تم لوگوں نے آج رات میری اولاد میں سے تین افراد کی تکلیف دور کی، اُن کے پاس کچھ بھی نہیں تھا)۔ یہ خواب سنانے کے بعد شجاع نے کہا: احمد! یہ زیورات و کپڑے، اور یہ مزید دینار لو اور اُسی سیدزادے کو دے دینا، اور انہیں یہ پیغام بھی پہنچادینا کہ اس طرح کا جو بھی (عمدہ و پاکیزہ) مال ہمارے پاس آتا رہے گا ہم آپ کو آئندہ بھی پہنچاتے رہیں گے۔ نیز یہ زیورات و کپڑے اور یہ مال لو اور اپنی اہلیہ کو دے دینا اور اس سے کہنا: اے بابرکت خاتون! اللہ تعالیٰ تمہیں جزائے خیر دے کہ یہ سب تمہاری رہنمائی کی وجہ سے ہوا ہے۔ اور احمد! یہ مال تم لے لو، یہ تمہارا ہے اور مجھے بھی بہت سارا مال اور کپڑے دیے۔

احمد بن حصیب کہتے ہیں: میرے پاس اس طرح بہت سا مال اکٹھا ہوگیا، میں اس کو لے کر نکلا۔ اس کی ادائیگی کے سلسلہ میں، ابتداء میں نے اس سیدزادے سے کی، چناں چہ میں نے جا کر ان کا دروازہ کھٹکھٹایا۔ وہ باہر آئے اور آ کر مجھ سے کہا: لاؤ بھائی وہ سامان؟ میں نے پوچھا: آپ کو کیسے پتا چلا اس سامان کا؟ کہنے لگے: وہ تھیلی لے کر میں اپنی گھر والی کے پاس آیا تھا جو کہ میری چچازاد بہن ہے، میں نے اسے ساری بات بتائی۔ اس نے مجھ سے کہا: اٹھو نماز پڑھو اور ان کے لیے دُعا کرو، میں تمہاری دُعا پر آمین کہوں گی۔ تو میں نے اٹھ کر نماز پڑھی اور دُعا کی، اس نے

آمین کہی۔اس کے بعد میں سوگیا۔ مجھے خواب میں نانا جان (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم) کی زیارت ہوئی، اور مجھ سے فرمایا: **قد شکرتهم علی ما کان منهم إلیک، وهم باروک بشیءٍ آخر فاقبله** (ان لوگوں نے تمہارے ساتھ جو احسان کیا ہے اس پر میں نے ان کا شکریہ ادا کر دیا ہے۔وہ تمہارے ساتھ مزید بھی کچھ احسان والا معاملہ کریں گے،تم وہ ان سے قبول کر لینا)۔احمد کہتے ہیں میں وہ سامان ان کے حوالے کر کے گھر واپس آ گیا۔

گھر پہنچا تو دیکھا کہ گھر والی بیچاری کھڑی نماز و دعا میں مشغول ہے (کہ اللہ تعالیٰ خلیفۂ وقت کی طرف سے آنے والی پریشانی سے حفاظت فرمائے)، وہ دُعا سے فارغ ہو کر میرے پاس آئی اور آتے ہی میری خیر،خبر دریافت کی۔ میں نے اس کو سارا حال کہہ سنایا، وہ کہنے لگی: میں نے آپ کو کہا نہیں تھا کہ ہم نے ان کے نانا (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم) پر اعتماد کیا ہے۔اب دیکھا ہے کہ کیسا انہوں نے حسنِ معاملہ کیا؟۔

(۳) مصیبت زدہ سادات کی مدد کو نفلی حج پر ترجیح دینا

ربیع بن سلیمانؒ کہتے ہیں کہ میں حج کے لئے جا رہا تھا، میرے ساتھ میرے بھائی تھے اور ایک جماعت تھی۔ جب ہم کوفہ میں پہنچے تو وہاں ضروریاتِ سفر خریدنے کے لئے میں بازاروں میں گھوم رہا تھا کہ ایک ویران سی جگہ میں ایک خچر مرا ہوا پڑا تھا، اور ایک عورت جس کے کپڑے بہت پرانے بوسیدہ تھے چاقو لئے ہوئے اس کے گوشت کے ٹکڑے کاٹ کاٹ کر ایک زنبیل میں رکھ رہی تھی۔ مجھے یہ خیال ہوا کہ یہ مردار گوشت لے جا رہی ہے اس پر سکوت کرنا ہرگز نہ چاہیئے۔ عجب نہیں، یہ کوئی بھٹیاری عورت ہے۔ یہی پکا کر لوگوں کو کھلا دے گی۔ میں چُپکے سے اس کے پیچھے ہو لیا اس طرح کہ وہ مجھے نہ دیکھے۔ وہ عورت ایک بڑے مکان میں پہنچی جس کا دروازہ بھی اونچا تھا۔ اس نے جا کر دروازہ کھٹکھٹایا، اندر سے آواز آئی: کون ہے؟ اس نے کہا: کھولو! میں ہی بدحال ہوں۔ دروازہ کھولا گیا اور اس میں سے چار لڑکیاں آئیں جن کے چہرہ سے بدحالی اور مصیبت کے آثار ظاہر ہو رہے تھے۔ وہ عورت اندر گئی اور وہ زنبیل ان لڑکیوں کے سامنے رکھ دی۔ میں کواڑوں کی دروازوں سے جھانک رہا تھا، میں نے دیکھا اندر سے گھر بالکل برباد خالی تھا۔ اس عورت نے روتے ہوئے لڑکیوں کو آواز دی کہ ”لو! اس کو پکا لو اور اللہ کا شکر ادا کرو۔ اللہ تعالیٰ کا اپنے بندوں پر اختیار ہے اسی کے قبضہ میں لوگوں کے قلوب ہیں“۔

وہ لڑکیاں اس کو کاٹ کاٹ کر آگ پر بھوننے لگیں، مجھے بہت ضیق (بے چینی) ہوئی۔ میں نے باہر سے آواز دی: ”اے اللہ کی بندی! اللہ کے واسطے اس کو نہ کھا“۔ وہ کہنے لگی: تو کون ہے؟ میں نے کہا: میں ایک پردیسی آدمی ہوں۔ کہنے لگی: اے پردیسی! تو ہم سے کیا چاہتا ہے؟ ہم خود ہی مقدر کے قیدی ہیں۔ تین سال سے ہمارا نہ کوئی معین

ہے، نہ مددگار۔ تو ہم سے کیا چاہتا ہے؟ میں نے کہا: مجوسیوں کے ایک فرقہ کے سوا مردار کا کھانا کسی مذہب میں جائز نہیں۔ وہ کہنے لگی: ہم خاندانِ نبوت کے شریف (سید) ہیں۔ ان لڑکیوں کا باپ بڑا شریف تھا، وہ اپنے ہی جیسوں سے ان کا نکاح کرنا چاہتا تھا۔ اس کی نوبت نہ آئی، اس کا انتقال ہوگیا، جو ترکہ اس نے چھوڑا تھا وہ ختم ہوگیا۔ ہمیں معلوم ہے کہ مردار کھانا جائز نہیں لیکن اضطرار میں جائز ہوجاتا ہے ہمارا چار دن کا فاقہ ہے۔

ربیعؒ کہتے ہیں: اس کے حالات سن کر مجھے رونا آ گیا اور میں روتا ہوا دل بے چین وہاں سے واپس ہوا اور میں نے اپنے بھائی سے آ کر کہا کہ میرا ارادہ توحج کا نہیں رہا۔ اس نے مجھے بہت سمجھایا، حج کے فضائل بتائے کہ حاجی ایسی حالت میں لوٹتا ہے کہ اس پر کوئی گناہ نہیں رہتا وغیرہ وغیرہ۔ میں نے کہا: بس لمبی چوڑی باتیں نہ کرو۔ یہ کہہ کر میں نے اپنے کپڑے اور احرام کی چادریں اور جو سامان میرے ساتھ تھا وہ سب لیا اور نقد چھ سو درہم تھے وہ لیے، اور ان میں سے سو درم کا آٹا خریدا، اور سو درم کا کپڑا خریدا، اور باقی درم جو بچے وہ آٹے میں چُھپا کر اس بُڑھیا کے گھر پہنچا اور یہ سب سامان اور آٹا وغیرہ اس کو دے دیا۔

اس عورت نے اللہ کا شکر ادا کیا اور کہنے لگی: اذہب یا ابن سلیمان! **غفر الله لک ماتقدم من ذنبک وماتأخر ورزقک أجر الحج والعمرة وأسكنك جنته وأخلف عليك خلفهايبين عليك** (اے ابن سلیمان! جا، اللہ جل شانہ تیرے اگلے پچھلے سب گناہ معاف کرے، اور تجھے حج وعمرہ کا ثواب عطا کرے، اور اپنی جنت میں تجھے جگہ عطا فرمائے، اور اس کا ایسا بدل عطا فرمائے جو تجھے بھی ظاہر ہوجائے)۔

سب سے بڑی لڑکی نے کہا: **ضاعف الله اجرک وغفروزرک** (اللہ جل شانہ تیرا اجر دوگنا کرے اور تیرے گناہ معاف کرے۔) دوسری نے کہا: **عوضک الله أكثر مماتصدقت به علينا** (اللہ جل شانہ تجھے اس سے بہت زیادہ عطا فرمائے جتنا تو نے ہمیں دیا۔)

تیسری نے کہا: **حشرک الله مع جدنا** (حق تعالیٰ شانہ ہمارے نانے (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم) کے ساتھ تیرا حشر کرے۔)

چوتھی نے، جو سب سے چھوٹی تھی، کہا: اِلٰہی! **عجل علی منا؟ حسن إلينابالخلف واغفرله مالحق من ذنبه وماسلف** (اے اللہ جس نے ہم پہ احسان کیا تو اس کا نعم البدل اس کو جلدی عطا کر اور اس کے اگلے پچھلے گناہ معاف کر۔)

ربیع کہتے ہیں کہ حج کا قافلہ روانہ ہوگیا، میں کوفہ ہی میں مجبورًا پڑا رہا کہ وہ سب حج سے فارغ ہوکر لوٹ بھی

آئے۔ مجھے خیال ہوا کہ ان حجاج کا استقبال کروں، ان سے اپنے لئے دعاء کراؤں، کسی کی مقبول دعا مجھے بھی لگ جائے۔ جب حجاج کا ایک قافلہ میری آنکھوں کے سامنے آگیا تو مجھے اپنے حج سے محرومی پر بہت افسوس ہوا اور رنج کی وجہ سے میرے آنسو نکل آئے۔ جب میں ان سے ملا تو میں نے کہا: اللہ جل شانہ تمہارا حج قبول کرے اور تمہارے اخراجات کا بدل عطا فرمائے۔ ان میں سے ایک نے کہا کہ یہ دعا کیسی؟۔ میں نے کہا: ایسے شخص کی دعا جو دروازہ تک کی حاضری سے محروم رہا۔ وہ کہنے لگے: بڑے تعجب کی بات ہے، اب تو وہاں جانے سے انکار کرتا ہے۔ تو ہمارے ساتھ عرفات کے میدان میں نہیں تھا؟ تو نے ہمارے ساتھ رمی جمرات نہیں کی؟ تو نے ہمارے ساتھ طواف نہیں کئے؟

میں اپنے دل میں سوچنے لگا کہ یہ اللہ کا لطف ہے، اتنے میں خود میرے شہر کے حاجیوں کا قافلہ آگیا۔ میں نے کہا: حق تعالیٰ شانہ تمہاری سعی مشکور فرمائے، تمہارا حج قبول فرمائے۔ وہ بھی یہی کہنے لگے کہ تو ہمارے ساتھ عرفات پر نہیں تھا؟ یا رمی جمار نہیں کی؟ اب انکار کرتا ہے۔ ان میں سے ایک شخص آگے بڑھا اور کہنے لگا کہ بھائی اب انکار کیوں کرتے ہو، کیا بات ہے؟ آخر تم ہمارے ساتھ مکّہ میں نہیں تھے یا مدینہ میں نہیں تھے۔ جب ہم قبرِ اطہر کی زیارت کر کے بابِ جبرائیل سے باہر کو آرہے تھے، اس وقت ازدحام کی کثرت کی وجہ سے تم نے یہ تھیلی میرے پاس امانت رکھوائی تھی جس کی مہر پر لکھا ہوا ہے ''من عاملنا ربح (جو ہم سے معاملہ کرتا ہے نفع کماتا ہے)''۔ یہ تمہاری تھیلی واپس ہے۔

ربیع کہتے ہیں کہ واللہ! میں نے اس تھیلی کو کبھی اس سے پہلے دیکھا بھی نہ تھا۔ اس کو لے کر گھر واپس آیا۔ عشاء کی نماز پڑھی اپنا وظیفہ پورا کیا، اس کے بعد اسی سوچ میں جاگتا رہا کہ آخر یہ قصہ کیا ہے؟ اسی میں میری آنکھ لگ گئی تو میں نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی خواب میں زیارت کی۔ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کو سلام کیا اور ہاتھ چومے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے تبسم فرماتے ہوئے سلام کا جواب دیا اور ارشاد فرمایا: **یا ربیع! کم نقیم لک الشهود وأنت لاتقبل. اعلم أنه لماحضر قلبک وتصدقت بصدقتک علی المرأة التی وآثرت بزادسفرک وتخلف عن الحج سألت الله أن یعوضک خیرامماأنفقت، فخلق الله تعالی ملکًا علیٰ صورتک یحج عنک کل سنةٍ إلی یوم القیامة و عوضک فی الدنیاستمائة دینار عن ستمائة درهمٍ، فطب نفسًا وقرعینًا** (اے ربیع! آخر ہم کتنے گواہ اس پر قائم کریں کہ تو نے حج کیا ہے۔ تو مانتا ہی نہیں، سُن بات یہ ہے کہ جب تو نے اس عورت پر، جو میری اولاد تھی۔ صدقہ کیا اور اپنا زادِ راہ ایثار

کر کے اپنا حج ملتوی کر دیا، تو میں نے اللہ جل شانہ سے دعا کی کہ وہ اس کا نعم البدل تجھے عطا فرمائے تو حق تعالیٰ شانہ نے ایک فرشتہ تیری صورت کا بنا کر اس کو حکم فرما دیا کہ وہ قیامت تک ہر سال تیری طرف سے حج کیا کرے اور دنیا میں تجھے یہ عوض دیا کہ چھ سو درم کے بدل چھ سو دینار (اشرفیاں) عطا کیں۔ تو خوش رہ اور اپنی آنکھ ٹھنڈی رکھ۔) اس کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے بھی وہی الفاظ ارشاد فرمائے: ''من عاملنا ربح''۔ ربیع کہتے ہیں جب میں سو کر اٹھا تو اس تھیلی کو کھولا اس میں چھ سو اشرفیاں تھیں۔

فائدہ: مندرجہ بالا تین قصے بطورِ نمونہ ذکر کیے ہیں ورنہ اس مبارک ومطہر خاندان کے بے شمار قصے کتابوں میں موجود ہیں۔

ائمہ فقہاء کی اہلِ بیتؓ سے محبت

امام ابوحنیفہؒ کی اہلِ بیتؓ سے محبت

حضرت عبداللہ بن مبارکؒ کی روایت ہے کہ جب امام صاحبؒ کی ملاقات حضرت امام محمد بن علی الباقرؒ سے ہوئی تو آپ نے تعظیماً فرمایا کہ پہلے آپ تشریف رکھیں کہ آپ کی شان کے یہی لائق ہے پھر ہم بیٹھیں گے، پھر فرمایا:

''واللہ! آپ کا احترام ہمارے لیے اسی طرح لازم ہے جس طرح آپ کے نانا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کا احترام آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے صحابہؓ پر لازم تھا اور وہ کرتے تھے''۔

شیخ الاسلام جوینیؒ ''فرائد السمطین''میں امام صاحب کی اہلِ بیت کے ساتھ محبت کو بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''بلاشبہ امام اعظم ابوحنیفہؒ اہلِ بیتؓ کے دوستداروں میں سے تھے اور اپنا مال اہلِ بیت کے خفیہ اور ظاہر ائمہ پر نچھاور کرنے والوں میں سے تھے۔ کہا جاتا ہے کہ آپؒ نے اہلِ بیت کے ایک بزرگ کو جو کہ حکومت سے چھپے ہوئے تھے بارہ ہزار درہم یکمشت بطور اکرام پیشِ خدمت کیے۔ امام صاحب اپنے ساتھیوں کو اہل بیت کی رعایتِ احوال، ضروریات کی فراہمی اور ان کی اقتداء کا حکم فرماتے تھے''۔

امام شافعیؒ کی اہلِ بیتؓ سے محبت

ایک مرتبہ امام شافعیؒ ایک مجلس میں تشریف لائے جہاں آلِ ابی طالب کے بعض اہلِ علم تھے۔ امام صاحبؒ نے کہا: ''ان حضرات کے ہوتے ہوئے میں کلام نہیں کروں گا، یہ حضرات اہلِ فضل وکمال ہیں۔''

آپؒ آلِ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم سے بہت محبت کا اظہار کرتے تھے۔ ایک دفعہ آپ نے اس کی وجہ بیان

کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کا فرمان ہے:

" لایوٴ من أحدکم حتی أکون أحب إلیه من والده وولده والناس أجمعین"

''تم میں سے کوئی اس وقت تک مومن کامل نہیں ہوسکتا جب تک کہ میں اس کے نزدیک اس کے والد، اولاد اور تمام لوگوں سے زیادہ محبوب نہ ہوجاؤں''۔

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے فرمایا کہ متقی لوگ میرے دوست اور قرابت دار ہیں۔ اور متقی اور نیک رشتہ داروں سے محبت کا حکم ہے، اسی لیے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کے نیک رشتہ داروں سے محبت کرتا ہوں۔ پھر اپنے مشہور اشعار کہے:

یا را کباقف بالمحصب من منیً

واهتف بقاعد خیفها والناهض

''اے سوار! منیٰ کے مقامِ مُحصّب پر کھڑے ہوکر میدانِ خَیف میں بیٹھے اور کھڑے لوگوں کو آواز دو''۔

سحراً إذا فاض الحجیج إلی منیً

فیضاً کملتطم الفرات الفائض

''جب کہ حجاج سحر کے وقت مزدلفہ سے منیٰ کی طرف ٹھاٹھیں مارتے ہوئے دریا کی طرح لوٹتے ہیں''۔

إنی أحب بنی النبی المصطفی

وأعده من واجبات فرائضی

''کہ میں نبیِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی اولاد سے محبت کرتا ہوں اور اس کو واجباتِ دین میں سے سمجھتا ہوں''۔

إن کان رفضاً حب آلِ محمدٍ

فلیشهد الثقلان أنی رافضی

''اگر محبتِ اہلِ بیتؑ کا نام رافضیت ہے تو جن وانس گواہ رہیں کہ میں بھی رافضی ہوں''۔

بعض کتبِ تواریخ میں یہ بھی منقول ہے کہ آپؒ نے ہارون الرشید کے دور میں اہلِ بیت کی کسی تحریک میں ان کا ساتھ بھی دیا اور بیعت بھی کی۔ آپ کی شہرۂ آفاق ''کتاب الأم'' میں باغیوں کے بارے میں معاملات کے اسلامی فقہی مسائل آپؒ نے حضرت علیؑ کی لڑائیوں سے مستنبط کیے ہیں اور حضرت علیؑ کے افعال واقوال کو دلیل بنایا ہے۔

نیز امام شافعیؒ نے اپنے دیوان میں متعدد مقامات پر اہلِ بیت سے اپنی انتہاء درجہ کی محبت کا اظہار فرمایا ہے۔ چنانچہ ذیل میں ان کے دیوان میں سے چند مقامات ملاحظہ ہوں:

آل النبی ذریعتی

وھمو إلیه وسیلتی

''آلِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم (کی محبت) میرا ذریعۂ نجات ہے، اور وہی حضرات حق تعالیٰ کے حضور میرا وسیلہ ہیں۔

أرجو بھم أعطی غدًا

بیدی الیمین صحیفتی

''میں اُمید کرتا ہوں کہ کل قیامت کے دن انہی کے وسیلہ سے میرا نامۂ اعمال مجھے داہنے ہاتھ میں دیا جائے گا''۔

☆☆☆

تأوہ قلبی والفؤاد کئیب

و أرق نومی فالسّھار عجیب

''میرا دل آہ آہ کر رہا ہے اور میں کبیدہ خاطر ہوں، میری نیند اُڑ گئی ہے اور عجیب بے خوابی کا عالَم ہے''۔

فمن مبلغ عنی الحسین رسالة

وإن کریھتھا أنفس و قلوب

''ہے کوئی جو سیدنا حسینؓ کو میرا پیغام پہنچا دے؟ اگرچہ بعض قلوب اور جانیں اسے ناپسند کرتی ہیں''۔

ذبیخ بلا جرمٍ کأن قمیصه

صبیغ بماءِ الأرجوان خضیب

''آپ بلا جرم مظلوم شہید کر دیے گئے گویا آپ کی قمیص، اُرجُوان (سرخ قسم کا ایک رنگ ہے) کے پانی سے رنگ دی گئی''۔

فلسّیف إغوال وللرمح رنة

وللخیل م بعد الصھیل نحیب

''تلواریں غلط استعمال پر غم زدہ ہیں اور نیزے چیخ رہے ہیں، اور گھوڑوں کی ہنہناہٹ کے بعد رونے کی آوازیں آرہی ہیں''۔

تزلزلت الدنیا لآلِ محمدٍ

وکادت لھم صم الجبال تذوب

''دنیا آلِ محمد کے غم میں کانپ اُٹھی، قریب تھا کہ بے جان پہاڑ بھی پگھل جائیں''۔

وغارت نجوم واقشعرت کواکب

وھتک أستار وشق جیوب

''ستارے چھپ گئے اور تاروں پر کپکپی طاری ہوگئی، پردے پھاڑ دیے گئے اور گریبان تار تار کر دیے گئے''۔

یصلّی علی المبعوث من آل ھاشمٍ

ویغزیٰ بنوہ! إن ذا لعجیب

''اس ہاشمی پیغمبر پر درود پڑھا جائے اور ان کی اولاد سے جنگ کی جائے!! کتنی تعجب کی بات ہے''۔

لئن کان ذنبی حب آلِ محمد

فذلک ذنب لست عنہ أتوب

''اگر آلِ محمد سے محبت کرنا ہی میرا گناہ ہے، تو یہ ایسا گناہ ہے جس سے میں توبہ نہیں کر سکتا''۔

ھم شفعائی یوم حشری وموقفی

إذا مابدت للناظرین خطوب

''یہی وہ لوگ ہیں جو میدانِ حشر میں میرے سفارشی ہوں گے جس وقت آنکھیں (عذاب وعقاب کے) ہولناک مناظر دیکھیں گی''۔



یا آل بیت رسول اللہ حبکم

فرض من اللہ فی القرآن انزلہ

''اے اہلِ بیت! تم سے محبت رکھنا اللہ کی طرف سے ہم پر فرض ہے، یہ حکم اس نے قرآن میں نازل فرمایا ہے''۔

یکفیکم من عظیم الفخر انکم

من لم یصلی علیکم لاصلاۃ لہ

''تمہارے عظیم المرتبت ہونے کے لیے اتنا کافی ہے کہ جو تم پر درود نہ پڑھے اس کی نماز مکمل نہیں ہوتی''۔

إذا في مجلس نذكر عليا

وسبطيه و فاطمة الزكيه

''جب ہم کسی مجلس میں حضرت علی، حضرات حسنین اور حضرت فاطمہ طاہرہ رضی اللہ عنہم کا ذکر کرتے ہیں''۔

يقال تجاوزوا يا قوم هذا

فهذا من حديث الرافضيه

''تو کہا جاتا ہے: اے لوگو! اس کو چھوڑ دو، کیونکہ یہ روافض والی باتیں کر رہا ہے''۔

برئت إلى المهيمن من أناس

يرون الرفض حب الفاطميه

''میں اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں ایسے لوگوں سے براءت ظاہر کرتا ہوں جو اولادِ فاطمہ رضی اللہ عنہا سے محبت کو رفض سمجھتے ہیں''۔



إذا نحن فضلنا عليا فإننا روافض

بالتفضيل عند ذوى الجهل

''جب ہم حضرت علیؓ کے فضائل بیان کرتے ہیں تو بے علم لوگوں کے ہاں ہم، یہ فضائل بیان کرنے کی وجہ سے، روافض شمار ہوتے ہیں''۔

وفضل ابى بكر إذا ما ذكرته

رميت بنصب عند ذكرى للفضل

''اور جب میں حضرت ابوبکرؓ کے فضائل بیان کرتا ہوں، تو مجھے، یہ فضائل بیان کرنے کی وجہ سے، ''ناصبی'' ہونے کا طعنہ دیا جاتا ہے''۔

فلازلت ذارفض ونصب كلاهما

بحبيهما حتى إوسد فى الرمل

''تو (سُن لو!) مَیں قبر میں دفن ہونے تک ان حضرات کی محبت کی وجہ سے ایسا رافضی اور ناصبی ہی رہوں گا''۔

امام مالکؒ کی اہلِ بیتؓ سے محبت

امامِ دارالہجرۃ حضرت مالک بن انسؒ نے محبتِ اہلِ بیتؓ میں دردناک مصائب برداشت کیے ہیں۔ والی

مدینہ جعفر بن سلیمان عباسی جو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کے چچا حضرت عباسؓ کی اولاد میں سے تھے جب انہوں نے حضرت امام صاحبؒ کو زدوکوب کیا اور کوڑے مارے تو آپؒ نے اس کی قرابتِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی وجہ سے اسی وقت اس کو معاف کر دیا اور فرمایا: **واللہ ماارتفع سوط عن جسمی إلا وقد جعلتہ فی حلٍّ لقرابتہ من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم** یعنی میرے جسم سے کوڑا اٹھنے سے پہلے ہی میں ان کو، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم سے رشتہ داری کی وجہ سے، معاف کر چکا ہوتا تھا۔

امام احمد بن حنبلؒ کی اہلِ بیتؓ سے محبت

شیخ ابوزہرہؒ اپنی کتاب ''ابن حنبل'' میں امام ابن جوزیؒ کی کتاب ''مناقب ابن حنبل'' کے حوالہ سے لکھتے ہیں:

''امام احمدؒ حضرت علیؓ کا دفاع بڑے شدّ ومدّ سے کرتے تھے جب کوئی شخص آپ رضی اللہ عنہ کی شان میں طبع آزمائی کرتا کیونکہ وہ زمانہ متوکل عباسی کا تھا اور اس دور میں حضرت علیؓ پر شدید طعن وتشنیع کی جاتی تھی کیونکہ متوکل بھی ناصبی تھا جو حضرت علیؓ کی دشمنی کا علمبردار تھا اور آپ پر طعن کرتا تھا تو امام احمدؒ ان کی باتوں کا جواب دیتے اور آپ رضی اللہ عنہ کے فضائل ومناقب، اور آپؓ کی خلافت کی حقانیت بیان کرتے ہوئے فرماتے: ''یقین جانو! خلافت نے علیؓ کو زینت نہیں بخشی، بلکہ علیؓ نے خلافت کو زینت بخشی''۔ اور فرماتے: ''علی بن ابی طالبؓ اہلِ بیتؓ میں سے ہیں ان پر کسی کو قیاس نہیں کیا جا سکتا'' اور یہ بھی فرماتے: ''کسی بھی صحابیؓ کے بارے میں صحیح اسانید کے ساتھ اتنے فضائل منقول نہیں جتنے کہ سیدنا علیؓ کے بارے میں ہیں''۔

محدثین کرامؒ کی اہلِ بیتؓ سے محبت

محدثین کرامؒ کے ہاں ائمۂ اہلِ بیتؓ سے سماعِ حدیث وروایتِ حدیث بہت ہی متبرک اور باعثِ فخر ہے۔ چنانچہ محدثین کے ہاں حدیثِ مسلسل کی وہ سند جس کے تمام راوی یا اکثر راوی اگر سادات کرام ہوں تو ایسی سند کو ''سلسلۃ الذہب'' قرار دیتے ہیں۔ یہ ان سادات کے تقویٰ، تدیّن اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم سے نسبت کے باعث، محدثین کی ان سے عقیدت کا اظہار ہے۔

نمونہ کے لیے ایک سند کا تذکرہ تبرکاً کیا جاتا ہے۔ محدث ابن حجر ہیتمیؒ نے ''الصواعق المحرقۃ'' میں، امام مُناویؒ نے ''شرح الجامع الکبیر'' میں، حضرت مدنیؒ نے ''مکتوبات شیخ الاسلام'' میں، مولانا سرفراز خان صفدرؒ نے ''شوقِ حدیث'' میں اور مولانا ابوالکلام آزادؒ نے ''تذکرہ'' میں اور دیگر محدثین نے اپنی کتابوں میں یہ واقعہ درج کیا ہے۔

امام حاکمؒ تاریخ نیشاپور میں لکھتے ہیں:

حضرت امام علی رضا بن موسیٰ کاظم جب نیشاپور تشریف لائے تو لوگوں کے حد درجہ ازدحام سے نیشاپور کی عجیب صورت حال تھی بیک وقت ہزاروں آدمیوں کے ہجوم ومرور سے تمام شہر گردوغبار میں چھپ گیا تھا، راستوں میں راہ گیر ایک دوسرے کو سجھائی نہیں دیتے تھے۔ بیس ہزار آدمیوں نے آپ کی خدمت میں حاضر ہوکر آپ سے اپنے آباءِ کرام کی سند سے حدیث کی روایت کی التجاء کی تاکہ اہلِ بیت کرامؓ کے عالی سلسلۂ سند سے مشرف و مفتخر ہوں۔

ان بیس ہزار آدمیوں میں دو عظیم المرتبت محدثین ''امام ابوزُرعہؒ اور ''محمد بن اسلم طوسیؒ'' بھی تھے، ان کی التجاء پر آپ نے خچر کو روکا اور اپنے نوجوان خدّام کو سائبان ہٹانے کا حکم دیا اور مخلوقات نے آپ کے روئے مبارک کی دید سے آنکھوں کو ٹھنڈا کیا، آپ کے گیسوؤں کی دولٹیں آپ کے کندھوں تک لٹکی ہوئی تھیں اور لوگوں کی حالت یہ تھی کہ کچھ چلّا رہے تھے اور کچھ سسکیاں بھر کے رو رہے تھے۔ علماء محدّثین چلّا چلّا کر کہہ رہے تھے کہ خاموش ہوجاؤ۔ لوگ خاموش ہوئے تو امام ابوزرعہؒ اور امام محمد بن اسلمؒ نے املاءِ حدیث کی خواہش کا اظہار کیا تو آپؓ نے فرمایا:

''حدثنی ابی سید ناالامام موسی الکاظم عن ابیه سید ناالامام جعفر الصادق عن ابیه سید ناالامام محمد الباقر عن ابیه سید ناالامام علی زین العابد ین عن ابیه سید ناالامام ابی عبد الله الحسین ریحان رسول الثقلین عن ابیه سید نا امیرالمومنین علی بن ابی طالب رضی الله عنهم قال حدثنی حبیبی وقرة عینی رسول الله صلی الله علیه وسلم قال حد ثنی جبرائیل علیه السلام قال قال رب العزة ذوالجلال والإکرام: لاإلٰه إلّاالله حصنی فمن قالها دخل حصنی ومن دخل حصنی أمن عذ ابی''.

اس کے بعد پردہ گرایا اور چل پڑے۔ اصحابِ قلم ودوات کے شمار کے مطابق حدیث لکھنے والوں کی تعداد بیس ہزار سے زیادہ تھی۔

(اس حدیث کو حدیث سلسلۃ الذہب کہتے ہیں۔ امام احمد بن حنبل کہتے ہیں اس سند کو اگر کسی مجنون پر پڑھ دیا جائے تو وہ شفایاب ہوجائے)۔

☆☆☆

فصلِ چہارم: اہلِ بیت کے ہمارے اوپر حقوق

(۱) ان سے محبت کرنا

اہلِ بیت سے محبت کرنا واجب ہے، اس کے بغیر ایمان مکمل نہیں ہوتا اور اُن سے بغض رکھنا حرام ہے۔

درج ذیل آیت شریفہ واحادیث مبارکہ ملاحظہ ہوں:

(۱) اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

{ قُل لَّا أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ أَجْراً إِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبَى } (سورۃ الشوریٰ:۲۳)

''اے پیغمبر! کہہ دو کہ: میں تم سے اس (تبلیغ) پر کوئی اجرت نہیں مانگتا، سوائے رشتہ داری کی محبت کے''۔

حافظ سخاویؒ اور امام دولابیؒ دونوں نے اہلِ بیتؓ ہی کی سند سے حضرت حسنؓ کا ارشاد نقل کیا ہے، آپؓ نے خطبہ دیتے ہوئے فرمایا: بے شک اہلِ بیت میں سے ہیں جن سے محبت اور مودّت اللہ تعالیٰ نے ہر مسلم پر فرض کر دی ہے، چناں چہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کہا:

{ قُل لَّا أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ أَجْراً إِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبَى وَمَن يَقْتَرِفْ حَسَنَةً} (الشوریٰ:۲۳)

''اے پیغمبر! کہہ دو کہ: میں تم سے اس (تبلیغ) پر کوئی اجرت نہیں مانگتا، سوائے رشتہ داری کی محبت کے اور جو شخص کوئی بھلائی کرے گا، ہم اس کی خاطر اس بھلائی میں مزید خوبی کا اضافہ کر دیں گے''۔

اور یہاں ''اقتراف حسنۃ'' (بھلائی کرنے) سے مراد اہلِ بیت سے محبت کرنا ہے۔

اس کے علاوہ شارح عقیدہ واسطیہ لکھتے ہیں:

''اہل سنت والجماعت کثر اللہ سوادہم، اہلِ بیت عظامؓ سے محبت کرتے ہیں اور ان کی تکریم بجالاتے ہیں کیونکہ ان سے محبت اور ان کا اکرام واعزاز اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ آلہ وسلم سے محبت واکرام کی مانند ہے اور اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول اکرم دونوں نے اس کا حکم دیا ہے۔

جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا پاک ارشاد ہے:

{ قُل لَّا أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ أَجْراً إِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبَى } (الشوریٰ:۲۳)

''اے پیغمبر! کہہ دو کہ: میں تم سے اس (تبلیغ) پر کوئی اجرت نہیں مانگتا، سوائے رشتہ داری کی محبت کے''۔

(٢) حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کا فرمان ہے :

أدبوا أولادكم على ثلاثِ خصالٍ: حب نبيكم وحب أهل بيته وقراءة القرآن.

''اپنی اولاد کو تین چیزیں سکھلاؤ: اپنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی محبت، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے اہلِ بیت کی محبت، اور قرآن مجید پڑھنا''۔

(٣) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے فرمایا:

''أحبوا الله لما يغذوكم من نعمه وأحبوني بحب الله وأحبوا أهل بيتي لحبي''.

''اللہ تبارک وتعالیٰ سے محبت کرو کہ وہ تمہیں اپنی نعمتوں سے نوازتا ہے، اور اُس اللہ کی محبت کی وجہ سے مجھ سے محبت کرو، اور میری محبت کی وجہ سے میرے اہلِ بیت سے محبت کرو''۔

(٤) ایک طویل حدیث میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے فرمایا :

''والله لايدخل قلب رجل الإيمان حتى يحبهم لله ولقرابتهم مني''.

''اللہ کی قسم ! کسی آدمی کے دل میں اس وقت تک ایمان داخل نہیں ہوسکتا جب تک وہ میرے اہلِ بیت سے، اللہ کی خاطر اور میری ان سے رشتہ داری کی وجہ سے ان سے محبت نہ کرے''۔

(٢) اپنے دلوں کو ان کے بغض سے پاک رکھنا

(١) ایک دفعہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے بنوعبدالمطلب سے مخاطب ہوکر فرمایا

''فلو أن رجلا صفن بين الركن والمقام فصلى وصام ثم لقى الله وهو مبغض لإهل بيت محمد دخل النار''.

''اگر کوئی شخص حجرِ اسود اور مقام ابراہیم کے درمیان کھڑا ہوکر نماز پڑھے اور روزے بھی رکھے، پھر وہ اللہ تعالیٰ سے اس حال میں ملے کہ اس کے دل میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے اہلِ بیت کا بغض ہو تو وہ جہنم میں داخل ہوگا''۔

(٢) آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کا ارشاد ہے :

''من أحب عليا فقد أحبني، ومن أبغض عليا فقد أبغضني''.

''جس نے علیؓ سے محبت کی اس نے مجھ سے محبت کی اور جس نے علیؓ سے بغض رکھا تو اس نے مجھ سے بغض رکھا''۔

(٣) حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے فرمایا

''من أحب الحسن والحسين فقد أحبني، ومن أبغضهما فقد أبغضني''.

''جس نے حضرت حسنؓ اور حضرت حسینؓ سے محبت کی اس نے مجھ سے محبت کی اور جس نے ان سے بغض رکھا تو اس نے مجھ سے بغض رکھا''۔

(۳) ان کی اتباع کرنا

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے حج کے موقع پر خطبہ میں یہ فرمایا تھا:

''**یاأیهاالناس إن أخذتم به لن تضلوا: کتاب الله، وعترتی أهل بیتی**''۔

''اے لوگو! میں تمہارے اندر ایسی چیز چھوڑ کر جا رہا ہوں، کہ اگر تم اسے تھامے رہو گے تو کبھی گمراہ نہیں ہو گے: اللہ کی کتاب، اور میرے اہلِ بیت''۔

(۴) ان پر درود وسلام بھیجنا

ان حضرات آلِ بیت کا ہمارے اوپر ایک حق یہ بھی ہے کہ ہم ان پر درود بھیجیں، اور خود اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے ہمیں ان پر درود بھیجنے کا حکم فرمایا ہے، جیسا کہ ایک حدیث میں آتا ہے کہ صحابہ کرامؓ نے عرض کی: یا رسول اللہ! ہم آپ پر کیسے درود بھیجا کریں؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے فرمایا: یوں کہا کرو:

اللهم صلی علی محمد، وعلی آل محمد، کما صلیت علی آل إبراهیم، إنک حمید مجید، اللهم بارک علی محمد وعلی آل محمد، کما بارکت علی آل إبراهیم، إنک حمید مجید.

''اے اللہ! حضرت محمد ﷺ پر اور ان کی آل پر رحمت نازل فرما جیسا کہ آپ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی آل پر رحمت نازل فرمائی، بلاشبہ آپ تعریف اور بزرگی والے ہیں۔ اے اللہ! حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم پر اور ان کی آل پر برکت نازل فرما جیسا کہ آپ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی آل پر برکت نازل فرمائی، بلاشبہ آپ تعریف اور بزرگی والے ہیں''۔

ابن القیمؒ نے حضور پاک ﷺ پر درود بھیجنے کے فضائل میں ایک مستقل کتاب تالیف کی ہے جس کا نام ہے:

''**جلاء الافهام فی فضل الصلاة والسلام علی محمدخیر الأنام**''.

اس میں انہوں نے بڑی وضاحت سے یہ بات لکھی ہے کہ ساری اُمّت میں سے صرف اہلِ بیت کا یہ حق ہے کہ ان پر درود بھیجا جائے۔ اور اس مسئلہ میں پوری اُمّت متفق ہے، کسی کا کوئی اختلاف نہیں ہے۔



داعی کبیر مولانا کلیم صدیقی جن کے دستِ مبارک پر ہزاروں لوگوں نے اسلام قبول کیا۔

مولانا محمد کلیم صدیقی *

ارمغان

(جلد ۱۷ شمارہ ۳ مارچ ۲۰۰۹ء مطابق ربیع اول ۱۴۳۰ھ)

عظمت ومحبت رسول اور اہل بیت رسول مومن کا پاور ہاؤس

آپس میں کھیلتے کھیلتے حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے، حضرت عبداللہ بن عمر کو میرے غلام کہہ کر خطاب کیا، اور وہ بھی قریش مکہ معزز ترین باپ اور امیر المومنین حضرت عمر بن الخطاب کے صاحب زادے تھے، ان کو یہ بات حد درجہ ناگوار ہوئی فوراً اپنے گھر آئے اور بہت ناگواری کے انداز میں اپنے والد ماجد حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے جو اس وقت خلیفہ اور امیر المومنین تھے جا کر شکایت کی کہ حسین رضی اللہ عنہ نے مجھے اے میرے غلام کہہ کر پکارا ہے اور مجھے ذلیل کیا ہے امیر المومنین حضرت عمر فرط وعقیدت اور عظمت اور محبت رسول میں بے تاب ہو گئے اور اپنے لاڈلے بیٹے سے فرمایا میرے بیٹے جاؤ کاغذ قلم لے کر جاؤ میرے آقا کے نواسے سے لکھوا کر دستخط کروالاؤ اگر حسین تمہیں لکھ کر دے دیتے ہیں، تو تمہاری اور ہماری سب کی نجات کا وسیلہ مل جائے گا۔ اگر حسین مجھے اپنا غلام کہتے تو میں ان کے پاؤں پڑ جاتا اور ان سے لکھوا کر لے لیتا تو ہمارے لیے آخرت میں پیش کرنے کے لیے ایک سند بن جاتی۔

* مولانا محمد کلیم صدیقی حضرت مولانا ابوالحسن علی ندویؒ کے خلیفہ ہیں، آپ کے دستِ مبارک پر بلا مبالغہ ہزاروں افراد اسلام قبول کر چکے ہیں۔

یہی امیر المومنین عمر بن الخطاب میں، ایک مرتبہ گھر سے مسجد نبوی میں نماز کے لیے تشریف لے جارہے ہیں، راستہ میں حضرت عباس کا گھر پڑتا ہے، انھوں نے چھت پر مرغی کے چوزے ذبح کیے ان کا خون پرنالے سے بہہ کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے کپڑوں پر گر گیا، واپس گھر تشریف لائے اور دوسرے کپڑے بدل کر نماز پڑھی، واپس آکر یہ پرنالہ جو مسجد جانے والوں کے راستہ پر پڑتا تھا اسے ہٹوادیا، حضرت عباس نے امیر المومنین کو بتایا کہ یہ پرنالہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے لگوایا تھا، یہ سننا تھا کہ امیر المومنین بے قرار ہوگئے، حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی خوشامد کی اور ان کو اللہ کی قسم دی اور فرمایا کہ خدا کے لیے آپ میرے کاندھے پر چڑھ کر اس پرنالے کو لگا دیں، امیر المومنین اس پرنالہ کے نیچے کھڑے ہوگئے اور حضرت عباس نے امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے کاندھوں پر کھڑے ہو کر وہ پرنالہ نصب کیا۔

یہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عظمت ومحبت میں یہ اس شخص کا حال ہے کہ آج چودہ سو سال گذر جانے کے بعد دنیا کے شہنشاہ کے کلیجے عمر فاروق اعظم کا نام سن کر رعب اور دبدبہ سے دہل جاتے ہیں، تو عمر نواسہ رسول حضرت حسین کا اے غلام کہنا وہ اپنے کیے کتنا بڑا وقار سمجھتے ہیں، اسلام کی چودہ سو سال تاریخ گواہ ہے کہ مسلمانوں کو اسلامی حمیت اور ان کو اسلامی قدروں سے والہانہ طور پر مربوط رکھنے کا سب سے بڑا پاور ہاؤس نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ، اور آپ سے ادنیٰ درجہ کی نسبت رکھنے والی ہر چیز کی عظمت اور محبت تھی، خصوصاً خیر القرون میں صحابہ کرام، کہ وہ صرف نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نہیں بلکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اہل بیت کی غلامی کو اپنے لیے دارین کا افتخار واعزاز سمجھتے تھے خلیفہ اول صدیق اکبر رضی اللہ عنہ جن کو خود زبان رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خیر الخلائق بعد الانبیاء (انبیا کے بعد ساری مخلوقات میں سب سے افضل) کا خطاب دیا تھا، کا قول امام بخاری امام مسلم اور امام احمد نے نقل کیا ہے۔

عن ابی بکر الصدیق رضی الله عنه انه قال العلی بن ابی طالب والذی نفسی بیده القرابة رسول الله احب الیمن قرابتی (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اعزاء اور ان کے قرابت دار مجھے اپنے قرابت داروں سے زیادہ محبوب ہیں)۔

بلا شبہ ایمان کا حق بلکہ ایمان کی خیر اسی میں ہے کہ نبی رحمت للعالمین کی ذات، آپ کے اہل بیت آپ کے صحابہ آپ کے شہر، بلکہ آپ کے در سے نسبت رکھنے والے کتے کی عظمت ومحبت مومن کے دل میں ہو، اور اس محبت کی شرائط میں سے ایک شرط یہ ہے کہ نبی کی محبت کا دعویٰ کرنے والا نبی کے فرمان وشریعت کو مانتا ہو، نبی کی ماننے والا ہی اصل میں نبی کو ماننے والا ہوسکتا ہے، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عقیدت ومحبت کا دعویٰ کرنے والا اگر نبی کے فرمان اور نبی کی شریعت کو نہیں مانتا تو اس کی محبت اور نبی کو ماننے کا دعویٰ بے دلیل ہے۔